

ماہانہ کا ایک اور خوبصورت ناول..... جس میں صرف اور صرف جذبوں کا بیان ہے..... جذبے جو کسی منطق اور دلیل کے محتاج نہیں ہوتے

تم کون پیا؟

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

مصنفہ: ماہانہ

کتاب گھر

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

علم و عرفان پبلشرز

40-الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-7352332-7232336

کتاب گھر

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنفہ اور پبلشرز (علم و عرفان) محفوظ ہیں۔

ادارہ علم و عرفان نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلئے اس کتاب

کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کے

کتاب گھر

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش
<http://kitaabghar.com> جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تم کون پیا.....
مصنف	ماہا ملک
ناشر	گل فراز احمد
http://kitaabghar.com	http://kitaabghar.com
.....	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
پروف ریڈنگ	منصور احمد بیٹ
کمپوزنگ	انیس احمد
کتاب کی اشاعت	جنوری 2010ء
قیمت	250/- روپے
http://kitaabghar.com	http://kitaabghar.com

..... ملنے کے پتے.....

کتاب گھر کی پیشکش علم و عرفان پبلشرز
<http://kitaabghar.com> 40- اردو بازار، لاہور
 فون 7352332-7232336

سیونٹھ سکاٹی پبلیکیشنز

کتاب گھر کی پیشکش غزنی ٹریڈنگ ایجنسی
<http://kitaabghar.com> 40- اردو بازار، لاہور
 فون: 7223584 0300-4125230

☆..... کتابی شکل میں ملنے کے لیے ☆.....

<http://kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

مکتبہ قابل اردو بازار، لاہور

کتاب سرائے احمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور

فہیم بکڈ پو، راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی

فضل سنز اردو بازار، کراچی

ویکم بک پورٹ اردو بازار، کراچی

<http://m> مکتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

سعید بک بینک اسلام آباد

کیپٹنل بکڈ پو، اردو بازار، راولپنڈی

سعید بک بینک، پشاور

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار، پشاور

حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ، سیالکوٹ

بک سنٹر اردو بازار، سیالکوٹ

<http://k> پنجاب بکڈ پوسٹر روڈ، گجرات

سلطان بک پیلس، گجرات

فائن بکس امین پور بازار، فیصل آباد

نیو مکتبہ دانش امین پور بازار، فیصل آباد

مقبول بک ایجنسی چوک پاک گیٹ، ملتان

الکریم نیوز ایجنسی، اوکاڑہ

چوہدری بکڈ پو مین بازار، دینہ

عمر بک سنٹر جی ٹی روڈ، سرائے عالمگیر

<http://k> شکیل بکڈ پو، سمندری

مسلم بک لینڈ، بینک روڈ، مظفر آباد

نیو وٹاری کتاب گھر، جناح روڈ، وٹاری

ہلال کاپی ہاؤس لیاقت روڈ، میاں چنوں

نیو نیس بکڈ پو مین بازار، میانوالی

خالد کتاب محل، سیالکوٹ روڈ، اگوکی

پاکستان بکڈ پو مین بازار، جلال پور جٹاں

<http://l> جہلم بک کارنر، جہلم

منور بک ڈپو گجرات

خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

اسلامی کتب خانہ، فضل الہی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

کتاب گھر کمیٹی چوک، راولپنڈی

علی شیشیز، خیدری چوک، لالہ موسیٰ

رحمن بک ہاؤس اردو بازار، کراچی

احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد

مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار، راولپنڈی

گڈ بکس شاپ صدر بازار، راولپنڈی

بختیار سنز قصہ خوانی بازار، پشاور

بگلش بکڈ پو اردو بازار، سیالکوٹ

ڈاؤرن بکڈ پو سیالکوٹ کینٹ

<http://k> کھوکھر بکسٹال مسلم بازار، گجرات

ہلال بکڈ پو، گجرات

کتاب مرکز امین پور بازار، فیصل آباد

کتب خانہ مقبول عام امین پور بازار، فیصل آباد

شریف سنز کارخانہ بازار، فیصل آباد

کارواں بک سنٹر، ملتان کینٹ

دارالکتاب کالج روڈ، لیہ

الیاس کتاب محل کچہری بازار، جڑانوالہ

<http://l> ڈاؤن براڈرز تحصیل بازار، جہلم

جالدھر بکڈ پو، ڈسکہ

یونائیٹڈ بک ہاؤس، کچہری روڈ، منڈی بہاؤ الدین

شمالیہ بک ایجنسی محلہ چوہدری پارک، ٹوبہ ٹیک سنگھ

میاں ندیم مین بازار، جہلم

اسلامی کتب خانہ، حافظ آباد

کارواں بک سنٹر، بہاولپور

گلکسی بکس، خان آرکیڈ، کچہری روڈ، سرگودھا

النور بک کارنر محمدی پلازہ، میرپور آزاد کشمیر

کتاب گھر کی پیشکش

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com><http://kitaabghar.com>

پیش لفظ

”تم کون پیا“ میرا ناول آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس ناول کو لکھنے کا مقصد شاید لفظ ”عورت“ کی تشریح کرنا ہے۔

عورت جو بیٹی ہے تو ماں باپ کے لیے سکون اور ٹھنڈک کا احساس ہے۔ بیوی ہے تو شوہر کی راہ کے تمام کانٹے اپنے آنچل میں سمیٹ کر اپنی ہستی میں کھلے ہوئے سارے پھول و پھل اس کی راہ میں بچھا دینے کی قائل۔ بہن ہے تو ایک دلی، روحانی، اخلاقی سہارا اور ماں ہے تو عظمت کا ایسا احساس کہ خدا کا گمان ہونے لگے۔

میں نے اس سادی سی کہانی میں صرف اور صرف جذبوں کا بیان کیا ہے۔ جذبے جو کبھی کسی منطق اور کسی دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ آخر میں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہوں گی کہ یہ ناول مکمل اور اصلی ہے۔ علم عرفان پبلشرز کے علاوہ جس پبلشرز نے یہ ناول چھاپا ہے۔ وہ نامکمل اور جعلی ہے۔ اس ناول کے حقوق میں نے تین سال کے عرصہ کے لیے گلفر از صاحب، علم و عرفان پبلشرز کو تفویض کیے ہیں۔ اور وہی اسے چھاپنے کے مجاز ہیں۔

ناول پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیں تو درج ذیل ای میل پر لکھ بھیجیں۔ آپ کی محبتوں اور عنایتوں کی مقروض! <http://kitaabghar.com>

ماہا ملک

mmwr@hotmail.com

کتاب گھر کی پیشکش

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com><http://kitaabghar.com>

انتساب!

کتاب گھر کی پیشکش: محمد احمد کے نام کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com><http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>

تم کون پیا.....

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>پوچھتے ہیں جیا
تم کون پیا؟

یوں دور کھڑے

کیا سوچا کیے؟

ہر سانس میں ہیں

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی پیشکش

<http://kitaabghar.com>

سینے میں چھپا کر

ہم تو چلے.....

کس اوک چلے

کیا تم کو پتا.....

شیشے کی دیوار کے پار نظر آتا وہ وجود سائنت و صامت تھا..... نہ سینے سے سانسوں کے اتار چڑھاؤ کا پتہ چلتا تھا نہ پلوں کی کسی بدھم جنبش

<http://kitaabghar.com><http://kitaabghar.com>

سسر مختلف مشینوں پر آتی ہوئی ریڈنگ لے کر باہر نکلی تو وہ پرانے معلوم ہوتے قدموں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھا..... شیشے کے

دروازے پر ہاتھ رکھ کر اس نے دباؤ ڈالنا چاہا..... اس کے ہاتھ کپکپائے..... اسے احساس ہوا، وہ اندر جانے کے خیال سے جیسے ڈر سارہا تھا.....

کیوں؟ ایسا کیوں تھا؟ وہ نظریں، جن سے نظر ملانے کی وہ تاب نہ رکھتا تھا، بند تھیں..... وہ لب..... جن کی گویائی سے وہ خوفزدہ تھا..... خاموش تھے!

وہ چہرہ..... اپنے اتار چڑھاؤ کھو کر بالکل بے تاثر تھا..... پھر بھلا وہ کس بات سے خوفزدہ تھا؟

آہستگی سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا..... گھسٹتے قدموں سے آگے بڑھا..... اس کی نظر فولڈنگ بیڈ کی سلاخوں سے نظر آتے ان

پیروں پر پڑی..... لمحہ بھر کے لیے اس کا دل ٹھہر سا گیا وہ پیر بالکل سفید رنگ کے تھے..... جیسے ان میں دوڑتا لہو نچوڑ لیا گیا ہو..... سفید، سپاٹ لکڑے

کفن سے جھانکتے معلوم ہوتے تھے..... اس کے دل کو نجانے کیا ہوا..... وہ آگے بڑھا اور اس نے ان پیروں کو تھام لیا..... پھر جھک کر اپنے لب ان پر رکھ دیے!.....
<http://kitaabghar.com>.....
 ”اب آئے ہوا“

وہ چونکا..... ہڑ بڑایا..... اس نے ان بند پلکوں، ساکت لبوں اور بے تاثر چہرے کو دیکھا..... پھر بے حس مشینوں پر دوڑتی نامرادی ریڈنگز پر نظر ڈالی..... خاموش کھڑی مگر ناظر دیواروں کو دیکھا..... پھر ایک گہری سانس بھری۔

”آ تو گیا نا.....“ اس کی آنکھ سے آنسو سا بہہ نکلا، ”صبح کا بھولا اگر شام کو لوٹ آئے.....“
 ”شام؟“ وہ ہنسی، ”یہاں تو..... اندھیری رات اتر آئی ہے..... اور اندھیری رات کے لیے ہر چہرہ اجنبی..... بھولا بھٹکا!“
 ”تم آنکھیں کھول دو.....“ وہ ملتتی ہوا، ”ہزار ہا ستارے چمک اٹھیں گے..... تم مسکرا دو..... یہاں سے وہاں تک دیے ہی دیے چراغاں کریں گے..... ایک بار..... بس ایک بار.....“

”یہی تو مقام بے بسی ہے..... زندگی..... بس ”ایک باد“ ہی تو ہے..... اس میں تکرار کی خوش کہاں؟“
 ”کیسا بے رحم جواب تھا! وہ ڈر گیا..... اس نے ان ٹھنڈے، سفید پیروں کو اور مضبوطی سے تھاما ”میں..... میں نہیں جانے دوں گا تمہیں.....“ وہ بڑبڑایا۔
 ”میں نے بھی تو..... ایک دن..... یونہی..... تمہارے پیر تھام کر روکا تھا تمہیں..... بھول گئے؟“
<http://kitaabghar.com>.....

اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ احساس بے بسی رگ رگ میں سرایت کرنے لگا۔
 ”میں تو مرد تھا نا.....“ وہ سامنے والی دیوار کو تکتے لگا، ”کیسے رکتا؟ مرد کو رکنا نہیں آتا..... پلٹنا آتا ہے..... شرمسار ہو کر.....“
 ”میں شرمسار نہیں ہوں..... اور..... پلٹنا میرے بس میں نہیں ہے.....“

”اتنی..... کھوڑ نہ تھیں!“ اس کا دل شکوہ کنان ہوا۔
 ”میں کیا ہوں..... میں کیا تھی..... مجھے تو کچھ یاد نہیں پڑتا..... ہر طرف دھند ہی دھند ہے..... میں دھند میں آگے بڑھ رہی ہوں..... میری آنکھیں اسی دھند سے مانوس ہونے کی کوشش کر رہی ہیں..... پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے..... اندھیرا ہی اندھیرا..... ہاں ایک چمکیلی صبح..... دور کھڑی مسکراتی ہے..... ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کہتی ہے..... میرا جی کرتا ہے میں ایک گھڑی کو رکوں اور غور سے اس صبح کو دیکھوں..... لیکن..... لیکن میں رک نہیں سکتی..... کوئی میرا ہاتھ پکڑے جیسے بادلوں میں موج پر واز ہے..... مجھے مڑ کر..... بس ایک بار..... اس چمکیلی صبح کو یاد کر لینے دو!

☆
<http://kitaabghar.com>.....
<http://kitaabghar.com>.....

کتاب گھر
http://kitaabg.com

پوچھے ہے جیسا کہ کتاب گھر
http://kitaabg.com

سانسوں میں گھلے

یوں ہم سے ملے

آنکھوں کے دیے

کتاب گھر
http://kitaabg.com

تم ہے ہیں جیسے کتاب گھر
http://kitaabg.com

روشن ہی رہے

میں نے یہ جنم

تیرے نام کیا.....

بند پلکوں پر بہت خوبصورت، چمکیلی صبح نے دستک دی تھی! اس نے دھیرے سے پلکیں کھولیں۔ نظر یہاں سے وہاں تک خوبصورتی سے بچی ہوئی چھت سے جانکر آئی! اس کا دل دھڑک کر رہ گیا! گزری ہوئی رات کے خیال نے جیسے چنگلی سی بھری تھی..... بمشکل ذرا سی گردن گھما کر اس نے دیکھا..... زرباب اس کے بالکل برابر میں بے خبر سویا ہوا تھا..... علمہ کے لبوں پر شرمیلی مسکان سج گئی۔ نظروں نے فوراً ہی رخ بدلا پھر اسے خیال آیا! اس نے بھلا کب زرباب کو غور سے دیکھا تھا؟ نسبت طے ہونے کے بعد سے شادی کے دن تک جب بھی سامنا ہوا، وہ نظریں اور سر دونوں کو جھکا کر گزر گئی تھی! گزری ہوئی رات بھی نگاہوں کے سامنے شرم و حیا کا دبیز پردہ پڑا رہا تھا..... اب پہلی بار ایسا تھا کہ زرباب کی آنکھیں بند تھیں اور علمہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے پھر چوری چوری گردن پھیر کر دیکھا..... چند لمحے دیکھتی رہی..... گھنے براؤن بالوں اور گندمی رنگت کے ساتھ وہ ایک اچھی شکل و صورت کا مالک تھا۔ گرمی کا آغاز تھا۔ اسی لیے وہ بنیان پہنے ہوئے تھا، اس کی سلیپنگ سوٹ کی شرٹ بے پروائی سے سامنے والے صوفے پر پڑی ہوئی تھی۔ بنیان اسے جھانکتا اس کا فراخ سینہ اور مضبوط بازو بے حد خاموشی سے علمہ کو ایک طاقتور سا احساس بخش رہے تھے۔ ایک باوقار، مضبوط شخص اس کا بن گیا تھا۔ وہ کسی مہربان سا بنان کے نیچے پناہ گزین ہو گئی تھی.....

زرباب نے کروٹ لے کر آنکھ کھولی تو علمہ اس کی جانب کروٹ لیے، ایک ہاتھ چہرے کے نیچے رکھے بڑی محویت سے اسے تک رہی تھی۔ ایک بے ساختہ مسکراہٹ صبح کا پہلا تحفہ بن کر اس کے لبوں کو چھو گئی..... علمہ بری طرح سے جھینپ گئی تھی..... اس نے رخ موڑنا چاہا لیکن زرباب کے مضبوط بازو نے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔

”اب کیوں شرماتی ہو؟“ وہ بھاری آواز اور مخمور لہجے میں بولا تھا، ”تمہیں کیا صرف میری آنکھوں سے شرم آتی ہے؟“

علمہ کا سانس سارکنے لگا..... بچی ہوئی چھت مسکرانے لگی تھی۔

”میں..... واٹن روم جاؤں..... اس سے پہلے کہ کوئی آئے.....“
 ”بند کمرے میں کون آ سکتا ہے؟“ وہ اس کی بے بسی سے لطف اندوز ہونے لگا۔
 ”کسی نے..... دروازہ بجایا تو.....“

”بے وقوف! نئے دولہا دلہن کا دروازہ اتنی جلدی کوئی نہیں بجایا کرتا.....“ یہ اندیشہ بھی مسترد کر دیا گیا۔

”میں..... کھڑکی کھول دوں..... گرمی ہو رہی ہے!“ اس نے زرباب کے مضبوط بازو تلے دبا اپنا آپ چھڑانا چاہا۔

”کھڑکی کھولو گی تو صبح اندر آ جائے گی..... میں چاہتا ہوں ابھی کوئی بھی اندر نہ آئے!“
 ”علمہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا!
<http://kitaabghar.com>

”صبح نے تو اندر آنا ہی ہے..... آپ کھڑکی بند رکھیں گے تو وہ درزوں سے گھس آئے گی.....“ وہ زرباب مسکرا کر بولی۔

”جانتی ہو علمہ..... یہ صبح..... مجھے اپنی دشمن معلوم ہو رہی ہے..... بھلا یہ آج اتنی جلدی کیوں چلی آئی..... کیا اسے بھی تمہارا یہ بکھرا
 روپ دیکھنے کی جلدی تھی!“ اس نے علمہ کی ایک لٹ کھینچتے ہوئے پوچھا۔

”علمہ نے اس کا لٹ کھینچتا ہوا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔

”جانتے ہیں زرباب! مجھے آج کی صبح بہت خوبصورت لگی! نئی نویلی، چمکیلی..... سچی بنی..... صبح..... ورنہ صبح کا چہرہ تو بہت سادہ اور مدہم
 مدہم سا ہوتا ہے..... آہستہ آہستہ جا گر ہوتا ہے..... لیکن آج کی صبح بہت مختلف ہے..... میری آج تک کی ہر صبح سے مختلف.....“
 زرباب نے آہستگی سے اس کا چہرہ اپنی جانب کیا۔

”تم نے اپنے رات کے روپ کی چمک اس صبح کو بخش دی ہے علمہ..... تم بکھری ہو تو صبح نکھری ہے!“

”علمہ سے کچھ بولا نہ گیا۔ اس کی آنکھیں ذرا ذرا سی پھیل گئیں..... حیرت سے وہ ایک ٹک اس شخص کو دیکھنے لگی جو چند لمحوں میں اپنا بنا تھا
 اور چند گھنٹوں میں اس کی پوری زندگی پر کسی آسمان کی طرح محیط ہو گیا تھا۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھتی گئی۔
<http://kitaabghar.com>

”آپ کو.....“ اس کے لبوں نے جنبش کی۔

”ہمیشہ ایسے ہی دیکھتی رہو گی نا؟“

”آپ سامنے سے نہ ٹھیں..... میں دیکھتی رہوں گی!“

”میں سامنے سے ہٹ جاؤں تو بھی مجھے ہی دیکھتی رہنا علمہ.....“

”وہ فرط جذبات میں قریب ہونا چاہتا ہی تھا کہ دروازے پر دستک نے ان کے مابین قائم ہوئی شدت پر ضرب نئی لگائی۔
 زرباب چونک کر سیدھا ہوا۔ علمہ اچھل کر بیٹھ گئی۔

”دروازہ کھولو.....“ زرباب نے اسے ٹھوکا دیا۔

”نہیں آپ کھولیں.....“ وہ اپنا دوپٹہ ڈھونڈنے لگی۔

زرباب اٹھا اور لپک کر واش روم میں گھس گیا۔ علمہ نے بند دروازے کو گھورا پھر جلدی سے اٹھ کر کنڈی گرائی۔ باہر اس کی ساس کھڑی تھیں۔ علمہ کو بے حد حساب شرم آئی۔ بھلا ایسے موقعوں پر سائیں آنا کہاں پسند کرتی ہیں۔ وہ کسی ملازم یا پھر لڑکی کی ہم عمر کسی لڑکی کو بھیجتی ہیں۔ لیکن شرافت بیگم سیدھی اندر گھس چلی گئی تھیں۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ علمہ مزید پانی پانی ہوئی۔ پھر انہوں نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

”نیچے ناشتہ تیار ہے۔“

”جی..... جی آئی..... ہم لوگ ابھی آتے ہیں.....“ مارے گھبراہٹ کے اس کا سانس پھولنے لگا۔

”آئی نہیں امی کہو.....“ ان کا لہجہ محبت بھرے اصرار سے عاری، حکمیہ تھا۔

”جی..... جی امی.....“ اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

انہوں نے ایک نگاہ اس کے سفید پڑتے، خوبصورت چہرے پر ڈالی پھر پلٹ گئیں۔ جاتے ہوئے انہوں نے چوٹ دروازے کو بند کرنے کی زحمت محسوس نہ کی تھی۔

ان کے چلے جانے کے بعد علمہ کچھ دیر پونہی کھڑی رہی۔ زرباب سے ملاقات جس قدر دلکش اور خوشگوار تھی، شرافت بیگم سے اتنی ہی روکھی، اور بد مزہ! اس کے نازک، نفیس جذبات پر چوٹ سی لگی تھی۔ سچی سنوری صبح نے جیسے ٹیکہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔

زرباب بالکل فریش ہو کر، چنے سفید تولیے سے سر سرگڑتا ہاتھ روم سے برآمد ہوا تو علمہ گم صم سی تھی۔ زرباب نے تولیہ اس پر پھینکا تو وہ بری طرح سے چوکی۔ زرباب کی شوخ مسکراہٹ کے جواب میں اس نے ذرا سا مسکرانے کی بھی کوشش کی پھر تولیہ کرسی کی پشت پر پھیلانے لگی۔

”دروازے پر کون تھا؟“ زرباب بالوں میں کنگھا پھیرنے لگا۔

”امی!“

”زرباب نے مڑ کر اسے خیرت سے دیکھا۔“

”آپ کی امی!“ علمہ نے اس کی حیرت کو سمجھتے ہوئے وضاحت کی۔ ”اب تو میری بھی امی ہیں نا!“ زرباب کی آنکھوں میں خوشی کے ستارے جھلملائے۔ علمہ لمحہ بھر میں اس گھر میں اپنا مقام سمجھ گئی۔

”گریٹ!“ زرباب نے اسے شانوں سے تھام لیا، بالکل ویسی ہو جیسی میں نے چاہا۔“

”آپ مجھے..... بن چاہے ہی مل گئے!“ اس نے سر جھکا لیا۔

”بن چاہا تو کہہ دیا..... اب اُن چاہت ملت کہہ دینا!“

”کیسی باتیں کرتے ہیں!“ وہ ہنس پڑی، ”اچھا اب آپ نیچے جائیں۔ امی کہہ گئی ہیں، ناشتہ تیار ہے۔“

تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ دونوں ساتھ ہی چلین گئے!

”دیر ہوگئی تو شاید امی مائنڈ کریں!“ اسے امی کی نیچر سمجھنے میں وقت نہ لگا تھا۔ <http://kitaabghar.com>

”شاید نہیں وہ یقیناً مائنڈ کریں گی!“ زرباب ہنس دیا، ”لیکن ہم دیر کیوں کریں..... تم پانچ منٹ میں نہاؤ اور پانچ منٹ میں تیار ہو جاؤ..... دس منٹ کا مارجن تو مل سکتا ہے ہمیں!“ علمہ نے حواس باختہ سی ہو کر گھڑی کو دیکھا۔

”جلدی کرو..... ایک منٹ تو یہیں ہو گیا!“ زرباب نے اس کی صورت سے حظ اٹھایا۔

علمہ گھبراہٹ میں گیلیا تو لیہ ہی اٹھا کر واش روم میں گھس گئی!

<http://kitaabghar.com> ☆

علمہ کو احساس ہوا تھا کہ اس کا اندازہ درست تھا! ایسی چکیلی، بچی سنوری، بے فکر، مست خرام صبح زندگی میں بس کبھی کبھی ملتی ہے..... جب آنکھ کھلنے پر بھی حقیقتیں اس بھی ہوئی چھت کی طرح لگتی ہیں..... دور اور خوبصورت..... مسکراتی ہوئی..... ایسی صبح کے شام ہوتے ہی..... چھت تو شاید سچی ہی رہتی ہے لیکن حقیقتیں ساری چمک دمک اتار پھینکتی ہیں۔ گڑہستی کی کشتی میں سوار علمہ کو وہ حسین صبح کسی مانوس کنارے کی مانند لگی..... آہستہ آہستہ دور جاتی ہوئی۔

زرباب کی چھٹیاں ختم ہوگئی تھیں۔ اسے آفس جانا تھا، علمہ اس کی شرٹ بہت احتیاط سے پرپیس کر رہی تھی تبھی اس کی ساس نے غیر محسوس سے انداز میں ایک بڑی سی گانٹھ اس کے قریب رکھ دی۔ علمہ ان کی آمد پر ہمیشہ چونک کر سہمتی تھی اور سہم کر چوکتی تھی۔

”یہ کپڑے.....“ وہ قدرے نرمی سے بولیں، ”شادی کے دنوں میں جمع ہو گئے تھے..... ماسی دھو کر گئی ہے..... استری تمہیں کرنا ہے!“

”جی!“ علمہ نے پہلے بول کر بعد میں اس گانٹھ کی جانب دیکھا۔ اسے چکر سا آ گیا۔ اتنے ڈھیر سارے کپڑے استری کرنے کا اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

اس نے ان سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ سارے کپڑے ایک ساتھ استری کرنے میں آیا وہ انہیں چند دن لگا کر بھی استری کر سکتی ہے، لیکن اس سے پیشتر ہی وہ وہاں سے جا چکی تھیں۔ علمہ نے گھڑی کی جانب دیکھا پھر اس گانٹھ کی جانب جس میں سے جھانکتے مختلف النوع کپڑے بتا رہے تھے کہ وہ مختلف النوع افراد کے ہیں..... اس نے زرباب کی شرٹ ہینگر میں لگا کر گھڑی کھولی۔

بے تحاشا کپڑے یہاں سے وہاں بکھر گئے۔ اس میں شرافت بیگم، ثوبیہ، عارف اور زرباب کے کم از کم مہینے بھر کے کپڑے بندھے ہوئے تھے۔

زرباب اسے تیار ہونے کے لیے کہہ گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آفس جانے سے قبل وہ علمہ کو اس کے میکے بھی لے جائے اور وہ ڈنر بھی کہیں باہر کریں۔ <http://kitaabghar.com>

”بھابی.....“ عارف اچانک کہیں سے برآمد ہوا تھا، ”میری شرٹیں سب سے پہلے پرپیس کریں..... کل سے میں بھی آفس جاؤں گا..... اور

www.kitaabghar.com

میری الماری میں ایک بھی شرت نہیں ہے!

http://kitaabghar.com

علمہ نے اثبات میں سر ہلایا اور کپڑوں کے اس ڈھیر سے شرتیں علیحدہ کرنے لگی۔
 زرباب آیا تو وہ مردانے کپڑے تقریباً ختم کر چکی تھی لیکن ابھی زنانہ کپڑوں کا ڈھیر ہنوز غرار ہا تھا۔ علمہ نے دوپٹے کے پلو سے چہرہ پونچھا۔ چھت کا پنکھا کسی شرابی کی مانند جھومتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔ نیچے کی منزل پر گھٹن اور گرمی بہت زیادہ تھی۔ علمہ کا کمرہ چھت پر تھا اس لیے اسے اب تک اس قیامت خیز گرمی کا احساس نہ ہوا تھا۔ دوپہر کا کھانا بنا کر وہ اوپر چلی جاتی تھی۔ نہادھو کر رات تک کے لیے فریش ہو جایا کرتی تھی۔ آج کا روٹین خاصا مختلف تھا۔ اب شاید یہی روٹین فالو کرنا تھا علمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

www.kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”جی..... وہ میں یہ.....“

شرافت بیگم اپنے کمرے سے نکلی تھیں۔

”کیا بات ہے زرباب!“

”کچھ نہیں امی جی.....“ زرباب کا لہجہ موسم بدلنے لگا، ”میں سوچ رہا تھا علمہ کو اس کے ابو سے ملاؤں کل سے آفس جانا ہوگا..... پھر

www.kitaabghar.com

شاید کافی دن وقت نہ ملے.....“

”اچھا..... ہاں..... ٹھیک ہے.....“ وہ سوچ سوچ کر بولیں، ”علمہ اب بس کرو..... نہادھو کر تیار ہو جاؤ..... یہ کام کوئی ایسا رجنٹ تو نہیں ہے..... بعد میں ہوتا رہے گا.....“

”جی!“ کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ اس نے استری کا پلگ نکالا اور ایک نظر اس انبار پر ڈالی جو تہہ بہ تہہ ڈیڑھ دو گز لمبا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر زرباب کو دیکھا نجانے کیوں اس کے دل میں خواہش سی ابھری کہ زرباب بھی اس کی اس محبت شاقہ کو ایک نگاہ دیکھے۔ اسے سرا ہے..... اس کے شانوں کو پیار سے تھپتھا دے تو مست خرام لہروں کی مانند دور تک پھیلتی تھکن اس کے پیار بھرے لمس سے ٹکرا کر دم توڑ دے.....
 زرباب اس کی جانب متوجہ نہ تھا۔ وہ اپنی ماں کے قریب کھڑا نجانے کن مسائل کی بابت بہت توجہ اور دھیان سے سن رہا تھا۔

علمہ تھکے تھکے قدم اٹھاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ پھر کپڑوں کا انتخاب کرتے ہوئے، نہاتے ہوئے وہ اپنے سابقہ گھر کے متعلق سوچتی رہی..... اپنے بوڑھے، ریٹائرڈ باپ کے متعلق، اپنی دو چھوٹی بہنوں کے متعلق..... جو ابھی قدرے نادان اور گھرداری کی الجھنوں سے کچھ دور دور تھیں.....
 نجانے اتنے دنوں میں انہوں نے کیا کچھ سیکھ لیا تھا! مہمانوں کی آمد پر وہ دونوں ہی اکثر گھر کے مختلف گوشوں میں چھپ جایا کرتی تھیں..... اب تو علمہ ہی ایک مہمان بن کر وہاں جا رہی تھی۔ نجانے اب مہمانوں سے ان کا رویہ کیسا ہوتا تھا! بوڑھے باپ کا خیال آنے پر اس کی آنکھوں کی نمی بہتے پانی میں مل کر کہیں بہہ گئی..... نجانے وہ دونوں ان کا خیال رکھتی بھی تھیں یا نہیں!

www.kitaabghar.com

یونہی مختلف خیالوں کی رزم جہم میں وہ تیار ہوئی۔ زرباب دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اپنی رو میں بھٹکتی علمہ نے اس کے چہرے کی جانب نہ دیکھا تھا۔ وہ کافی پریشان سا لگتا تھا۔

پھر وہ آہستگی سے کھٹکھٹا رہا۔ علمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ زرباب کے چہرے پر سنجیدگی اور ماتھے پر سوچ کی لکیر تھی۔ علمہ ڈرتی گئی۔ شاید دیر ہو جانے پر زرباب خفا تھا۔ زرباب کی خفگی کے خیال سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔

”میں تیار ہوں بس.....“ وہ بے ساختہ ہی کھڑی ہو گئی۔

”ہوں!“ زرباب دیر سے متوجہ ہوا پھر اس نے علمہ کو غور سے دیکھا۔ اس کی نظروں کے سامنے بھی سوچ کا پردہ ساتا ہوا تھا۔

”کیا بات ہے زرباب!“ علمہ اس کے قریب ہوئی، ”آپ کچھ پریشان سے لگتے ہیں!“

”علمہ.....“ وہ جیسے کچھ کہنے کی ہمت باندھ رہا تھا۔ ”تمہاری سلامی میں کتنے پیسے جمع ہوئے ہیں؟“

”تقریباً آٹھ ہزار.....“ اس نے رقم گن کر ہی رکھی تھی۔

”ہوں!“

”آپ کو رقم چاہیے زرباب؟“ علمہ نے مسکرا کر نرم، مہربان لہجے میں پوچھا

زرباب نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔ علمہ کے لہجے نے اس کی مشکل کو آدھا حل کر دیا تھا۔

”وہ..... دراصل..... عارف پرائیویٹ ایم بی اے کر رہا ہے نا۔ اس کی فیس جمع کروانی ہے شادی کی وجہ سے گھر میں خرچا اتنا ہو گیا کہ.....“

جتنی دیر میں وہ اپنی بات مکمل کرتا اتنی دیر میں علمہ نے ڈریسنگ ٹیبل کی اوپری درواز کھول کر لفافہ نکالا تھا۔

”یہ لیں.....“ اس نے لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔

زرباب کی آنکھوں میں پھر وہی الوہی چمک کا لمحہ لہرایا جسے دیکھنے کی خواہش میں علمہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ لفافہ تھامنے کے بجائے اس نے علمہ کو تھام لیا۔

”جانتی ہو علمہ..... جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تھا..... تو کیا سوچا تھا؟“

علمہ بھلا کیا جانتی تھی..... وہ خاموشی سے اس کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

”میں نے سوچا تھا..... اس لڑکی کا نام ضرور..... ”شانتی“ ہوگا!“

علمہ کو ہنسی آ گئی..... پھر بمشکل اس نے اپنی ہنسی پر قابو پایا تھا۔

”کیوں..... میں کیا کسی مندر کی گھنٹی بجا رہی تھی؟“

زرباب بھی بے اختیار ہنس دیا۔

”نہیں جناب..... تم میرے دل کی گھنٹی بجا رہی تھیں..... ٹن ٹن ٹن..... آواز اس سریلی گھنٹی کی آواز سے میرے رنگ و گپے نہیں سکون و شانتی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔“

اس نے علمہ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس کی بے ساختہ محبت کا اظہار علمہ کو جیسے مبہوت کر دیا کرتا تھا۔ وہ اس کی کشادہ آنکھوں

میں سمٹ کر خود کو دیکھنے لگی۔ راز باب نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔"

تبھی دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ علمہ سہم کر زرباب سے علیحدہ ہوئی۔

”بھائی.....“ باہر عارف تھا جس نے دروازے پر اتنے زور سے ہاتھ مارا تھا، ”میرے دوست کھڑے ہیں باہر..... امی نے کہا ہے میں آپ سے فیس کے پیسے لے لوں!“

”ہاں..... آتا ہوں.....“ زرباب نے علمہ سے لفافہ لیا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

علمہ گہری سانس بھر کر چادر اوڑھنے لگی۔

دونوں بایک پر سوار تیس پینتیس منٹ میں ہی علمہ کے میکے جا پہنچے تھے۔ علمہ گھر میں داخل ہوئی تو صحن میں بندھی لگنی پر لٹکتے تولیہ سے وقار صاحب ہاتھ پونچھ رہے تھے۔

علمہ کو دیکھ کر ان کی بوڑھی، اداس آنکھوں میں زندگی آ گئی۔

علمہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔

”ابو جی.....“ نجائے کہاں سے دو آنسو چپکے سے نکلے اور وقار صاحب کی قمیض میں جذب ہو گئے۔

انہوں نے محبت سے اس کا ماتھا چوما پھر زرباب کو دیکھ کر جیسے کسی خواب سے جاگے۔

”ارے بھئی زرباب میاں..... آئیں آئیں..... خوش آمدید.....“

وہ آگے بڑھ کر بہت پر جوش انداز میں زرباب سے ملنے لگے۔ اندر سے علمہ کی چھوٹی بہنیں ارما اور سیما بھی نکل کر آ گئیں۔ وہ دونوں علمہ سے لپٹ گئیں۔ چھوٹے سے آنکھن میں خوشی رونق بن کر پھیل گئی۔

گرمی کی مناسبت سے صحن میں ہی کرسیاں لگالی گئیں۔ علمہ کو یہ دیکھ کر بے حد حساب خوشی ہوئی کہ بے پروا اور کھلنڈری صفت ارما اور سیما اس کے اس گھر سے جاتے ہی ”فارم“ میں آ گئی تھیں۔ انہوں نے نہ صرف پورا گھر چمکایا ہوا تھا بلکہ نہایت مزیدار سا کھانا بھی تیار تھا۔

ہر چند کہ ان دونوں نے ڈنر کہیں باہر کرانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا لیکن ارما اور سیما کے معصوم اصرار کے سامنے وہ دونوں ہی نہ نہ کر سکے۔

سو کرسیوں کے بیچ میز لگا کر، فرائی بھنڈیاں اور شاہی دال مزے لے لے کر کھائی گئیں..... بہنوئی سے تکلف برتتے ہوئے انہوں نے فریز کئے ہوئے چکن کباب اور چیز باز بھی فرائی کر لیے تھے۔ کھانے کے بعد آکس کریم اور چائے کا دور چلا۔ ”باجی..... شادی کے گفتش آپ یہیں چھوڑ گئی تھیں..... ہم لوگوں نے کھول کر دیکھ بھی لیے.....“ سیما نے چائے کے برتن سمیٹتے ہوئے اسے بتایا۔

”اچھے ہیں؟“ اس نے اشتیاق سے پوچھا ”کیا کیا نکلا؟“

”چند ایک اشیاء تو بہت خوبصورت ہیں! وہ آپ اپنے ساتھ لے جائیں..... جو یونہی خواہنا وہ کاٹر خاوا ہے..... وہ ہم دونوں نے رکھ لیا ہے.....“ ارمانے سیما کو شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑیں.....

زرباب وقار صاحب کے ساتھ مصروف گفتگو تھا۔ علمہ، سیما اور ارمہ کے ساتھ اندر کمرے میں چلی آئی۔ اس کی نظریں نبلا ارادہ اس پلنگ سے الجھیں جو شادی سے پہلے اس کا تھا۔ جس پر اس نے اپنی زندگی کے کتنے ہی ماہ و سال دھنک رنگ خوابوں کو اپنے ساتھ سلایا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اسی پلنگ پر بیٹھ گئی۔ اسے بہت اچھا محسوس ہوا۔ سیما اور ارمہ الماری سے چیزیں نکال رہی تھیں۔ زیادہ تر اشیاء آرائشی تھیں۔ کمرے کی سجاوٹ کے لیے مختلف وال ہینگز اور ڈیکوریشن پیسز۔ علمہ کو احساس ہوا کہ اس کا کمرہ ان چیزوں سے قطعاً عاری تھا۔ اس کی وہاں آمد سے قبل کسی کو اس کا کمرہ سجانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

وہ تمام اشیاء کو بغور دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کون سی چیز لے جا کر اپنے خوابوں کے مسکن کو سجائے۔ تبھی ارمہ نے ایک ڈبہ اس کے سامنے کر دیا۔

”خاص الخاص..... آپ کے لیے!“

<http://kitaabghar.com>

علمہ نے چونک کر دیکھا۔ ڈبے میں ایک بہت خوبصورت، بہت قیمتی، بہت نازک سی رسٹ وائچ تھی۔

”یہ آپ کے لیے..... رامش بھائی کا تحفہ!“

”علمہ کا دل یوں دھڑکا جیسے اس نے کوئی چوری کی ہو۔ اس نے ہاتھ مار کر کھٹ سے باکس کو بند کر دیا۔

”باجی..... کل بھی رامش بھائی آئے تھے..... اتنے کمزور ہو رہے تھے جیسے بیمار ہو گئے ہوں..... وہ آپ سے بہت.....“

”شش.....“ علمہ نے سیما کو بری طرح گھورا، ”چپ ہو جاؤ!“

<http://kitaabghar.com>

”علمہ.....“ زرباب کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا، ”اب گھر چلیں؟ ساڑھے بارہ بج گئے ہیں.....“

”جی..... جی.....“ علمہ کو احساس ہوا کہ کمرے میں گھٹن اور گرمی تھی۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ وہ چادر کے پلو سے ماتھا پونچھتے ہوئے اٹھ

کھڑی ہوئی۔

”باجی..... یہ گفتس؟“ ارمہ نے جلدی جلدی بڑے شاپر میں سب اشیاء ڈالنا شروع کیں۔ ”اب نجانے کتنے دن بعد آئیں گی آپ.....“

”زرباب مڑ گیا تھا۔ علمہ اس کے پیچھے لپکی۔ ارمہ شاہراہ اٹھائے علمہ کے پیچھے۔“

”علمہ نے دیکھا، سب اسے اوپر زسٹ وائچ کا باکس تھا! اسی لمحہ زرباب نے بائیک بڑھائی تھی۔ زوردار جھٹکے سے علمہ اچھل کر رہ گئی۔

اس نے شاپر کو مضبوطی سے تھاما، اسے لگا جیسے شاپر میں رکھے اس باکس نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا ہے۔

”ڈرومت..... میں تمہارے ساتھ ہوں.....“

علمہ نے مزید ڈر کر زرباب کے شانے کو مضبوطی سے تھام لیا۔

”خوش ہو؟“ باکس نے اس کے ہاتھ پر گرفت اور مضبوط کی۔

”ہاں..... بہت!“ وہ زرباب کی پشت اسے لپٹ گئی۔

”اور میں؟“ لہجے میں آزر دہی در آئی۔

”باجی.....“

<http://kitaabghar.com>

”میں کیا جانوں..... خود سے پوچھو.....“ اس نے اپنا چہرہ زرباب کے کاندھے پر رکھ لیا۔
 ”میں اس قابل کہاں جوابی باتوں کے جواب دے پاؤں..... مجھے تو اور کوئی کام بھی نہیں آیا، سوائے محبت کے!“
 ”مجھ سے ایسی باتیں مت کرو، میں تمہیں جانتی نہیں..... تم کون ہو!“
 ”ایسا لگتا ہے جیسے اب میں بھی خود کو نہیں جانتا..... تمہی بتاؤ!“
 ”دیوانے ہو.....“ وہ بے اعتنائی سے بولی، ”اب جاؤ!“

”تم کتنی اچھی ہو..... میں اب جاتا ہوں!“
 جب تک سے بایک رکی تھی۔ علمہ گرتے گرتے پچی، گھرا آ گیا تھا۔
 ”اتنی تیز بایک مت چلایا کریں زرباب..... مجھے ڈر لگتا ہے!“ وہ اترتے ہوئے بولی زرباب نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔
 ”تمہیں ڈرانے کو ہی تو چلاتا ہوں..... تم ڈرتی ہو تو.....“

اس نے شرارت سے کہا۔ علمہ سے کچھ کہا نہ گیا، یہ بھی نہیں کہ دروازے پر شرافت بیگم کھڑی ہیں!

زرباب نے بھی دوسرے ہی لمحے ماں کو دیکھ لیا تھا۔
 ”السلام علیکم امی.....“ وہ بایک اندر لے جاتے ہوئے بولا۔
 علمہ نے بھی ڈرتے ڈرتے سلام کیا

”وعلیکم السلام!“ انہوں نے خشونت سے کہا، ”تمہیں خیال کرنا چاہیے کہ میں رات میں جلد سونے کی عادی ہوں..... آدھی رات تک سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہو اور یہاں پریشانی سے مجھے نیند نہیں آئی.....“

انہوں نے دونوں میں سے کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر کہا۔ زرباب نے ماں سے یہ نہ کہا کہ وہ تو گھر سے ہی گیارہ بجے نکلے تھے۔ علمہ نے تو گھبرا کر سیڑھیوں کا رخ کیا تھا۔
 ”علمہ.....“ ان کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔
 ”جی..... جی امی!“

”صبح زرباب اور عارف دونوں آفس جائیں گے اور ثوبیہ کالج.....“

”جی امی.....“

”ساڑھے سات بجے ناشتہ تیار ہونا چاہیئے..... اسی حساب سے نیچے اتر آنا!“

”جی..... ٹھیک ہے.....“ وہ مؤذبانہ بولی۔

زرباب اس کے قریب سے گزرتا ہوا اوپر چلا گیا تھا۔

”اور جو کپڑے پریس نہیں کیے وہ کل مکمل کر لینا..... ہمارے ہاں کام کو وقت پر کر لینے کا رواج ہے.....“

”جی.....“ وہ ہنوز کپڑے میں کھڑی تھی۔

”میرا خیال ہے رات کے برتن ابھی دھو کر کچن سمیٹ لو..... صبح تمہیں ہی آسانی ہوگی!“

”جی!“ اب کی بار آواز اور لہجہ دونوں ہی دم توڑ رہے تھے۔

”کپڑے تبدیل کر کے آ جاؤ!“

علمہ سر جھکا کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ گھر کے ادھورے کام کسی ذی روح کے آرام اور خوشی سے زیادہ اہم نہیں ہوتے، لیکن یہ بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے وسیع قلبی، ذہنی چنگلی اور گہرے شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔

علمہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آج زرباب کی چھٹی کا آخری دن تھا! اور چھٹی بھی کون سی بجی چوڑی تھی۔ محض دس دن کی چھٹی تھی جس کے ابتدائی دو تین دن تو شادی اور ویسے میں ہی گزر گئے تھے! علمہ کا ارادہ تھا کہ آج وہ لوگ دیر تک جاگ کر باتیں کریں گے..... کتنی ہی باتیں منہ بند سپیوں کی مانند دل کی تہہ میں پڑی کسی پلچل کی منتظر تھیں..... اس کے جذبوں کی لہروں میں آج مدھم مدھم سا اضطراب تھا۔ اس رات کی وہ صبح سے ہی منتظر تھی اور اب ذرا سی آؤنگ اور اپنے پیاروں سے مل آنے کی مشترکہ خوشی نے دل کی سطح پر کتنے ہی کنول کھلائے ہوئے تھے..... اب.....

وہ کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلی تو زرباب ٹی وی لگائے بیٹھا تھا۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ وہ اس کا رخ دیکھ کر پوچھنے لگا۔

ہر چند کہ وہ ماں کی پوری نہیں تو چند ہدایات تو سن ہی چکا تھا۔

علمہ کچن میں آئی تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا، کچن میں نہ صرف برتنوں کا ڈھیر تھا بلکہ لفافے اور شاپرز بتا رہے تھے کہ رات کا کھانا باہر سے آیا تھا اور بہت فضول خرچی کے ساتھ آیا تھا۔ کھانے میں بھی بہت بے پروائی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ چیزوں کا بے حد زیاں ہوا تھا۔ علمہ غائب دماغی سے برتن سمیٹنے لگی۔

”ہمارے ہاں کام کو وقت پر کر لینے کا رواج ہے.....“ اسے شرافت بیگم کا غنوت بھرا جملہ یاد آیا پھر وہ سر جھٹک کر آستینیں چڑھانے لگی۔

وہ ہر طرح کے کام کاج کی عادی تھی اور اسے گھر کے کام کبھی بھی برے معلوم نہ ہوئے تھے..... لیکن کبھی کبھی..... دل..... بے جا تو نہیں..... پر آزادی مانگتا ہے..... بے فکری چاہتا ہے..... علمہ دل کو اور دل کی پگلی امنگوں کو بھول بھال کر کام میں مصروف ہو گئی۔

برتن دھو کر کچن صاف کرنے میں گھنٹہ تو لگ ہی گیا تھا۔ وہ کچن سے نکلی تو لاؤنج میں لگی وال کلاک میں دو بج رہے تھے۔ لائٹس آف کرتی ہوئی وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ زرباب نے آفس جانا تھا اس لیے وہ علمہ کا انتظار کرانے کے بجائے کروٹ لے کر سو گیا تھا۔ علمہ صبح کی اٹھی ہوئی تھی۔ دن بھر اس نے کام بھی کیا تھا لیکن نجانے کیوں اس کا دل سونے پر آمادہ نہ تھا۔

اس نے زرباب کے پاس بیٹھ کر پیار سے اس کے بازو پر ہاتھ پھیرا۔ زرباب گہری نیند میں تھا۔ پھر وہ اٹھ کر لائٹ بجھانے کے ارادے

سے بڑھی تھی کہ اس کی نگاہ اس شاپر پر جا پڑی۔ علمہ کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے مرکز زرباب کو دیکھا۔ وہ بے خبر سو رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شاپر تک گئی۔ وہ باکس اس میں نکال کر علمہ نے پھر مرکز زرباب کو دیکھا پھر اس نے باکس کھولا۔ اس کی پسند واقعی بہت اعلیٰ، بہت باکمال تھی! وہ گھڑی ایسی ہی تھی کہ کوئی نظر بھی اس سے صرف نظر نہ کر پاتی۔

علمہ نے گھڑی نکال کر اپنی کلائی پر لگائی۔ گوری، سڈول، خوبصورت کلائی نے جیسے ہیروں کا تاج پہن لیا۔ علمہ نے باکس پر تحریر برانڈ کا نام پڑھا۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ اس برانڈ کی گھڑیاں مہنگی ترین گھڑیوں میں شمار ہوتی تھیں۔

نجانے "اس" نے علمہ کو اتنا مہنگا تحفہ کیوں دیا تھا؟

پہلی..... محبت میں مہنگے، سستے کا سوال نہیں ہوتا.....

پھر بھی..... بنا کسی ناٹے کے.....

"ایسا تو تم کہہ سکتی ہونا....."

"لیکن گھڑی ہی کیوں....."

"گھڑی نہیں..... وقت کہو..... میں چاہتا ہوں..... وقت تمہارا ہو جائے..... ماہ و سال، دل، ہفتے، گھنٹے، منٹ، سیکنڈ..... سب تمہارے نام!"

کتنے اور تمہارے نام؟

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

علمہ نے گھڑی واپس باکس میں رکھ دی۔ پھر اس نے باکس بہت احتیاط سے اپنی ڈرائنگ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیا۔ دراز کو لاک کر کے اس نے چابی ڈرائنگ ٹیبل پر رکھے گلڈان میں ڈال دی پھر وہ آہستگی سے زرباب کے قریب لیٹ گئی تھی، ایسے کہ اس کی نیند بھی نہ خراب ہو اور علمہ کو اس کے وجود سے اٹھتی مہک بھی آتی رہے۔

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

قصہ نصف صدی کا

لاکھوں دلوں کی دھڑکن محی الدین نواب کے جادو قلم سے ایک خوبصورت ناول..... تقسیم ہند (قیام پاکستان) اور پاکستان کے حالات و واقعات کے تناظر میں لکھی گئی ایک پراثر تحریر..... آزادی پاکستان سے شروع ہو کر آج تک کا سفر طے کرتی ہوئی داستان..... جہاں حالات اور مسائل ویسے ہی ہیں جیسے نصف صدی پہلے تھے۔ کتاب گھر کے ناول سیکشن میں دستیاب ہے۔

روشن، چمکیلی صبحوں میں آہستہ آہستہ تھکن اور پڑمردگی سی شامل ہونے لگی تھی۔ علمہ کورات گئے تک مختلف کام نمٹانے پڑتے تھے۔ شرافت بیگم اس کی اس گھر میں آمد سے قبل کچھ کرتی تھیں یا کچھ بھی نہیں کرتی تھیں، علمہ اس سلسلے میں کوئی بھی اندازہ لگانے سے قاصر تھی۔ علمہ کی آمد کے بعد انہوں نے فرض کر لیا تھا کہ ان کے تمام فرائض ادا ہو چکے تھے! ثوبیہ صبح کالج جاتی تھی، دوپہر میں ڈٹ کر سوتی تھی، شام کو محلے میں مختلف گھروں میں حاضری لگواتی تھی اور رات کو کمرے کا دروازہ بند کر کے پڑھتی تھی۔ علمہ نے کبھی بھی اسے کمرے کا دروازہ کھول کر پڑھتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ سو پانچ نفوس کے گھر میں وہ واحد ہستی تھی جسے الف سے یے تک گھر کے تمام کاموں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا! وہ گھر کی صفائی ستھرائی کرتی، کھانا بناتی، برتن دھو کر کچن صاف کرتی، ایک ماسی ہفتے میں دو دن کپڑے دھونے کے لیے آتی تھی، علمہ کو ہر ہفتے کپڑوں کے ایک بڑے سے ڈھیر کو استری بھی کرنا پڑتا تھا۔ اسے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا شوق تھا جواب اسے بہت مہنگا پڑتا کیوں کہ اتنے ٹف روٹین کے بعد اضافی کاموں کے لیے اضافی انرجی کی ضرورت تھی جو کہ علمہ کے پاس نہ تھی۔

لیکن پھر بھی علمہ خوش تھی، تھکے ہارے دن کے بعد تازہ دم رات بھی آتی تھی..... زرباب جب گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا تو علمہ کا ذہن قطعاً فراموش کر دیا کرتا تھا کہ دن بھر اس کا جسم کن کاموں میں مصروف رہا ہے..... اس کا ذہن، اس کی روح، اس کے جسم کو فراموش کر دیا کرتے تھے۔ زرباب کے آس پاس وہ کسی آزاد، بے فکری تلی کی مانند پھرا کرتی زرباب آفس سے آ کر چلی منزل پر ہی رہتا تھا۔ وہیں کپڑے بدلتا، وہیں ٹی وی دیکھتا، ماں اور بہن بھائی سے باتیں کرتا پھر دس گیارہ بجے کے قریب وہ اوپر کا رخ کرتا تھا۔ جلدی جلدی کاموں کو نمٹاتی علمہ کی نظریں بے قراری سے اس کے قدموں سے لپٹا کرتی تھیں۔ پھر وہ بھی ہر ممکن کوشش کر کے گیارہ بجے تک اوپر چلی آتی تھی۔ وہ جانتی تھی زرباب نیند کا کچا ہے۔ اسے لیٹتے ہی نیند آ جاتی ہے۔ یہ اس کی مجبوری بھی تھی۔ سارا دن کا تھکا ہارا بندہ آرام وہ بستر پر لیٹ کر بھلا کتنی دیر نیند سے مصروف جنگ رہ سکتا تھا؟ وہ ہفتے کی رات تھی۔ دوسرے دن زرباب کی چھٹی تھی سو وہ بے فکری سے ماں کے قریب بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ بہت دن کے بعد علمہ کا جی تیار ہونے اور سجنے سنورنے کو چاہتا تھا۔ ابھی اس کی شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا تھا!

وہ اپنا ایک خوبصورت سا سوٹ پہن کر، ہلکا سا میک اپ کر کے نیچے آئی..... کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے شرافت بیگم کی خود پر پڑنے والی نظر میں ایک چھین سی محسوس کی تھی علمہ کے قدم لمحہ بھر کے لیے رک سے گئے۔ پھر اس کی نظر زرباب پر پڑی جو نظروں میں اشتیاق اور محبت کے رنگ بھرے اسے دیکھ رہا تھا۔ علمہ پہلی نظر کو بھول کر اس دوسری نظر کے سہارے آگے بڑھی اور ان کے قریب جا بیٹھی۔

”علمہ.....“ زرباب نے خوشگوار لہجے میں کہا، ”کل ثوبیہ کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں..... امی کے پرانے جاننے والوں میں سے ہیں!“

”اچھا!“ علمہ خوش ہو گئی، ”یہ تو بہت اچھی خبر ہے!“

”امی چاہ رہی ہیں کہ کل کھانے پر خاصاً اہتمام کیا جائے تاکہ وہ لوگ پہلی ملاقات کا اچھا تاثر لے کر جائیں۔ دراصل وہ لوگ کئی برسوں بعد ہم سے ملیں گے۔ ان کے ذہن میں ہمارا وہی پہلے والا خاکہ ہوگا..... جب ابوزندہ تھے..... اس وقت ہمارے حالات کافی اسٹراٹک تھے.....“

زرباب اسے کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا۔

”امی صرف ڈشز بتا دیتیں..... میں سب بنالوں گئی!“ وہ رسائیت سے بولی۔

”ڈش گڈ!“ زرباب خوش ہو گیا۔ <http://kitaabghar.com>

شرافت بیگم کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہیں۔

”چلو..... باہر کا چکر لگا کر آتے ہیں.....“ زرباب کو اچانک اس کی بزبان خامشی بولتی ہوئی تیاری کا احساس ہوا تھا۔

علمہ بھی تو ایسا ہی کچھ چاہتی تھی۔ اس کے دل کی کلی کھل اٹھی۔

”اب رہنے دو.....“ شرافت بیگم دفعۃً بیزاری سے بولیں، ”گیارہ ساڑھے گیارہ کا ناٹم ہے..... اس وقت جا کر پھر کب لوٹو گے..... میں

یونہی بیکار میں جاگتی رہوں گی!“ <http://kitaabghar.com>

علمہ کا چہرہ بجھ گیا۔ وہ جانتی تھی، ماں کے ایک بار کے انکار کے بعد دوبارہ اصرار کی ہمت زرباب میں نہ تھی۔ ایسا ہی ہوا۔ وہ بھی فوراً ہی

ارادہ بدل گیا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر آپ آرام کریں امی..... ہم لوگ اوپر اپنے کمرے میں ہیں!“

”ہوں!“ وہ مطمئن انداز میں بولیں۔
علمہ کا معصوم دل اسی خیال سے مہک اٹھا۔ کتنے دن بعد انہیں یوں وقت سے اپنے ہی کمرے میں جانا نصیب ہوا تھا! زرباب کی نظروں سے اس کا چہرہ لودے اٹھا۔

زرباب ماں کو شب بخیر کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ علمہ بھی اس کی تقلید میں چلی۔

”سنو!“

اس کے قدم ٹھہر گئے۔

”کل اہتمام صرف کھانے پر کرنا..... خود پر نہیں..... یاد رہے، وہ لوگ تو بیہودہ کیٹے آ رہے ہیں۔“

علمہ کے قدم من من بھڑکے ہو گئے۔ وہ بڑی مشکلوں سے اپنے کمرے تک پہنچی تھی۔ <http://kitaabghar.com>

”کیا بات ہے.....“ زرباب نے اس کے گم صم سے انداز کو دیکھا۔

”جی؟“ اس نے زرباب کا چہرہ دیکھا پھر سر جھٹک کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

”کچھ بھی تو نہیں!“

”ہم پھر کسی دن چلیں گے.....“ وہ اسے منانے لگے سے انداز میں بولا، ”پھر ڈنر بھی باہر کریں گے..... یوں بھی جتنی رقم میرے پاس تھی

وہ کل کی دعوت کے لیے امی کو دے دی ہے..... یہ دیکھو بوٹہ!“ <http://kitaabghar.com>

زرباب نے اپنا خالی بوٹہ اسے دکھایا۔ علمہ کے دل کو کچھ ہوا۔ اس کا بوٹہ حقیقتاً بالکل خالی تھا۔

اس نے زرباب کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیا۔
 ”میں نے تو کچھ نہیں سوچا زرباب..... آپ کو یونہی غلط فہمی ہو رہی ہے..... میں تو بہت خوش ہوں کتنے دن بعد یوں بے فکری سے مل کر بیٹھیں گے..... کل آپ کی چھٹی ہے..... دیر تک باتیں کریں گے۔“

”تم اکثر ایسے کہتی ہو۔“ وہ ہنس دیا، ”آخر تمہارے پاس مجھ سے کہنے کے لیے کتنی باتیں جمع ہیں؟“

”کبھی سن کر دیکھیں.....“ وہ شرارت سے مسکرا دی پھر قدرے سنجیدہ ہوئی، ”لیکن میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ آپ بولیں اور میں سنوں!“

”ایسا ہو ہی نہیں سکتا!“

”کیوں؟“ علمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

<http://kitaabghar.com>

”تم پاس ہو اور تنہا ہو..... تو کس کم بخت کا دل باتیں کرنے کو چاہے گا!“

”ہٹیں بھی.....“ علمہ جھینپ گئی، ”کبھی رو مینس سے ہٹ کر بھی کچھ سوچا کریں!“

”ہا..... بیوی!“ اس نے سانس بھری، ”ہم شاعر لوگ تو ہیں نہیں..... آرٹسٹ بھی نہیں ہیں..... ہم تو مزدور لوگ ہیں..... اور مزدور لوگ

جب فارغ ہوتے ہیں تو یا تو کھانا کھاتے ہیں..... یا.....
 علمہ ہنستے ہوئے اس سے دور ہو گئی۔ پھر وہ الماری تک گئی اور اسے کھول کر اپنا پرس نکالا۔ پرس میں سے کچھ رقم نکال کر وہ لائی اور زرباب کے بٹوے میں رکھ دی۔

”یہ مالی مدد کس لیے؟“ وہ ہنس دیا۔

”بھلا ایسے خالی ہو کر یہ اچھا لگ رہا تھا؟“ اس نے بٹوہ ہلایا۔

”عجیب بیوی ہو..... بیویاں تو شوہروں کے بھرے بٹوے خالی کر کے دلی تسکین محسوس کرتی ہیں اور تم ہو کہ اپنا ہی پرس خالی کر رہی ہو.....“

”مجھے پرس بھرا رکھ کر کیا کرنا ہے..... آپ کے پاس ہمیشہ نہ کچھ رقم ہونا چاہیے!“

”اڑنے یار..... یہ اپنے پرس میں ہی رکھ لو..... مجھے چاہئیں ہوں گے تو میں تم سے مانگ لوں گا“ زرباب نے سو، سو کے تین چار نوٹ واپس اسے تھمانا چاہے۔

”نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا.....“ علمہ پیچھے ہٹ گئی۔

”پلیز علمہ..... میں کہہ رہا ہوں نا.....“

”آپ کچھ اور کہیں..... میں سو بار سنوں گی!“ علمہ نے رقم واپس اس کے بٹوے میں رکھ دی زرباب نے بے بس ہو کر اسے کھینچا اور خود

<http://www.kitaabghar.com>

سے لپٹا لیا۔

”کیوں ہوتا تھی اچھی تم..... میرا جی کرتا ہے..... کہ.....“

علمہ نے سر اٹھا کر اس کا شدت جذبات سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

”کیا؟“ دھیرے سے اس نے پوچھا، ”کیا جی چاہتا ہے آپ کا؟“
”کہ تمہیں سالم نکل جاؤں!“

”بیٹے بھی.....“ وہ برامان کر پڑے ہوئی، ”اتنی غیررومانی بات!“

زر باب ہنسنے لگا۔ بالآخر علمہ کو بھی ہنسی آ گئی۔

”اچھا..... تم بتاؤ.....“ زر باب نے اسے پھر سے قریب کہا، ”تمہارا دل کیا چاہتا ہے؟“ علمہ سوچ میں پڑ گئی۔

”پتا ہے زر باب..... میں سوچتی ہوں..... ایک بہت پر فضا سا مقام ہو..... جہاں بہت خوبصورت، مہکتی ہوائیں چلتی ہوں..... جہاں آسمان پر مختلف رنگوں کے بادل اڑتے پھرتے ہوں۔ کالے، سرخی، گلابی، نیلے..... اور وہاں ہم دونوں ہوں..... میں اور آپ..... ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ہم دونوں دور تک جائیں.....“

”پھر؟“ زر باب مسکرا رہا تھا۔ شاید اسے ہنسی آرہی تھی۔

”پھر..... پھر کیا؟“
”پھر دن بھی تو ڈھلے گا..... رات بھی تو ہوگی..... کہانی جاری کیوں نہیں رکھتیں؟“
”ہاں تو رات ہوگی تو ہم کسی اچھے سے ہوٹل میں رکیں گے نا!“

زر باب کو زور سے ہنسی آئی۔ علمہ شرمندگی اور خفت سے اسے دیکھنے لگی۔

”اس میں بھلا ہنسنے کی کیا بات ہے؟“

زر باب نے جواب نہ دیا۔ وہ ہنستا ہی چلا جا رہا تھا۔ پھر بمشکل اس نے ہنسی روکی۔

”پوری کہانی میں یہی ایک کام کا پوائنٹ ہے..... اچھا سا ہوٹل اور خوبصورت سی رات..... یہاں میں متفق ہوں.....“

”ہاں“ علمہ نے سانس بھری اور حسرت اسے شربلایا۔

”اب کرونا باتیں۔“ زر باب نے جیسے اسے چھیڑا، ”یابس یہی ایک بات یاد تھی؟ ویسے اگر ڈھکے چھپے لفظوں میں تم مجھے ہنی مون کی بابت

یاد دلارہی ہو تو مائی ڈیئر وائف، ایسے بڑے کے ساتھ فی الوقت تو یہ کسی طور ممکن نہیں!“

”نہیں..... آپ غلط سمجھ رہے ہیں!“ وہ سنجیدہ ہو گئی، ”ہنی مون کا تو مجھے کوئی خیال بھی نہیں..... میں تو بس خیالوں میں ایسی ایک جگہ

سوچتی ہوں جہاں ذہن ہر قسم کی ٹینشن سے آزاد ہو جہاں رات کو صبح سے شکایت ہو نہ صبح کو رات سے.....“

”یہاں تمہیں کس سے شکایت ہے۔“ زر باب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

”جی؟“ علمہ ٹپٹا گئی، ”نہیں..... بخدا کسی سے نہیں!“

”پھر تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کوئی ٹینشن ہے تمہیں؟“

”نہیں..... زرباب..... آپ غلط سمجھ رہے ہیں.....“ وہ روہانسی سی ہوئی۔ <http://kitaabghar.com>

”اچھا بابا..... اب بس کرو!“ اس نے جمائی لی، ”ایک بجنے کو ہے..... خالی خولی باتوں میں ہی آدھی رات گزر گئی.....“

”خالی خولی باتیں.....“ علمہ کی جمالیاتی حس پر چوٹ سی پڑی۔

زرباب واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا!

☆

اگلی صبح نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نیچے جانے میں ذرا سی دیر ہو گئی۔ نو بجے وہ نیچے کچن میں پہنچی تو شرافت بیگم پر اٹھے بنارہی تھیں۔ انہوں نے علمہ کے گیلے بالوں پر سلگتی ہوئی نگاہ ڈالی

”لائیں امی..... میں بناتی ہوں!“ علمہ نے ان کے ہاتھ سے بیلن لے لیا

وہ اسے بیلن تھما کر بھرے ہوئے انداز میں باہر کی جانب بڑھیں۔

”شرم نہیں ہے.....“ علمہ کے کانوں میں ان کی بڑ بڑاہٹ سلگتا کوئلہ بن کر اتری..... اس کے دل پر داغ پڑ گیا..... آنکھوں کے کٹورے بھر گئے..... بھلا اس کا قصور کیا تھا!

عارف جھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

”بھابی جلدی کریں..... مجھے کمبائن اسٹڈی کے لیے جانا ہے..... پورا سنڈے ضائع ہو جائے گا!“

علمہ سے اسے جواب نہ دیا گیا۔ اس کے گلے میں پھندے پڑ رہے تھے۔ گزری رات کی ساری سرخوشی، ساری تازگی بھبک سے اڑ گئی تھی۔ اس کے ذہن سے شرافت بیگم کا جملہ دہکتے ہوئے لوہے کے ٹکڑے کی مانند چپکا ہوا تھا۔

پرائیٹے بنا بنا کر وہ اندر ناشتہ کرتے افراد کو دیتی گئی..... پھر اس نے چائے بنا کر کیتلی میں ڈالی چائے تو نجانے کیا ہوا..... سانس پین الٹ کر اس کے ہاتھ پر پوری چائے گرا گیا۔ چند گھٹی گھٹی چیخیں اس کے لبوں سے نکلی تھیں۔ زرباب دوڑتا ہوا آیا۔

”کیا ہوا علمہ..... کیا ہوا.....“

پھر علمہ کا تکلیف سے بگڑتا چہرہ اور لالہ سرخ پڑتا ہوا تھ دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ کیا ہوا تھا پورے فرش پر چائے بہہ رہی تھی۔

علمہ کا دوسرا ہاتھ تھام کر وہ اسے تیزی سے فریج تک لے گیا۔ برنال نکال کر اس کے ہاتھ پر لگائی۔ شرافت بیگم اور ثوبیہ بھی قندارے فکر مند سے انداز بنائے کھڑی تھیں دونوں نے اس کی تسلی کے لیے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا۔ <http://www.kitaabghar.com>

عارف کو ناشتے کے بعد چائے نہ ملنے کا افسوس تھا۔

”خیر کوئی بات نہیں۔“ وہ کتابیں اٹھا کر بولا، ”میں دوست کے ہاں بنوا لوں گا!“ زرباب علمہ کے پاس بیٹھ گیا۔

”تکلیف تو نہیں ہو رہی؟“ وہ فکر مند سے انداز میں پوچھنے لگا۔

”نہیں..... اب ٹھیک ہے.....“ وہ آہستگی سے بولی

”کھلے بالوں کے ساتھ کچن میں گھسو گی تو ایسا ہی ہوگا!“ شرافت بیگم نے خاصے تدبیر سے کہا، ”یا بالوں سے الجھو گی یا برتنوں سے.....“

علمہ خاموش بیٹھی آنسو پینے کی کوشش کرتی رہی۔ اس کی ماں عرصہ ہوا وفات پا گئی تھی اور بن ماں کی بچیوں کو آنسو پینے میں زیادہ مشکل

درپیش نہیں ہوتی۔

”ناشتہ کرو گی؟“ زرباب کو نبجانے کیوں پوچھنے کی ضرورت پیش آئی۔

”نہیں..... ابھی دل نہیں چاہ رہا.....“ وہ پھر آہستگی سے بولی۔ حالانکہ جس وقت وہ میٹرھیاں اتر کر کچن میں داخل ہوئی تھی اسے بھوک کا

شدید احساس ہوا تھا۔

”چائے پی لو!“

”چائے.....“ اس نے حیرانی سے زرباب کو دیکھا۔

”ٹوبیہ بنائے گی!“

”ٹوبیہ کے چہرے پر گزرتا رنگ علمہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

”جاؤ ٹوبیہ.....“ شرافت بیگم مزید تدبیر سے گویا ہوئیں، ”چائے بنا لو..... کھانے کی تیاری سے پہلے علمہ کو بھی کچھ ریست مل جائے گا!“

علمہ کو آنسو پی پی کر چائے کی بھی کچھ ایسی طلب نہ رہی تھی پھر بھی محض زرباب کے خیال سے اس نے خالی معدے کو چائے سے بھر لیا۔

زرباب کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا پھر شرافت بیگم سے ضروری اشیاء کی لسٹ لے کر بازار چلا گیا۔ علمہ جانتی تھی کہ مجروح ہاتھ کو لے کر

بیٹھے رہنے سے اسے کچھ حاصل نہ ہونا تھا وہ جلن اور سوزش کو نظر انداز کرتی اپنے کام میں لگ گئی۔ شرافت بیگم نے جو دشمنی سے گنواں تھیں ان پر وہ کھلی

آنکھوں سے کچھ دیر ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھی پھر خاموشی سے کچن میں آ کر ان اشیاء کی ابتدائی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

ٹوبیہ نے کم از کم اتنا احسان ضرور کیا کہ گھر کی صفائی ستھرائی میں لگ گئی تھی ورنہ شاید علمہ کو یہ بھی کرنا پڑتا۔ زرباب بازار سے لوٹا تو ایسے

لدا پسند تھا گویا مہینہ بھر کا سامان لایا ہو۔ گوشت، مرغی، مچھلی، جھینگے، سبزیاں، میٹھے کے لیے دودھ کے پیکٹ، مٹھائی کے ڈبے..... ایسا معلوم ہوتا تھا

گویا کسی بڑی دعوت کا انتظام تھا۔ نبجانے ٹوبیہ کی بات طے ہونے اور پھر منگنی اور شادی پر شرافت بیگم نے کیا کرنا تھا؟

”علمہ کھانا بنانے میں ماہر تھی..... اسے کام بھی نہایت تیزی سے نمٹانے آتے تھے..... پھر بھی شام تک کچن میں مصروف عمل رہ کر وہ تھکن

سے چور ہو گئی۔ اس نے کوئی پندرہ سو لہ مختلف آٹمز تیار کیے تھے جن میں مختلف قسم کے سلاوا، میٹھے بھی شامل تھے۔

ٹوبیہ گھر کی صفائی سے فارغ ہو کر اب فریش اور اسمارٹ نظر آنے کے جتن کرنے میں مصروف تھی وہ بار بار کچن میں آتی اور کبھی لیموں،

کبھی کبھی برف کے ٹکڑے ٹپے جاتی۔ بالوں کو بھی اس نے ایک بڑے سے تولیہ میں لپیٹا ہوا تھا۔ علمہ کو جب ہر چیز گول گول گھومتی ہوئی نظر آنے لگی تو وہ دیوار کا سہارا لیتی ہوئی کچن سے نکلی۔ شرافت بیگم لاؤنج میں بیٹھی تریبوز کھا رہی تھیں۔ انہوں نے ایک لائق سی نگاہ علمہ پر ڈالی اور خالی چھلکے سمیٹنے لگیں۔ علمہ کو یاد آیا۔ وہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔ کام میں مصروف ہو کر اسے یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ اس نے نہ ناشتہ کیا ہے اور نہ ہی دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ وہ خالی صوفہ دیکھ کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ زرباب سیڑھیاں اترتا چلا آیا۔

”ارے بھئی..... آج رات کی دعوت کا مطلب دوپہر کا فاتحہ ہے کیا؟“

”بھوک لگی ہے۔“ علمہ نے نرمی سے پوچھا۔

”ظاہر ہے..... تاہم دیکھو ذرا..... ناشتہ کیے ہوئے چار پانچ گھنٹے گزر گئے ہیں!“

علمہ اٹھ کر پھر سے کچن میں چلی گئی۔ فریج میں سے رات کا سالن نکال کر گرم کیا۔ روٹیاں بنا کیں پھر ٹرے اٹھا کر باہر لا ہی رہی تھی کہ اسے زور سے چکر آیا۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ ٹرے اس کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگی۔ تبھی زرباب نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

”علمہ..... کیا ہوا ہے؟“

علمہ سے جواب نہ دیا گیا۔ آنسو اس کے گالوں پر روانی سے رستہ بنانے لگے۔

”آج کل کی بنا سیتی لڑکیاں.....“ شرافت بیگم نے نخوت سے اسے دیکھ کر سر جھٹک کر کہا، ”چند گھنٹے باورچی خانے میں کیا گزار لیے..... لگیں ادھر ادھر گرنے..... ہونہہ!“

زرباب کا چہرہ اتر گیا۔ وہ علمہ کو ساتھ لگائے، ایک ہاتھ سے ٹرے سنبھالے مشکل سے صوفے تک آیا۔

”بیٹھ جاؤ!“ اس نے علمہ کو سہارا دے کر بٹھایا، ”کھانا کھالیا؟“

علمہ نے نفی میں سر ہلایا۔ آنسوؤں کی فراوانی کی وجہ سے اسے کچھ بھی نہ دکھائی دیتا تھا۔

”کچھ تھا جو نہیں..... کھاتیں کیا؟“ شرافت بیگم طنز سے ہنسیں، ”برتن اونڈھے پڑے ہیں سارے!“ زرباب نے پلیٹ میں سالن نکالا۔

نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالا۔ شرافت بیگم شاید یہ منظر دیکھنے کی تاب نہ رکھتی تھیں۔ وہ اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ زرباب کی نظر کے سامنے علمہ کا چہرہ تھا جو خطرناک حد تک زرد ہو رہا تھا، اسے شادی کے اولین روز والی علمہ یاد آئی جس کا گلاب چہرہ بیچ کے گلابوں کو مات دے رہا تھا!

”کیا ہوا ہے علمہ؟“ اس نے محبت سے پوچھا۔

”پتا نہیں..... طبیعت خراب ہو رہی ہے.....“ اس نے چہرہ دوپٹے سے صاف کیا۔

”کچھ آرام کرو..... تمہارا ہاتھ بھی تو جل گیا ہے نا.....“

”اے اب خیال آیا تھا جب وہ سارا کام سمیٹ چکی تھی۔“

”جی!“ وہ آہستگی سے بولی

پھر زرباب کے ساتھ تھوڑا سا کھانا کھا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ طبیعت کھانے سے بھی راضی نہ تھی۔ وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ پہلے نہانے کا ارادہ کیا پھر یونہی بستر پر لیٹ گئی۔
<http://kitaabghar.com>
 اس کی آنکھ کھلی تو شام کے سات بج رہے تھے۔ علمہ حیرت سے گھڑی کی سمت دیکھتی رہی۔ وہ کچھ گھنٹے سے سو رہی تھی..... کسی نے اسے نہ جگایا تھا۔ سامنے ہی میز پر اس کے کپڑے رکھے تھے جو اس نے رات ہی نکال کر پریس کر لیے تھے۔ وہ بمشکل اٹھی۔ جی چاہتا تھا اب بھی یونہی سستی اور بیزاری سے لیٹی رہے، لیکن ایسا ممکن نہ تھا سو وہ بہت بے دلی سے اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

نہا کر، بہت عام سا ہلکے رنگ کا سوٹ پہن کر بنا کسی میک اپ اور زیور کے جب وہ نیچے آئی تو ثوبیہ دسترخوان چن چکی تھی۔ مہمان کھانے کے لیے بیٹھ رہے تھے۔
<http://kitaabghar.com>
 علمہ پر نظر پڑی تو مہمان خواتین ٹھہر گئیں۔ شرافت بیگم لمحہ بھر کو ہنسی پر محبت سے چور لہجے میں گویا ہوئیں۔
 ”یہ میری بہو ہے علمہ.....“

”ماشاء اللہ..... پیاری ہے.....“

علمہ آگے بڑھ کر اخلاق سے ملی۔ سبھی نے اس محبت سے دیکھا تھا۔
 ”ہم کب کے آئے بیٹھے ہیں.....“ ایک عمر رسیدہ سی خاتون نے محبت بھرا شکوہ کیا تھا
<http://kitaabghar.com>
 ”آپ اب آئی ہو؟“

”بس بہن..... آج کل کی لڑکیاں کہاں ان باتوں کا دھیان کرتی ہیں.....“ شرافت بیگم زور سے ہنس کر بولیں۔

”آؤ..... ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ.....“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر دسترخوان پر لے گئیں، دیکھو تمھاری نند نے کتنا اہتمام کر لیا ہے.....“
 علمہ بیٹھتے بیٹھتے ہنسی..... پھر شرافت بیگم کی ٹھنڈی، سرد نگاہ نے اسے سب سمجھا دیا۔

”میں خیران ہوں..... ایک ایسی بچی..... تین چار گھنٹوں میں کیسے اتنا سب بنا سکتی ہے؟“

دوسری خاتون بولی تھیں۔ علمہ نے دیکھا۔ دسترخوان پر یہاں سے وہاں تک اس کی محنت جگمگا رہی تھی۔ جھینگا بریانی، نرکسی کوٹنٹے، چکن کڑاہی، شامی کباب، ریشم کباب، مکس سبزی، پالک گوشت، دو طرح کے سلاد، راستہ، چٹنیاں..... پھر بیٹھے میں فروٹ ٹرانفل اور رس ملائی وہ کل چھ مہمان تھے۔ چار خواتین اور دو مرد۔ لڑکے کی دادی اور ماں اور دو بہنیں تھیں۔ ساتھ دو چھوٹے بھائی تھے۔ انہوں نے کھانے کو اتنا سراہا اور اتنے شوق سے کھایا کہ علمہ کا دل باغ باغ ہونے لگا۔ اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔ ہر چند کہ شرافت بیگم بار بار یہ ذکر کر رہی تھیں کہ ثوبیہ صبح سے کچن میں گھسی تو شام کو براؤن ہوئی اور یہ کہ علمہ تو صبح ہاتھ جلنے پر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ سارا دن اس نے آرام ہی کیا ہے۔
 زرباب نے ایک بار بھی ماں کے چہرے کی جانب نہ دیکھا تھا۔ وہ مہمان مردوں کے ساتھ بیٹھا چپ چاپ کھانا کھانے میں مصروف تھا۔
 اچانک ہی علمہ کو یاد آیا۔

”اوہ.....“ اس کے منہ سے نکلا، ”مچھلی تو رہ گئی!“

”مچھلی؟“ ثوبیہ اور شرافت بیگم ایک دوسرے کے چہرے دیکھنے لگیں۔

”وہ کہاں رکھی تھی؟“ ثوبیہ کے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا پھر جیسے اس پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

علمہ اٹھ کر گئی اور ادون سے تلی ہوئی مچھلی نکال لائی جو اس نے گرم رہنے کے خیال سے ادون میں رکھ دی تھی۔ مہمان خواتین نے ایک

دوسرے کی جانب دیکھا اور مسکرا دیں۔

”علمہ کو اپنا چہرہ شرافت بیگم کی تیز، سلگتی نظر سے جلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس سے پھر کھانا نہ کھایا گیا۔ وہ معذرت کر کے اٹھ گئی۔

”اب چائے تو بنا لو.....“ شرافت بیگم نے لہجہ کو حتی الامکان ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تھی۔

”صبح سے ثوبیہ کام کر کر کے تھک گئی ہے!“

”جی!“ علمہ نے آہستگی سے کہا۔

”بیٹی..... یہ جھینگا بریانی کیسے بنائی ہے۔“ ثوبیہ کی دادی ساس بہت محبت سے پوچھنے لگیں ثوبیہ کے چہرے کا رنگ غائب ہونے لگا۔

”چلو رہے دو علمہ.....“ دفعۃً شرافت بیگم یوں تیز آواز میں بولیں کہ سب کی توجہ ان کی جانب مبذول ہو گئی، ”چائے بھی ثوبیہ ہی بنالے

گی..... تمہارا تو پہلے ہی ہاتھ جلا ہوا ہے..... تم ابھی چولہے کے پاس نہ ہی جاؤ تو اچھا ہے.....“

ثوبیہ لپک کر انٹھی اور کچن میں جا گھسی۔ علمہ کھانے کے برتن سمیٹنے لگی۔ مہمان خواتین واہ واہ کرتی شرافت بیگم کے کمرے میں جا بیٹھیں۔

ان کے چہروں پر چمک اور خوشی تھی۔



پارس

رخسانہ نگار عدنان کی خوبصورت تخلیق..... معاشرتی اصلاحی ناول پارس کہانی ہے ایک لائبریری کسن لڑکی کی، جس کی زندگی اچانک

اُس پر ناہریان ہو گئی تھی۔ یہ ناول ہمارے معاشرے کے ایک اور چہرے کو بھی بخوبی اور واضح طور پر دکھاتا ہے اور یہ پہلو ہے ہائی سوسائٹی اور

ان میں موجود برگر فیملیز اور نئی جگڑی ہوئی نسل۔ پارس ایک ایسے نوجوان کی کہانی بھی ہے جو زندگی میں ترقی اور آگے بڑھنے کے لیے شارٹ

کٹ چاہتا تھا۔ قسمت نے ان دونوں کو ملا دیا اور کہانی نے نیاز خ لے لیا۔ پارس ناول کتاب گھر کے رومانی معاشرتی اصلاحی

ناول سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

ٹوبیہ کے لیے وہ لوگ ہاں کہہ گئے تھے۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ ایک بہت اچھا رشتہ تھا۔ لڑکا دیہی میں ملازمت کرتا تھا اور ٹوبیہ نے شادی کے بعد اس کے پاس دیہی جانا تھا لڑکے کی تنخواہ ابھی سے قابل قدر تھی اور آگے بڑھنے کے مواقع بھی بے شمار، وہ لوگ فرقان کی تصویر بھی دے گئی تھیں۔ وہ ایک قبول صورت نوجوان تھا۔

ٹوبیہ تنلی بنی ادھر سے ادھر پھر رہی تھی۔ وہ بار بار جا کر آئینہ دیکھتی۔ کبھی اپنی قمیض کی ڈننگ پر غور کرنے لگتی کبھی دن بھر کی محنت کے بعد چمکتے چہرے کا جائزہ لیتی جواب خوشی سے مزید چمکنے لگا تھا، شرافت بیگم بھی خوش تھیں۔ علمہ کے باقی ماندہ قصور معاف کر کے وہ اس سے کافی رسائی سے گفتگو کر رہی تھیں۔

”اب ہمیں بھی ان کے گھر جانا ہوگا!“ انہوں نے زرباب سے کہا تھا
<http://kitaabghar.com>
 ”جی امی..... کیوں نہیں!“

”خالی ہاتھ نہیں جائیں گے۔ پانچ کلو مٹھائی اور لڑکے کی ماں کے لیے ایک قیمتی سوٹ لے کر جائیں گے۔ ایسی ہی باتوں سے عزت بڑھتی ہے۔“

زرباب خاموش ہو گیا۔ آج کی دعوت نے جیسے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ مہینے کے آخری دنوں کے لیے کچھ بھی نہ بچا تھا۔
 ”رقم کی فکر مت کرو۔“ شرافت بیگم بولیں، ”میں زبیدہ (پڑوسن) سے ادھار لے لوں گی۔ وہ بہت جوڑ جوڑ کر رکھتی ہے پیسے..... تنخواہ ملنے پر لوٹا دینا!“

”ٹھیک ہے.....“ زرباب بولا اور جمائی لینے لگا۔ ”چلو علمہ..... مجھے اب نیند آ رہی ہے۔“
 ”جاؤ سو جاؤ.....“ علمہ کے بجائے شرافت بیگم بولیں، ”علمہ برتن صبح دھو لینا..... تم بھی تھک گئی ہوگی۔“

علمہ چپ چاپ اٹھ کر زرباب کے پیچھے چل دی! ☆

”آج تم نے کمال ہی کر دیا میری جان!“ وہ اُسے دونوں شانوں سے تھام کر مسرور بنا ہو کر بولا، ”آج جو کچھ بھی ہوا، تمھاری وجہ سے ہوا..... ٹوبیہ کا رشتہ اتنی اچھی جگہ، اتنی آسانی سے ہو جائے گا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا..... جانتی ہو علمہ..... یہ لوگ ہمارے پرانے شناسا ہیں ان کی فیملی ایسی ہے کہ مزید کسی معلومات کی ضرورت ہی نہیں..... بندہ آنکھ بند کر کے ہاں کہہ دے.....“

وہ سرشار سا کہے جا رہا تھا۔ علمہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھتی رہی۔ یہ سب کچھ سننے کی وہ متمنی تو نہ تھی لیکن اتنا ضرور تھا کہ زرباب کے یوں کہہ دینے سے اسے بہت سکون سا محسوس ہوا۔ آخر کسی نے تو اس کی محنت کا اعتراف کیا تھا؟
 زرباب نے اس کا ہاتھ تھاما۔ اس کی گوری جلد پڑ پڑنے والا داغ سیاہی اختیار کر رہا تھا زرباب نے اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیئے۔
 ”مجھے ایسا لگا علمہ..... جیسے وہ چائے میرے سینے پر گری ہو.....“

علمہ کی ساری تھکن ساری جلن اس کے لفظوں کے ٹھنڈے میٹھے چشمے میں بہہ گئی۔

<http://kitaabghar.com>

”میں نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا زرباب!“ وہ مسکرائی۔

”پھر بھی..... پھر بھی علمہ..... وعدہ کرو..... آئندہ ایسا کچھ نہ ہو..... میں تمہارے اس حسین جسم پر ایسا کوئی بدنامدارغ دیکھنا نہیں چاہتا.....“

علمہ اس کے بچپنے پر صرف مسکرا ہی سکتی تھی۔

”اور تمہارا چہرہ اتنا مزہا کیوں گیا ہے زندگی؟“ اس نے علمہ کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، ”ابھی ہماری شادی کو عرصہ

<http://kitaabghar.com>

ہی کتنا ہوا ہے.....“

علمہ اس بات پر بھی صرف مسکرا دی۔ حالانکہ اس کے جواب میں پوری داستان کہی جاسکتی تھی۔

”میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ ہمیشہ ایسی ہی خوبصورت رہو..... اتنی ہی دلکش..... اتنی ہی معصوم.....“ زرباب کے لہجے میں شدت سی آتی گئی۔

علمہ نے اپنے گالوں سے لگے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

”زرباب..... میری ساری دلکشی آپ کی محبت سے ہے..... کبھی اس لو کو مدہم نہ ہوئے دیجئے گا..... یہ لو جتنا بھڑکے گی اس کی روشنی میں میں

<http://kitaabghar.com>

آپ کو اتنی ہی زیادہ خوبصورت دکھائی دوں گی.....“

”یقین نہیں آتا..... کہ میرا خدا مجھ پر اتنا مہربان ہے.....“ زرباب اس پر جھک گیا۔

علمہ کے چاروں اور دھنک بکھر گئی۔ وہ چھوٹا، گرم کرہ دور دور تک پھیلی ہوئی جنت نظر آنے لگا۔ محبت کی تاثیر اس کی دنیا بدل دیتی تھی.....

علمہ کو بدل دیتی تھی..... اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر مستانہ دار، اجلی، نکھری فضاؤں کی سیر کر آتی تھی۔ وقت کی قید سے آزاد..... زمان و مکان

کی قید سے آزاد.....

کتاب گھر ☆ کتاب گھر

صبح زرباب کا نمود بہت خوشگوار تھا، آفس جاکے لیے وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر تیار ہو رہا تھا۔ سیٹی پر کوئی دھن بجاتے ہوئے وہ

بہت شاداں و فرحاں تھا۔

علمہ اس کے لئے ناشتہ بنا کر لائی تو اس نے علمہ کے گال پر چٹکی بھری۔

”یوں میرے آگے پیچھے پھر وہی تو میری ساری عادتیں خراب ہو جائیں گی..... بھلا کیا ضرورت تھی ناشتہ اوپر لانے کی.....“

”کتنی دیر سے نیچے آپ کا انتظار کر رہی ہوں..... میں نے سوچا چائے ٹھنڈی نہ ہو جائے!“ وہ بڑے پرکھے کروٹے کا کوزہ ہٹاتے ہوئے بولی۔

<http://kitaabghar.com>

”چلیں اب جلدی سے آجائیں!“

زرباب اس کی جانب متوجہ نہ تھا۔ علمہ نے دیکھا۔ وہ اپنا بوٹہ ٹول رہا تھا۔

”کیا ہوا؟“ اس نے گہری سانس بھری۔ ”میں تمہیں کہہ رہا تھا نا..... وہ پیسے بٹوے میں نہ رکھو..... کل کی اشیاء میں وہ پیسے بھی لگ گئے..... یہ پھر خالی ہے!“

”اچھا!“ علمہ پریشان سی ہو گئی، ”اب تو میرے پاس بھی.....“

اچانک اسے یاد آیا تھا۔ اس کی کچھ رقم اماٹیا سیمہ کے پاس رکھی ہوئی تھی۔

اس نے اٹھ کر پرس میں سے باقی ماندہ رقم نکالی اور زرباب کے بٹوے میں ڈال دی۔

”میں کہہ رہا ہوں تم میری عادتیں خراب کر رہی ہو..... پھر گلہ مت کرنا!“

”ایک بات بتاؤ زرباب.....“

”ہوں؟“

”مجھے گلہ کرنا آتا ہی نہیں ہے.....“

”اور تمہاری ہر ادائیہ مجھے پیار آتا ہے..... بتاؤ کیا کروں؟“

”آفس جائیں.....“ وہ کھلکھلا کر ہنس دی، ”اور پہلے ناشتہ کریں.....“

”ہاں.....“ اس نے سانس بھری، ”مجبوری ہے جانو..... خالی بٹوہ اور خالی پیٹ..... زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتے.....“

وہ ناشتہ کرنے لگا۔ علمہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

”تنخواہ ملنے میں تو..... ابھی کافی دن باقی ہیں نا.....“

”ہاں!“ وہ آہستہ سے بولا

”یہ رقم تو ساتھ نہیں دے پائے گی!“

”میں امی سے ادھار لے لوں گا!“ وہ بولا

”امی سے؟“ علمہ کو حیرت ہوئی۔

زرباب ہنس دیا تھا۔

”ہاں..... کچھ ایسا ہی ہے..... تنخواہ ملتی ہے تو امی کا ادھار چکا دیتا ہوں..... تنخواہ ختم ہوتی ہے تو پھر سے لینے لگتا ہوں.....“

”میرے کچھ پیسے سیمہ کے پاس پڑے ہیں، میں ان لے آتی ہوں!“

”وہ بھی ختم ہو جائیں گے یا.....“ وہ بے دلی سے ہاتھ پونچھنے لگا

”اللہ اور دے دے گا!“

”ٹھیک ہے، تمھاری مرضی!“

”آپ تو لیٹ آئیں گے..... میں رکشہ کر کے چلی جاؤں؟“ وہ اجازت لینے لگی۔

”رکشہ؟ کیا ضرورت ہے..... عارف پانچ بجے تک آ جاتا ہے..... اس کے ساتھ چلی جانا!“

”اچھا..... یہ ٹھیک ہے۔“ وہ مطمئن سی ہو گئی۔

زر باب سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو وہ بھی پیچھے پیچھے چل دی۔ زر باب ماں کو خدا حافظ کہنے لگا تھا۔ پھر اسے یاد آ گیا۔

”امی..... علمہ آج اپنے میکے جائے گی..... آپ عارف سے کہیے گا اسے چھوڑ آئے، میں واپسی پر دے لوں گا!“

شرافت بیگم کے چہرے پر ناگواری سی نمودار ہوئی۔

”عارف کچھ دیر آرام کر کے پڑھنے چلا جاتا ہے۔“

”جب جائے تو علمہ کو بھی لیتا جائے.....“

”روٹ مختلف ہو جائے گا۔“ وہ بولیں پھر دفعۃً ہی لہجہ تبدیل کر کے کہنے لگیں، ”خیر..... ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے..... میں اسے کہہ دوں گی.....“

زر باب نے مڑ کر اسے تسلی دینے والے انداز میں دیکھا اور خدا حافظ کہتا ہوا باہر نکل گیا!

☆

علمہ نے شام بہت مشکلوں سے کی تھی! نجانے کیوں اس کی طبیعت بہت مختلف سی ہو رہی تھی! گھر کے سارے کام منہ کھولے اس کی

مہربانی کے منتظر تھے..... وہ خود شام کی منتظر تھی سوا یک کے بعد ایک کام ہمت اور ارادے سے کرتی گئی۔

بالآخر پانچ بجے علمہ تیار ہو کر صحن کے کئی چکر لگا چکی تھی۔ عارف کی بائیک اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔

عارف کپڑے تبدیل کر کے آیا تو وہ میز پر کھانا رکھ چکی تھی۔

”عارف بیٹا.....“ شرافت بیگم اپنے کمرے سے نکل کر آئیں ”کھانا کھا لو تو علمہ کو اس کے میکے چھوڑ آؤ۔ زر باب کہہ گیا ہے..... واپسی

پر وہ لیتا آئے گا!“

”بیجی..... اچھی رہی!“ وہ آدھی روٹی ہاٹ پاٹ میں تقریباً پھینک کر بولا تھا، ”اب یہ بھی کرنا ہوگا..... سبحان اللہ!“

علمہ جو اس کے لیے چائے بنا رہی تھی، خفت سے اپنی جگہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اگر اسے عارف کے اس طرح کے رد عمل کا اندازہ ہوتا تو

وہ رکشہ کر کے چلی بھی گئی ہوتی۔

”چلو آج تو وہ کہہ گیا ہے..... آئندہ احتیاط کریں گے.....“ شرافت بیگم نے گویا اسے ٹھنڈا کیا۔

”کوئی بات نہیں عارف..... میں رکشے میں چلی جاؤں گی..... تم آرام کر لو.....“ علمہ نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے

دھیرج سے کہا۔

عارف نے اس کی بات کا جواب نہ دیا جو وہ کوئی نتیجہ اخذ کر پاتی۔ بہت بے چین سی وہ ادھر ادھر پھرتی رہی۔
 ”چلیں.....“ چائے اطمینان سے پی کر وہ آستین سے ہی منہ پونچھتا ہوا صحن میں چلا آیا۔
 علمہ جو پریشان سی کھڑی تھی اس نوازش پر شکر مند ہو کر فافٹ چادر اوڑھنے لگی۔



سیما اور ارما سے دیکھ کر کھل اٹھیں۔

”بن موسم برسات.....“ وہ کھلکھلائیں۔
 ”رحمت ہے یا رحمت۔“ وہ بھی ہنس دی۔
 ”خود اندازہ کر لیں.....“ ان کے چہرے اس کی آمد کی خوشی سے چمکنے لگے تھے۔
 ”ابو جی کہاں ہیں.....“ علمہ نے بے چین سی ہو کر پوچھا۔

”وہ..... اپنے کمرے میں ہیں.....“ ان کے چہرے قدرے اتر سے اتر گئے، ”آرام کر رہے ہیں.....“ ”خیر تو ہے؟“ وہ فکر مند ہوئی۔

”چل کر مل لیں..... پوچھ لیں طبیعت..... لگتا ہے وہ آپ کے جانے سے بہت اُداس ہو گئے ہیں!“
 علمہ تیزی سے ان کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔
 علمہ کمرے میں داخل ہوئی تو وقار صاحب نے آنکھیں کھولی تھیں۔
 ”علمہ آئی ہے؟“ وہ کمزور سے لہجے میں بولے۔

”جی ابو جی..... میں آئی ہوں..... آپ کی علمہ!“ وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔

”بہت بے مروت ہوتی ہیں یہ بیٹیاں!“ وہ آہستہ آہستہ اس کا سر تھکنے لگے، ”نئی محبتیں پاتے ہی پرانی محبتیں فراموش کر دیتی ہیں!“
 علمہ کے لب کاٹنے..... چند قطرے آنکھوں کے گوشوں میں جا گے پھر وہیں سو گئے۔

”ٹھیک کہتے ہیں اباجی آپ.....“ وہ آہستگی سے بولی، ”یہ بے مروتی تو..... قسمت ہی رکھ دیتی ہے ہمارے خمیر میں.....! ہمارا اس پر اختیار نہیں.....“

”ارے پگلی.....“ وہ ہنسنے لگے..... ”میں تو یونہی چیخو رہا تھا تجھے! اچھا یہ بتا، زرباب میاں کیوں نہیں آئے۔ پچھلی مرتبہ ہم انہیں ڈھنگ سے کچھ کھلا بھی نہ سکے..... کہیں برا تو نہیں مان گئے؟“

”ارے نہیں ابو جی..... وہ ایسی باتوں پر غور بھی نہیں کرتے..... جو ملتا ہے شکر سے کھا لیتے ہیں اور پھر کیا کمی کی تھی آپ لوگوں نے..... اس سے بڑھ کر کوئی کسی کے لیے کیا کر سکتا ہے؟ ہم آپ کے اپنے ہیں ابو جی..... مہمان نہیں.....“
 ”پھر بھی بیٹا..... دامادوں کے آگے تو دل نکال کر رکھ دینے کو جی کرتا ہے..... بیٹی کا معاملہ ہوتا ہے نا!“

علمہ کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔ وہ سر جھٹک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نظر کین کی کرسی پر ٹپک گئی۔ نجانے کیوں..... وہ کچھ دیر اسے

دیکھتی رہی..... <http://kitaabghar.com>

”کب آئیں گے زرباب میاں؟“ وقار صاحب کو بے چینی سی لاحق تھی۔

”سات آٹھ بجے تک آ جائیں گے!“ وہ کرسی سے نگاہ ہٹائے بغیر آہستگی سے بولی

”سیما..... ارما..... بیٹا جلدی کرو..... مغرب تو ہونے والی ہے..... زرباب میاں کے لیے آج اچھے سے کھانے کا بندوبست کرو..... وہ

کہیں گے، کیا ان کے گھر روز روز دال ہی پکتی ہے.....“

”کیا پکاؤں اباجی؟“ سیما نے چمک کر پوچھا

<http://kitaabghar.com>

”اس سے کیا پوچھتی ہو..... وہ جو کل میں گوشت لایا تھا، وہی پکاؤ۔ ایسا پکانا جیسا میری علمہ پکایا کرتی تھی.....“ ان کے لہجے میں علمہ کی یادیں بسی ہوئی تھیں۔

”کوشش کرتی ہوں.....“ وہ ہنسی اور کمرے سے باہر چلی۔

”جاؤ ارما..... بہن کا ہاتھ بٹاؤ.....“ وقار صاحب نے چھوٹی والی کو پیار سے سمجھایا۔

”میں اپنا کے پاس نہ بیٹھوں؟“ وہ قدرے تنگی

<http://kitaabghar.com>

”روٹیاں پکالو..... پھر فراغت سے بیٹھنا!“

علمہ کو محسوس ہوا تھا جیسے وقار صاحب ان دونوں کو جان بوجھ کر وہاں سے اٹھانا چاہ رہے تھے، سو اس نے بہن کی حمایت میں کچھ نہ کہا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد وہ ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”تمہاری خالہ کا فون آیا تھا۔ سکھر سے.....“ وہ بتانے لگے

”انہوں نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ سیما مجھے دے دیں۔“

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”انہوں نے سیما کا ہاتھ مانگا ہے!..... اپنے ساجد کے لیے!“

علمہ جانتی تھی۔ خالہ پروین کا ارادہ ایک عرصے سے یہی تھا۔ وہ سیما کو بہو بنانا چاہتی تھیں لیکن علمہ کی شادی تک انہیں خاموشی اختیار کرنا

پڑی۔ اب اس کی شادی ہوتے ہی انہوں نے اپنا مدعا بیان کر ڈالا تھا!

”کیا سوچنے لگیں تم..... ساجد..... سیما کے لیے..... ٹھیک ہی ہے نا!“ انہوں نے جیسے علمہ سے زیادہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

”میرا خیال ہے..... اس کا فیصلہ ہم سب پر ہی چھوڑ دیتے ہیں!“ وہ سر جھٹک کر دھیمی آواز میں بولی۔ وقار صاحب کچھ دیر کے لئے خاموش

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”علمہ.....“ انہوں نے دھیرے سے اسے پکارا

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”جی ابوجی؟“ وہ چونکی۔

”انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا نحیف، نیم جان ہاتھ رکھا

”تم خوش ہونا بیٹی؟“

علمہ بے اختیار مسکرا دی۔

”جی ابوجی..... الحمد للہ..... میں بہت خوش ہوں.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”میرا فیصلہ درست تھا نا!“

”جی..... بالکل درست تھا!“ وہ یقین لہجے میں بولی

”میں اونچے خاندانوں میں بیٹی بیاہنے کا قائل نہیں میری بیٹی..... میں چاہتا ہوں کہ سسرال والے جی جان سے لڑکی کی قدر کریں.....

اس کی خدمت کی قدر کریں..... اس کی محبت کی قدر کریں..... روپیہ پیسہ تو مادی اشیاء ہیں علمہ..... مادی اشیاء کو میں نے کبھی اہمیت نہیں دی تو میری

اولاد کیسے دے سکتی ہے بھلا؟“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ!“

<http://kitaabghar.com>

”زرباب اچھا ہے نا!“

”بہت..... بہت اچھے ہیں ابوجی!“

”اس کی ماں؟ بہن؟ بھائی؟“

”سب لوگ بہت اچھے ہیں.....“

”قدر کرتے ہیں تیری؟“

”بہت.....“ اس نے لہجے میں کمزوری مٹی اترنے لگی۔

”مجھے تو تو کمزور لگ رہی ہے..... ایسا کیوں؟“

”آپ اتنی محبت بھری نگاہ سے دیکھیں گے تو ایسا ہی لگے گا.....“ وہ مسکرائی۔

”رامش آیا تھا کل..... میری طبیعت پوچھنے!“

علمہ یکا یک ہی خاموش ہوئی۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”بہت اچھا ہے..... بہت اچھا..... اللہ اسے خوش رکھے.....“

علمہ سے پھر کچھ بولا نہ گیا۔ اس کی نظر کین کی کرسی میں جا لکھی۔ خالی کرسی کی آنکھوں میں تجانے کیسا اضطراب نہاں تھا..... علمہ سے

نظر ہٹائی نہ گئی۔

وقار صاحب بول بول کر تھک سے گئے تھے۔ انہوں نے آنکھیں موند لیں۔ علمہ کا جی چاہا، وہ کچھ دیر جا کر بہنوں کے پاس بیٹھے۔
 زرباب آنے ہی والا تھا۔ اس کی آمد سے قبل مونس وہ مرد بہنوں سے کچھ دل کی باتیں ہو جاتیں تو اچھا رہتا۔
 وہ اٹھنے لگی تھی۔

”اے..... رکو تو سہی.....“

علمہ اٹھتے اٹھتے رہ گئی۔

کتاب گھر

”کیا ہے؟“ اسے جھلاہٹ سی ہوئی۔

<http://kitaabghar.com>

”کچھ دیر یہاں بیٹھو نا.....“

”کیوں؟“ وہ برہمی سے بولی، ”اتنی دیر سے تو بیٹھی ہوں!“

”وہ تو..... وہ تو..... اپنے ابو جی کے لیے..... کچھ دیر میرے لیے بھی بیٹھو!“ اس کا لہجہ بتتی ہوا۔

”تمہارا دماغ خراب ہے شاید.....“ اسے غصہ آنے لگا۔

علمہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور کمرے سے نکل آئی۔
 سیمہ اور ارما کچن میں مصروف عمل تھیں۔ ان کی باتوں کی اور ہنسنے کی آوازیں صحن تک آرہی تھیں۔ علمہ کے قدم زکے۔ کتنی آزادی تھی ان
 آوازوں میں..... فجر کے وقت ہار سنگھار کے درخت پر چڑھاتی چڑیوں کی آوازوں کی مانند..... نکھری نکھری..... بے فکری..... چچھاہٹیں.....
 علمہ نے سانس بھری اور چند قدم آگے بڑھ کر کچن کے دروازے پر جا پہنچی۔

”آئیں نا ایسا.....“ ارما سے دیکھ کر چپکی، ”ہم تو ترس گئے ہیں آپ کے ساتھ بیٹھنے کو..... سنا تو تھا کہ شادی کے بعد لڑکی پرانی ہو جاتی

ہے لیکن اتنی پرانی؟“

”بکومت..... کوئی نہیں پرانی ورائی..... یعنی بہن ہوں تمہاری.....“ اس نے بھی اسی بے فکری سے بولنے کی کوشش کی۔

<http://kitaabghar.com>

”اتنی دیر سے آئی ہیں..... اتنی جلدی چلی جاتی ہیں!“

”میں کسی دن صبح سے آؤں گی.....“ اس نے جیسے اسے چکارا۔

”اور رات بھی رکیں گی؟“ اس نے اشتیاق سے پوچھا

”نہیں..... رات نہیں رک سکتی!“ وہ مجبوری سے بولی

”کیوں؟“

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

”زرباب میزے بغیر سوئین پائیں گے!“

”ہائیں؟ اتنے سالوں سے کیسے سو رہے تھے؟“

”پتا نہیں.....“ وہ شرمیلی سی ہنسی ہنس دی، ”وہ تو کہتے ہیں اتنے سالوں سے وہ سوئے ہی نہیں.....“

سیما اور اماں کی بات کو مذاق پر محمول کر کے خوب ہنسی تھیں۔

”سیما.....“ علمہ نے قدرے توقف سے اسے پکارا، ”ابو بتا رہے تھے..... پروین خالہ کا فون آیا تھا.....“ گوشت بھونتی ہوئی سیما کے ہاتھوں میں سستی دوڑ گئی۔ اس نے اپنے تاثرات چھپانے کے لیے ذرا سارخ پھیر لیا۔

”انہوں نے تمہارا رشتہ مانگا ہے..... جانتی ہو تم۔“

”میں کیا جانوں۔“ وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

”ستیاس!“ دفعۃً ارمغی سے پھنکاری۔

علمہ اور سیما بری طرح ہڑبڑا کر اسے دیکھنے لگیں۔

”ابھی سے تمہیں شادی کی سوچنے لگی؟ اپنا تو چلی گئیں..... اب تم بھی چلی جاؤ مجھے چھوڑ کر..... میں اکیلی ہی مرتی رہوں یہاں.....“ وہ نہایت غصے سے سیما سے مخاطب تھی۔

علمہ اور سیما کی بے اختیار ہنسی چھوٹی۔ ان دونوں کو ہنسا دیکھ کر وہ اور بھی بل کھا گئی اور کچن سے نکل ہی گئی۔ سیما ہنستے ہنستے خاموش ہو گئی۔

”ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔“ وہ آہستگی سے بولی، ”ابو جی کو اتنی جلدی بھی کیا ہے!“

”بات جلدی یادیر کی نہیں..... بات تمہاری مرضی معلوم کرنے کی ہے..... خالہ کو جواب تو دینا ہے نا!“

”جواب تو ٹھیک سمجھیں!“ وہ سر جھکا کر بولی۔

علمہ نے غور سے اس کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں شرم و حیا کی شفق پھوٹ رہی تھی۔ وہ یقیناً اس رشتے سے راضی تھی تب ہی اس کا

چہرہ ایسے ایسے خوبصورت رنگ منعکس کر رہا تھا۔ علمہ لمحہ بھر کے لیے سوچ میں پڑ گئی، ساجد گریجویشن پاس ایک عام نوجوان تھا جس کے پاس مستقبل

میں کام آنے والا کوئی ہنر فی الحال دکھائی نہ دیتا تھا۔ اگر بات صرف علمہ کی رائے کی ہوتی تو وہ یقیناً اس رشتے پر اپنی دلی خوشی کا اظہار نہ کر پاتی.....

لیکن یہاں بات صرف اس کی رائے کی نہ تھی!

علمہ نے ایک گہری سانس بھری۔ سیما کے چہرے سے اسے وقار صاحب کے سوال کا جواب تو مل ہی گیا تھا اب اور کیا باقی تھا؟

”ساجد..... آیا تمہانا میری شادی میں؟“ اس نے ذہن پر زور دیا۔

”جی!“ سیما نے اسی شرمیلیں مسکراہٹ کے ساتھ کہا

علمہ کو احساس ہوا کہ یہ پسندیدگی شاید انہی دنوں کی دین تھی ورنہ اس سے قبل تو سیما نے کبھی بھی ساجد کے ذکر پر ایسے ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تھا!

اس نے محبت سے اپنی سادہ دِل، سادہ مزاج، صابر و شاکر بہن کو دیکھا اور دِل کی گہرائی سے اس کی خوشیوں کی تمنا کی۔ اسے نجانے کیوں

ثوبیہ اور اس کے متوقع رشتے کا خیال آیا لمحہ بھر کے لئے اس کے ذہن نے سیما اور ثوبیہ کو ترازو کے پلڑوں میں بھی رکھا پھر وہ سر جھٹک کر خود کو ہی

سرزنش کرنے لگی۔

وقار صاحب ہمیشہ کہتے تھے کہ کبھی بھی اپنی قسمت کا دوسروں کی قسمت سے تقابل نہ کرو۔ کیونکہ خدا کس کو کیا دینا چاہتا ہے اس کا فیصلہ وہ خود کرتا ہے..... وقار صاحب بیٹیوں کو اونچے گھرانوں میں بیاہنے کی بھی قائل نہ تھے۔ وہ کہتے تھے کہ لڑکی ہمیشہ برابر والوں میں دوٹو کہ اس کی صحیح طور پر قدر کی جائے اور اس کی خوبیوں کو سراہا جائے..... انہیں معمولی جان کر تضحیک نہ کی جائے۔ کتنے سادہ دل تھے وقار صاحب..... نصف صدی پیچھے کی دنیا میں مگن تھے..... لیکن ان کے اصول، ان کے خیالات، ان کی ترجیحات، ان کی بیٹیوں کو اپنی خوشیوں سے زیادہ عزیز تھے۔

ہارن کی مخصوص آواز پر علمہ چوکی تھی! یہ زرباب کی بایک کا ہارن تھا۔ علمہ کے سوچوں کے زیر اثر سنجیدہ نظر آتے چہرے پر مسکراہٹ اور رونق آگئی۔

<http://k.taabghar.com>

زرباب کی نظریں بھی اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگی تھیں۔ علمہ بہنوں کے سامنے ان بولتی نگاہوں سے جھینپ ہی گئی۔

سیما اور ارمانے بہت دل لگا کر کھانا تیار کیا تھا۔ چھوٹے سے دسترخوان پر بہت رونق تھی بھنا ہوا گوشت، فرائی کئے ہوئے آلو، بھنی ہوئی دال..... ساتھ میں مزیدار سارا سبب اور خوب صورت نظر آتی سلاو..... چھوٹے چھوٹے پھلکے..... زرباب نے نجانے کتنے ہی کھالیے۔ ”بھی ایک

بات ماننے والی ہے..... تم بہنوں کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے.....“

بذکش

<http://k>

”سب سے زیادہ کس کے ہاتھ میں ہے؟“ ارمانا کثرت سے شرارت سے باز نہ آتی تھی، ”ایک کا نام لیجئے.....“

”کیسے لوں؟“ وہ برجستہ بولا، ”تم دونوں ناراض ہو جاؤ گی!“

علمہ ہنس پڑی۔ سیما اور ارمانا مسکراہٹ چھپا کر چہرے پھلانے لگیں۔

چائے کے دوران جب زرباب وقار صاحب کے ساتھ مصروف گفتگو ہوا تو علمہ سیما کو لے کر کمرے میں چلی آئی۔

”سیما..... وہ میرے کچھ پیسے لا کر میں رکھے ہیں نا..... وہ نکال دو!“

کتاب

<http://k.taabghar.com>

”کیا بات ہے..... کوئی نئی مون وغیرہ کا پروگرام ہے؟“ وہ مسکرائی

”ہمارا ہر روز نئی مون ہی ہے۔“ وہ بے فکری سے بولی

”پھر..... کچھ خریدنے کا پروگرام بن گیا؟ ابھی تو آپ کی سلامی بھی رکھی ہو گی نا..... میری مانیئے تو اپنے کمرے میں اے سی لگو لیں.....

کتنا..... گرم ہے آپ کا کمرہ!“

سیما نے جملہ آہستگی سے مکمل کیا مبادا اسے برا لگے۔

”نہیں تو..... ایسا کوئی خاص گرم نہیں..... اوپر دیکھئے نا..... کھڑکیاں کھول لو تو تو بہت اچھی ہوا آتی ہے۔“ رات ڈرائی گزرنے تو اچھا بھلا

<http://k.taabghar.com>

ٹھنڈا ہو جاتا ہے.....“

”پھر کوئی زیور لے لیں..... رقم رکھی رہے تو کہیں نہ کہیں خرچ ضرور ہو جاتی ہے!“

”اچھا بی اماں..... اب یہ مشورے بعد میں دینا..... زرباب چائے ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوں گے.....“

زیما نے محسوس کیا کہ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی تو اس نے بھی اصرار نہ کیا۔ لفافہ نکال کر اسے تھما دیا۔

”گمن لیں.....“

”توبہ کرو..... مجھے تو یاد بھی نہیں کتنے تھے.....“

”بارہ ہزار ہیں پورے.....“ سیما اس کا چہرہ غور سے دیکھ رہی تھی۔

”علمہ! نے لفافہ پرس میں رکھ لیا اور کمرے نکل گئی!“

☆ <http://kitaabghar.com>

دن کچھ اور گزرے تب اس پر ایک خوشگوار انکشاف ہوا۔ علمہ یہ خبر سنتے ہی بادلوں کی سیڑھیوں پر چڑھتی چلی گئی..... قوس و قزح کے رستے تک جا پہنچی..... ستاروں کو چھو کر دیکھنے لگی..... اسے بچے بہت پسند تھے۔ خاص طور پر نو مولود بچوں کی خوشبو کی تو وہ دیوانی تھی جب بھی کسی عورت کی گود میں چھوٹا بچہ دیکھتی تھی، اسے مانگ کر، تھوڑی دیر اپنی گود میں لے کر ضرور بیٹھتی تھی۔

وہ صبح کا وقت تھا۔ زرباب آفس جا چکا تھا۔ علمہ اس کے جانے کے بعد پڑوس کے ساتھ قریبی کلینک میں جا کر ٹیسٹ وغیرہ کروا کر آئی تھی۔ اس کی پڑوس زبیدہ، جو شرافت بیگم کی خاصی اچھی سہیلی تھیں، ایک نیک فطرت۔ اچھی خاتون تھیں۔ ان کی بیٹی صفیہ جاب کرتی تھی جس سے ان کا گھر چلتا تھا۔ انہوں نے علمہ کو شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ جب بھی کوئی بھی کام ہو وہ بے تکلف ان سے کہہ سکتی ہے..... سو علمہ نے مارے شرم کے یہ ذکر انہی سے کیا تھا۔ وہ اسی وقت اسے کلینک لے گئی تھیں۔

وہ دونوں لوٹیں تو علمہ کچن میں گھس گئی۔ نجانے کیوں اس کا دل اس متوقع بات پر بھی کسی انہونی سی بات کی طرح دھڑک رہا تھا۔

وہ زبیدہ آنٹی کے لیے چائے لے کرئی تو شرافت بیگم کا موڈ اسے خوشگوار محسوس نہ ہوا

”ماں نہیں ہے بے چاری کی.....“ زبیدہ آنٹی کہہ رہی تھیں، ”پھر کسی سے تو کہنا ہی تھا اسے!“

”میں کیا ماں نہیں ہوں.....“ وہ غفلت سے بولیں

”علمہ کے ہاتھ کانپے۔“

”لو کیاں شرماتی بھی تو ہیں..... خیر اب جانے بھی دو..... کیا مجھے غیر جانتی ہو؟ اتنی اچھی خبر ہے مبارک باد دو بہو کو.....“

”جب کچھ ہوگا تو دے لیں گے مبارک باد بھی.....“ وہ علمہ کی جانب سے منہ پھیر کر بولی تھیں۔ علمہ کے حساس دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ سر جھکا کر کچن میں چلی آئی۔ باہر سے زبیدہ آنٹی کی مدھم مدھم آوازیں آرہی تھیں۔ وہ یقیناً شرافت بیگم کو سمجھا رہی تھیں۔ علمہ تھکے تھکے انداز میں اسٹول پر بیٹھ گئی، نیا گھر..... ایک اجنبی ملک کی مانند..... جہان کی ہر شے اجنبی لگے..... چہرے، زبان، اصول، قاعدے قانون..... ایسے ہی ایک انجان ملک میں وہ ہر اس کی چلتی چلی جا رہی تھی۔ نجانے اسے ان چہروں اور ان اصول و ضوابط سے آشنا ہونے میں کتنا وقت لگنا تھا!

شرافت بیگم کچن میں داخل ہوئیں تو وہ گم صم سی، اسٹول پر بیٹھی، بجانے کیا سوچ رہی تھی۔
 ”تم نے اب تک ہانڈی بھی نہیں رکھی؟“ وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولیں۔
 علمہ چونکی.....

”میں..... میں ابھی رکھتی ہوں.....“ وہ اٹھ کر پیاز کی ٹوکری کی جانب بڑھی۔

”دیکھو علمہ.....“ وہ اسی سابقہ انداز میں بولیں، ”کارگزاری تو سامنے آگئی ہے..... لیکن دھیان رہے..... مجھے لڑکیوں کے نخروں اور ناز انداز سے بہت نفرت ہے..... اس میں سے بو آتی ہے..... اس میں سے خوشبو آتی ہے..... یہ کھانے کو جی نہیں کرتا..... وہ کام کرنے سے تھکن چڑھتی ہے..... میں ایسی کوئی بناوٹی بات سننا نہیں چاہتی..... یہ وقت ہم نے بھی دیکھا ہے..... واقف ہیں سارے اتار چڑھاؤ سے..... اور خاص طور پر زرباب کو تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... ابھی اس کی تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ ہم اضافی اخراجات کر سکیں..... سمجھ گئیں!“

”جی!“ وہ آہستگی سے ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

”اچھی بات ہے۔“ وہ کچن سے نکل گئی تھیں۔

علمہ کچھ دیر کھڑی ان کے لفظ لفظ پر غور کرتی رہی..... پھر وہ پیاز کاٹنے لگی تھی!

☆

زرباب کا رد عمل ویسا ہی تھا جیسی علمہ کی خاموش سوچوں کا تھا۔ علمہ نے ساری خوشی چپ چاپ اپنے اندر اتار لی تھی لیکن زرباب خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔ اس نے علمہ کا چہرہ تھام کر اسے چمکتی نگاہوں سے تادیر دیکھا۔

”کتنی اچھی لگ رہی ہو تم..... میری امانت اٹھا کر.....“

علمہ جھینپ گئی۔

کتاب گھر

کتاب گھر

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”امی کتنا خوش ہوئی ہوں گی..... ہے نا علمہ؟“

علمہ نے نظریں اٹھائیں۔ زرباب کا چہرہ دیکھا۔

”جی..... بہت!“ پھر وہ بولی تھی۔

کتاب گھر

کتاب گھر

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”علمہ اب آرام کیا کرو..... علمہ اب زیادہ سیڑھیاں مت چڑھا اتر کرو..... اب اپنے کھانے پینے کا بہت خیال رکھنا..... زرباب سے کہنا

تھیں پھل اور جوسز لا کر دئے..... وغیرہ وغیرہ.....“ وہ ہنسنے لگا۔ علمہ زیر لب مسکرا دی۔ زرباب سر کے نیچے دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹ گیا۔

<http://kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”جی.....“

”ابھی کتنے دن ہیں؟“

”دن؟“ علمہ کوچ کوچ کی ہنسی آئی۔ وہ کافی دیر ہنستی رہی، ”مہینے پوچھیے..... مہینے!“

”نہیں..... مہینے نہیں..... تم مجھے دن بتاؤ!“

”نہیں..... مہینے نہیں..... تم مجھے دن بتاؤ!“

<http://kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”ڈھائی سو؟“ اس کی آنکھیں پھیل گئیں، ”کچھ کم نہیں ہو سکتے؟“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں..... بچوں جیسی!“

”بچوں جیسی؟ ٹوئزز (Twins) ہیں کیا؟“

علمہ پھر ہنسی میں ڈوب گئی۔ صبح سے طبیعت پر جو اداسی اور پڑمردگی چھائی ہوئی تھی..... سب دور ہو گئی..... زرباب کے چٹکوں نے اس کا موڈ بحال کر دیا تھا۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

”اچھا..... یہ بتاؤ..... ہم اس کے لیے کیا خریداری کریں۔“ زرباب نے اسے قریب کیا۔

”ابھی نہیں..... چند ماہ بعد.....“ وہ اس کے کالر سے کھیلنے لگی۔

”ہم سب سے پہلے کیا لیں گے علمہ؟“ اس نے شوق سے پوچھا۔

”لنگوٹوں کا کپڑا.....“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”کیا؟“ وہ چونکا پھر ہنسنے لگا۔

”کیا؟“ وہ چونکا پھر ہنسنے لگا۔

علمہ بھی ہنسنے لگی۔ دونوں ہنس کر بے حال ہو گئے پھر زرباب نے اسے سینے سے لگایا اور لائٹ بجھا دی۔

☆

شرافت بیگم۔ زرباب اور عارف کے ہمراہ جا کر ثوبیہ کا رشتہ دیکھ آئیں۔ وہیں ان لوگوں نے اپنی رضامندی لڑکے والوں پر ظاہر کر دی۔

اس طرح ثوبیہ کی بات طے ہو گئی۔

علمہ اور ثوبیہ گھر پر تھیں۔ جب وہ لوگ ٹوٹے تو مسرت ان کے چہروں پر رنگین قہقروں کی طرح روشن تھی۔ زرباب کے ہاتھ میں ہٹھائی کا

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

علمہ نے ثوبیہ کو گلے لگا کر پیار کیا اور مبارکباد دی۔ شرافت بیگم ثوبیہ کو پیار کرنے لگیں تو انہیں ڈھیروں ڈھیروں آنا آیا۔ دونوں ماں بیٹی نے

متوقع جدائی کے پیش نظر خوب آنسو بہائے۔ ماں بیٹی کی آنسو بہانے کی سادہ محبت دیکھ کر علمہ کے آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ وہ دوپٹے کے پول سے آنکھیں پونچھنے لگی۔

”لپٹنے کا کام کرنا ہو تو خادم حاضر ہے۔“ زرباب نے جھک کر خاصے سنجیدہ انداز میں سرگوشی کی علمہ محفل میں اس حرکت پر ہڑبڑا کر ہی رہ گئی۔ جھل سی ہو کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ سوائے عارف کے کسی نے زرباب کو سرگوشی کرتے نہ دیکھا تھا۔

”بھابی..... چائے تو بنائیں۔“ اس نے بے مزہ سا ہو کر فوراً کہا

”علمہ! بادلِ خواستہ اٹھی۔ چائے کا خیال آج کل اس کے لیے سوہانِ روح تھا۔ چائے کی خوشبو، اس کی رنگت، اس کا ذائقہ..... سب کچھ ناقابلِ برداشت تھا۔ علمہ سوچتی تھی کوئی اس سے ہزار کام کروائے لیکن چائے بنانے کے لیے نہ کہے۔“ عارف نجانے کیوں آج کل چائے بہت پینے لگا تھا۔

علمہ چائے بنا کر لائی تو ثوبیہ اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ بقیہ تین افراد کے مابین گھر میں خاموشی تھی۔ علمہ کو احساس ہوا کہ اس کی آمد سے قبل وہ لوگ کسی خاص موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ وہاں بیٹھنے لگی تو شرافت بیگم بول اٹھیں۔

”اس وقت کیا پکاؤ گی؟“

”جی؟.....“ علمہ ذرا سا انکی، ”جو آپ کہیں!“

”آج تو کوئی زبردست سی ڈش ہو جائے..... خوشی کا موقع ہے..... کیوں بھابی..... کیوں باہر کھانا ہو جائے؟“ عارف نے نیا شوٹہ چھوڑا۔

زرباب کے چہرے پر رنگ سا آ کر گزرا۔ ابھی ثوبیہ کی سرال جانے کے لیے اس نے علمہ سے تین ہزار روپے لیے تھے جن سے لڑکے کی ماں کا جوڑا اور مٹھائی وغیرہ خریدی گئی تھی۔

”دفع کرو۔“ شرافت بیگم بیزاری سے بولیں، ”زرا چا..... وہ بھی غیر ضروری..... علمہ بریانی بنالے گی..... گھر پر ہی دعوت کھا لو.....“

”علمہ صبح سے کام کر کر کے نڈھال ہو رہی تھی۔ یہ بات سن کر اس کے کاندھے درد سے اکڑنے لگے وہ تو کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔“

”بس..... زبردست!..... بریانی ہو جائے!“ عارف نے مکالمہ لایا۔

زرباب اس وقت نجانے کیوں علمہ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

”نہیں امی.....“ وہ آہستگی سے بولا، ”عارف کا اگر کچھ اچھا کھانے کا موڈ ہے تو میں باہر سے کچھ لے آتا ہوں.....“

شرافت بیگم چونکیں۔ انہوں نے کچھ دیر زرباب کو دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ آیا یہ بات اس نے عارف کی خواہش کے پس منظر میں کہی ہے یا علمہ کا اترا ہوا چہرہ اس کا باعث بنا ہے۔

”جیسی تمھاری مرضی.....“ اندازہ قائم نہ ہو سکنے پر وہ بیزاری سے بولیں، ”جو چاہے کرو!“



اس روز ایک عجیب سی بات ہوئی! وہ اتوار کا دن تھا، زرباب گھر پر تھا۔ علمہ کچن میں گھسی حنٹ معمول سب کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ناک پر دوپٹہ بھی رکھتی جاتی تھی۔ دوبرتبہ وہ کچن کے سنک میں منہ دے کر ابکیاں بھی لے چکی تھی۔ <http://k.ra>۔ اچانک باہر قدرے انجان زنانہ آوازیں ابھرنے پر وہ چونکی۔ نجانے کون آیا تھا..... اس نے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ دو خواتین، جن کی عمروں میں خاصا فرق تھا، بہت چپک چپک کر شرافت بیگم اور ثوبیہ سے مل رہی تھیں۔ زرباب بھی مسکرا کر ان سے سلام دعا کر رہا تھا۔

علمہ کو تجسس نہ ہوا، لیکن وہ باہر نہ گئی۔ اس وقت اس کا حلیہ ایسا تھا کہ اسے ان گوری چٹی، تیز شیار خواتین سے خفت سی محسوس ہوئی۔ ”علمہ..... علمہ.....“ شرافت بیگم اسے آواز دے رہی تھیں۔ ”ناشتہ لے بھی آؤ..... مہمان بھی آئے ہیں چائے زیادہ بنانا!“ علمہ جوڑے سامنے رکھے تذبذب کا شکار تھی، ناچار اسے اٹھا کر باہر نکلی۔ ”السلام علیکم.....“ اس نے خاصے ادب اور تہذیب سے سلام کیا۔

دونوں خواتین نے جواب میں کچھ منمننا کر اس کا تفصیلی جائزہ اس طرح لیا کہ علمہ کو ان کی نظروں سے الجھن ہونے لگی۔

اس نے دیکھا، وہ ماں بیٹی معلوم ہوتی تھیں۔ دونوں کے چہروں میں شبابہت تھی۔ ”یہ میری بہو ہے علمہ.....“ شرافت بیگم نے تعارف کرایا، ”اور علمہ یہ ہمارے پرانے پڑوسی ہیں۔ اب پچھلے دو سالوں سے کلفٹن چلے گئے ہیں..... یہ فریدہ ہیں میری دوست اور یہ ان کی اکلوتی بیٹی حوریہ.....“

علمہ نے دیکھا، حوریہ ایک ابرو چڑھائے، تنکھے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک اچھی شکل صورت کی لڑکی تھی جس نے ناز و انداز سے اپنی شخصیت میں کئی گنا، مثبت اضافہ کیا ہوا تھا۔ اس نے شوخ رنگوں کا سوٹ اور سفید کڑھائی والا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ پیروں میں خوبصورت میچنگ سینڈل تھی اور اس کے بال بہت خوبصورت انداز میں تراشیدہ تھے۔ ”خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“

”علمہ کو صدمہ بہم دیکھ کر وہ سر ہلا کر، مسکرا کر بولی۔ ایسا کرنے سے اس کے ریشمی سلکی بال بڑے انداز سے ہلے۔ <http://k.t>۔ ”شکریہ!“ علمہ بمشکل بولی۔

پھر وہ مڑ کر کچن میں چلی آئی۔ ابھی کتنا ہی کام باقی تھا۔ ثوبیہ کو آواز دے کر اس نے چائے اس کے حوالے کر دی اور خود دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

باہر سے باتوں اور بلند آہنگ قہقہوں کی آوازیں آتی رہیں۔

”علمہ چاولوں کو دم پر رکھ رہی تھی جب ان شہمان خواتین نے جاتے ہوئے ہر سنا کچن میں جھانکا۔“ ”اچھا بھی علمہ..... ہم چلتے ہیں..... آپ تو ہمارے پاس ذرا بھی بیٹھیں.....“ حوریہ نے اسی دلکش انداز میں کہا۔ <http://k.t>۔ علمہ جلدی سے باہر آئی اور ان سے رسمی سی معذرت کی۔ وہ لوگ انہیں بھی اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر چلی گئیں۔

علمہ کچن میں جانے لگی تو اس نے دیکھا، زرباب قدرے خاموش سا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ نجانے کیا سوچ رہا تھا جو اس نے علمہ پر بھی توجہ نہ کی تھی ورنہ تو اس کی نظریں علمہ کے سر آپے سے کسی مقناطیس کی طرح چپکی رہتی تھیں۔
<http://kitaabghar.com>
 دوپہر کے کھانے کے بعد علمہ برتن دھور ہی تھی۔ ٹوبہ دسترخوان سے برتن سمیٹ کر لا رہی تھی۔ ”بھائی نے آپ کو بتایا تو ہوگا..... حوریہ آپ کے بارے میں.....“ وہ شوخ سے انداز میں بولی ورنہ عموماً وہ علمہ سے اس لہجے میں کم ہی بات کیا کرتی تھی۔
 ”نہیں!“ علمہ نے بے حد حیرانی سے کہا۔

بھلا زرباب اسے اس اجنبی لڑکی کے متعلق کیا بتا سکتا تھا!
 ”پسند کرتے تھے نا بھائی انہیں.....“ علمہ کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ کر سبک میں گری۔
<http://kitaabghar.com>
 ٹوبہ کو ہنسی آ گئی۔ اس نے علمہ کی کیفیت سے کافی حظ اٹھایا۔
 ”پھر.....“ علمہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔ نجانے کیسے اس کی زبان پر آ گیا۔

”پھر کیا..... امی بھلا ایسی تیز طرار لڑکی کو بہو بنا سکتی تھیں..... انہیں تو کوئی اللہ میاں کی گائے..... میرا مطلب ہے..... معصوم، سیدھی سی لڑکی کی تلاش تھی..... امی کے انکار پر بھائی خاموش ہو گئے..... وہ امی کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھا سکتے۔“
 اس کے لہجے میں نجانے ماں کے زعب دبدبے کا فخر تھا یا بھائی کی اطاعت گزاری کا۔
<http://kitaabghar.com>
 ”حوریہ آپ کا دل ٹوٹ گیا..... وہ اپنی ماں سے ضد کر کے یہاں سے ہجرت ہی کر گئیں بچاری..... بھائی کی آپ سے شادی ہوئی تب بھی یہ لوگ نہیں آئے تھے..... آج برسوں بعد نجانے انہیں کیسے ہماری یاد آ گئی.....“

ٹوبہ گفتگو مکمل کر کے کچن سے نکل گئی۔ گویا علمہ کو یہ ساری داستان سنانے کے لیے ہی وہ یہاں موجود تھی۔ علمہ کا ذہن کچھ دیر کے لیے خالی سا ہو گیا تھا۔ برتن سمیٹنا اس کے لیے مشکل ہو گئے۔

☆
 رات کو نہا کر وہ اپنے کمرے کے باہر اپنی چھوٹی سے صحن نما چھت پر پچھی چار پائی پر جا بیٹھی۔
<http://kitaabghar.com>
 زرباب کمرے میں لیٹا لیٹی وی دیکھ رہا تھا۔ آج کل علمہ کو احساس ہوتا تھا کہ سیرا اس روز ٹھیک ہی کہتی تھی۔ اس کا کمرہ واقعی گرم تھا! علمہ بیٹھی مٹی کے چاند کو دیکھتی رہی۔ ٹھنڈی ہوا احساس دلاتی تھی کہ خدا اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے۔

کچھ دیر بعد آہٹ محسوس کر کے اس نے دیکھا۔ زرباب اس کے قریب کھڑا تھا۔
 ”کیا بات ہے..... یہاں اکیلی بیٹھی ہو.....“

”یونہی..... اندر کچھ گرمی سی محسوس ہو رہی تھی.....“ اس نے گیلے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔
<http://kitaabghar.com>

”ہاں۔ اندر کچھ گرمی تو ہے۔“ زرباب اس کے قریب ہی بیٹھ گیا، ”اللہ نے جب بھی آسانی دی ہم اپنے کمرے میں اے سی ضرور

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی ویب سائٹ

”اے سی تو ایک آسائش ہے..... نہ بھی ہو تو فرق نہیں پڑتا!“

زرباب مسکرا دیا۔

”کتنی صابر ہے میری بیوی! ہے نا!“

علمہ خاموش رہی۔ زرباب کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے لمبے، گھنیرے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ علمہ کے رگ و

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”علمہ.....“

”جی.....“

”ایک بات کہوں.....“

”ضرور.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”تم..... بال کنوال لو.....“

علمہ کو حیرت اور دکھ کا جھٹکا لگا، اس کے بال اس کی قیمتی متاع کی طرح تھے۔

”یہ..... کیا کہہ رہے ہیں آپ.....“ وہ بولی۔

”اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے؟“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

”میرے بال..... میں..... یہ تو..... اس سے بولا نہ گیا

”جانو..... یہ لمبے بالوں نے الجھنے کا زمانہ نہیں..... کٹے ہوئے بالوں سے لڑکیاں ماڈرن..... اپ ٹو ڈیٹ لگتی ہیں..... ہیں نا!“

علمہ سے بولا ہی نہ گیا۔

”مجھے تو تراشیدہ بال بہت بھاتے ہیں..... آگے تمھاری مرضی..... میں تمھارے ساتھ کوئی زور زبردستی تو نہیں کروں گا..... لیکن یہ کمر پر

سانپ کی طرح جھولتی چٹیا کا فائدہ کیا؟“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”جیسی آپ کی مرضی.....“ وہ آنسوؤں کا گولہ نگل کر بولی

<http://kitaabghar.com>

”دیکھنا تم کتنی اچھی لگو گی..... بالکل بدل جاؤ گی.....“

علمہ سے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا..... وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

<http://kitaabghar.com>

”چلو..... اندر چلیں.....“ زرباب کا لہجہ بدلنے لگا۔

”آپ چلیں..... میں ابھی آ جاتی ہوں.....“ وہ بولی

”جلدی آنا..... مجھے نیند آ جاتی ہے.....“ وہ بولا

اس کے کمرے میں جانے کے بعد وہ وہیں بیٹھی رہی۔ اداسی سے بھری ہوئی۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

”سنو..... اداس ہو.....“

<http://kitaabghar.com>

”تمہیں کیا.....“

”مجھ سے تمہارا ایسا چہرہ نہیں دیکھا جاتا..... تم ہنسی ہوئی کتنی اچھی لگتی ہو.....“

”تم میرا چہرہ مت دیکھو..... نہ اداسی میں..... نہ ہنستے ہوئے.....“

”اتنی کڑی سزا کیوں؟ ہماری کبھی دشمنی بھی نہیں رہی.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

”ہماری کبھی..... دوستی بھی تو نہیں رہی.....“

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”تو قبول کر لو اپنی قسمت کو.....“

”تمہاری طرح؟“

”بکومت..... میں بہت خوش ہوں!“

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

”پھر یہ چہرہ؟“

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”تمہیں کیا.....“

”مجھے؟ محبت..... اور کیا! یاد ہے تمہیں..... جب میں نے پہلی مرتبہ تمہیں دیکھا..... تو تمہارے بال سیاہ گھٹاؤں کی مانند تمہارے وجود

کے چاند پر بکھر ہوئے تھے، تمہارا نازک وجود موتیا کے پھول کی مانند دمک رہا تھا، مہک رہا تھا..... کھلے ہوئے بالوں میں تم کتنی حسین نظر آ رہی

تھیں..... شاید میں بتا نہ سکوں..... ایسا منظر کیا بھلا یا جاسکتا ہے کبھی؟“

<http://kitaabghar.com>

”تم آخر میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے؟“ اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

”میں پیچھے ہی تو ہوں..... اور تم مڑ کر بھی نہیں دیکھتیں..... پھر تمہیں برا کیوں لگتا ہے۔“

کتاب گھر کا نام

http://kitaabghar.com

”میل مڑ کر نہ بھی دیکھوں تب بھی میرا پیچھا مت کرو.....“

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ مجھے تو اور کوئی کام بھی نہیں آتا!“

”ہنہ..... پھر سیکھا کیا تم نے محبت سے؟“

”انتظار لا حاصل!“



ٹوہیہ کے گھروالے تاریخ رکھنے آرہے تھے۔ گھر میں اچانک ہی ہلچل سی مچ گئی۔ شرافت بیگم فارم میں آگئی تھیں۔ انہوں نے عارف کو ٹوہیہ کے لیے نیاریڈی میڈ جوڑا اور میچنگ چوڑیاں وغیرہ لینے کے لیے بھیجا اور زرباب کو دعوت کا سامان لانے کے لیے لسٹ تھمائی، علمہ کو انہوں نے پھر دس بارہ ڈشز کے نام گوائے تھے۔ علمہ کو اب گدھے کی طرح بوجھ ڈھونے کی عادت سی ہو گئی تھی۔ اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا اور پیاز چھیلنے چل دی شام تک اسے پھر کی کی مانند گھومنا تھا پھر اپنا جوڑ جوڑ سمیٹ کر بستر پر جا گرنا تھا..... لیکن ابھی بستر کا خیال دریا کا دوسرا کنارہ معلوم ہوتا تھا!

کتاب گھر کا نام

http://kitaabghar.com

”زرباب سامان لے کر آیا تو اس نے علمہ کو اپنا موبائل فون دیا۔“

”میں بازار میں تھا جب سیمہ کی کال آئی..... تم اس سے بات کر لو!“

علمہ زرباب کے موبائل کو بہت کم کم ہاتھ لگاتی تھی۔ اتنے دن بعد سیمہ کے فون کا سن کر وہ بے تاب سی ہو گئی۔ اس نے وقار صاحب کے موبائل کا نمبر ملایا۔ فون سیمہ نے اٹینڈ کیا تھا۔

”ہیلو باجی..... السلام علیکم..... کیسی ہیں؟.....“

”میں بالکل ٹھیک ہوں سیمہ..... تم سناؤ..... ابو جی کیسے ہیں؟“

”اب بہتر ہیں..... آپ تو کبھی حال ہی نہیں پوچھتیں۔“

”علمہ خاموش ہو گئی۔“

”اچھا سنیں..... آپ آج شام آجائیں..... ضرور.....“

”کیوں؟ خیر ہے؟“ اسے حیرانی ہوئی۔

”جی بالکل خیر ہے..... وہ..... پروین خالہ..... آرہی ہیں..... انگوٹھی اور جوڑا لے کر!“ اس نے شرمگیس سے انداز میں بتایا، ”ابو نے“

پیغام دیا ہے آپ اور زرباب بھائی آٹھ بجے تک پہنچ جائیں..... یوں سمجھیں..... چھوٹی سی، منگنی کی تقریب ہے!“

http://kitaabghar.com

”علمہ خاموشی سے، پریشانی سے، گم صم سی ہو گئی۔“

”ہیلو..... سن رہی ہیں نا.....“

”آں..... ہاں..... لیکن سیما..... میں کیسے آؤں..... آج تو ثوبیہ کے سسرال والے آرہے ہیں اسکی شادی کی تاریخ رکھنے.....“
 ”میں کچھ نہیں جانتی.....“ سیما خفا ہوئی، ”کوئی بہانہ نہیں چلے گا..... بس آٹھ بجے تک پہنچ جائیے گا!“
 علمہ نے فون بند کیا تو اس کا ذہن جیسے دو حصوں میں بٹا ہوا تھا!

☆☆☆

وہ بہت جلد الجھی الجھی سی، کھوئی کھوئی سی تھی۔ زرباب نے اپنا سیل فون اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بہت غور سے اسے دیکھا۔

”خیریت ہی ہے نا؟؟؟“

”ہوں؟“ علمہ نے چونک کر زرباب کا چہرہ دیکھا، ”کیا کہا آپ نے“

”میں پوچھ رہا ہوں، سب ٹھیک تو ہے؟ آخر سیما نے ایسا کیا کہہ دیا جو تم اب تک وہیں کھوئی ہوئی ہو۔“

”زرباب!“ علمہ کو خیال آیا کہ آخر اسے اکیلے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی ہے جو اس کی ہر خوشی اور ہر پریشانی میں شیئر کر سکتا ہے۔ کیا خبر وہ اس کی پریشانی کا کوئی حل چٹکیوں میں نکال دے۔

”زرباب..... اتفاق ایسا ہوا کہ آج ہی سیما کی بھی منگنی ٹھہر گئی۔“

”سیما کی منگنی.....“ زرباب کو حیرت ہوئی، ”لیکن کس سے؟“

”خالہ پروین کے بیٹے ساجد سے..... دراصل سیما کا رشتہ انہوں نے ہماری شادی سے پہلے کا مانگا ہوا تھا۔ اب ان کا فون آیا تو ابونے انہیں ہاں کر دی..... سیما بتا رہی تھی کہ خالہ ایک چھوٹی سی رسم کرنے آرہی ہیں۔“

زرباب کے چہرے پر سوچ اور قدرے فکر مندی کے آثار نمودار ہوئے۔ علمہ بہت آس سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

”لیکن علمہ..... ہم وہاں کیسے جاسکتے ہیں؟“ چند ہی لمحوں بعد وہ بولا، ”جب ہمارے اپنے گھر میں ایک تقریب ہے.....“

”کیا ایسا ہو سکتا ہے۔“ زرباب..... کہ..... میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد..... وہاں چلی جاؤں اس طرح شرکت بھی ہو جائے گی اور سیما کا گلہ بھی نہیں رہے گا!“ علمہ اڑاتے اڑاتے بولی ”کیا بات ہے؟“

شرافت بیگم کی آواز پر علمہ بڑی طرح چونکی تھی..... وہ نجانے کس وقت یوں دبے قدموں آئی تھیں کہ علمہ اور زرباب کو بالکل بھی علم نہ ہوا

تھا، اور اب وہ ایک دم ہی کمرے میں داخل ہو گئی تھیں ”کک..... کچھ نہیں امی جی..... زرباب شاید علمہ سے بھی زیادہ گھبرایا، ”وہ بس یونہی.....“

شرافت بیگم کی تیز، بے مہر نگاہ علمہ کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔ علمہ نے سر جھکا لیا تو انہیں غصہ آ گیا ”کچن میں گوشت، مچھلی، دودھ سبھی کچھ رکھ کر تم گیس لڑاؤ گے یہاں اوپر آ گئی ہو..... بلیوں کی دغوث شیراز کے لئے..... ابھی میں کچن میں نہ جاتی تو بلی کوئی نہ کوئی چیز گندی کر دیتی..... میرے

پاس حرام کے پیسے نہیں ہیں جنہیں میں بلیوں پر لٹاؤں۔“

انہیں علمہ کے یوں چوری چوری زرباب سے بات کرنے کا گلہ تھا۔

”دراصل..... امی جی..... علمہ کی چھوٹی بہن نے سیما کی منگنی بھی آج ہی ٹھہر گئی اتفاق سے تو علمہ.....“ زرباب ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنا مدعا بیان کرنے جا رہا تھا..... شرافت بیگم نے بھڑک کر اس کی بات کاٹی۔
 ”اچھا! تو یہاں یہ منصوبہ سازی ہو رہی ہے کہ کس طرح گھر کی تقریب کے کاموں سے جان چھڑا کے میکے سدھارا جائے.....“
 علمہ نے چونک کر، گھبرا کر زرباب کو دیکھا۔ وہ بھی ماں کے اچانک حملے سے بڑبڑایا تھا۔
 ”نن..... نہیں.....“ علمہ نے بولنا چاہا۔

”دیکھو علمہ..... میں نے یہ سردھوپ میں سفید نہیں کیا ہے۔“ وہ اپنی پوری فارم میں آچکی تھیں۔
 ”خوب سمجھتی ہوں اس گھریلو سیاست کو میں..... لڑکیاں چار دن آگے پیچھے پھر کر واہ واسیمٹی ہیں اور پھر اس طرح حیلے بہانوں سے جان چھڑانے کے جتن کیا کرتی ہیں.....“

”امی جی..... آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔“ علمہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے..... گلے میں جیسے پھندے سے پڑ گئے۔ بولنا مشکل ہونے لگا۔
 زرباب کو بھی احساس تھا کہ ماں بلا ضرورت ہی جذباتیت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

”علمہ نے یہ تو نہیں کہا کہ یہ یہاں کا کام چھوڑ کر وہاں جا رہی ہے۔“ وہ بولا، ”آخر آپ اتنا اپ سیٹ کیوں ہو رہی ہے۔“
 ”پھر اس بے وقت کی میٹنگ کا کیا جواز؟“ وہ چیخ کر بولیں۔
 ”دراصل علمہ چاہ رہی ہے کہ وہ یہاں مہمانوں کے لئے کھانا لگا کر..... پھر اس کے بعد..... اپنے میکے جائے..... تاکہ..... دونوں تقریبات میں شرکت ہو جائے.....“

علمہ کو اندازہ ہوا کہ زرباب علمہ کے لئے تکلیف کا باعث بنا۔ شوہر کو تو ایک مضبوط ڈھال کی مانند ہونا چاہئے جو بیوی کی جانب بڑھتے ہر وار کو روکنے کی صلاحیت رکھتی ہو..... ایک ایسا مہربان سا بنان جس کے تلے عورت خود کو ہر طرح محفوظ خیال کر سکے۔
 ”ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟“ شرافت بیگم جھنجھلا گئیں، ”دو کشتیوں کا سوار ہمیشہ بیچ میں ڈوبتا ہے، اور پھر میکے کی چھوٹی مٹوئی تقریبات کو اتنا سر پر سوار کرنا ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے۔ اپنا گھر چھوڑ کر پرانی، فکریں سمیٹے کی کیا ضرورت ہے۔“
 زرباب کو علمہ کی ٹوٹی پھوٹی سی حمایت کرتا دیکھ کر شرافت بیگم وہاں زیادہ دیر نہ رکھیں۔ اپنا دو ٹوک موقف بیان کر کے وہ باہر نکل گئیں۔
 علمہ نے زرباب کو دیکھنا چاہا۔ پھر اسے لگا کہ اس کے آنسو زرباب کو ڈسرب کر دیں گے۔ وہ بھی سر جھکا کر باہر چلی آئی۔

سیما نے آٹھ بجے تک پہنچنے کا کہا تھا۔ علمہ کو ایسا لگا جیسے اس کے دل پر گھڑی بن گئی ہو۔ یا اس کا دل ہی گھڑی بن گیا ہو۔ اس کے ہاتھ کام میں مصروف تھے، لیکن اس کا ذہن اپنے میکے کی اس چھوٹی سی خوشی میں شریک نہ ہونے پر اسے ملامت کئے جاتا تھا۔ ثوبیہ کی آج تو خوشی ہی دیدنی تھی۔ وہ تلی بنی یہاں سے وہاں اڑتی پھر رہی تھی۔ شام کے لئے تیار شدہ سوٹ کو استری کر کے اس نے ایک نمایاں جگہ ہینگ کر دیا تھا جہاں سے گذرتے ہر بار وہ اس پر ایک نظر ڈالتی تھی۔ میچنگ سینڈلز، چوڑیاں اور جیولری وغیرہ بھی اس نے نکال کر اپنی ڈریننگ ٹیبل پر اوپر ہی رکھ لی تھیں تاکہ

عین وقت پر کسی گڑ بڑ کا احتمال نہ رہے۔ علمہ بے حد مصروف تھی لیکن ثوبیہ کی خوشی سے پھولی ہوئی حرکات اتنی واضح تھیں کہ وہ بار بار متوجہ ہو جاتی تھی۔ اب وہ فریج کھولے کھڑی تھی۔

<http://kitaabghar.com>

”بھابی.....“

علمہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اس وقت قورے کا مصالحہ بھون رہی تھی۔ پسینہ اس کے بالوں سے پھوٹتا تھا اور ایڑیوں میں پہنچ کر جذب ہوتا تھا۔

”ایک بات تو بتائیں.....“ ثوبیہ فریج بند کر کے، اس سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

”ہاں..... پوچھو!“

”شادی سے پہلے..... آپ اسکن پر کیا لگاتی تھیں؟“

<http://kitaabghar.com>

”کچھ بھی نہیں۔“ علمہ نے حیرانی سے کہا۔ ثوبیہ کا سوال اس وقت اس کے سر پر سے گزر گیا تھا۔

”اب بنیں نہیں!“ اس نے خفگی سے فریج بند کر دیا، ”مجھے پہلے ہی پتہ تھا آپ مکر جائیں گی۔“ میں واقعی نہیں سمجھی ثوبیہ..... شادی سے پہلے بھلا..... میں کیا لگاؤں گی..... اسکن پر..... اور کیوں؟“ ”شادی کے وقت آپ کا چہرہ ٹیوب لائٹ کی طرح چمکتا تھا.....“ ثوبیہ بھی چمک کر بولی، ”اور اب ذرا آئینہ دیکھیں آپ..... کالے کالے دھبوں سے پورا چہرہ بھر گیا ہے..... اُس کا یہی مطلب ہوا نا کہ شادی کے وقت تک آپ کوئی ایسا پروڈکٹ یوز کر رہی تھیں جو چھوڑ دینے سے آپ کے چہرے کا یہ حال ہوا ہے..... بھلا بتائیں تو سہی..... کون سی کریم تھی؟ کوئی دیسی نسخہ تھا؟ یا کوئی حکیمی دوا..... کچھ تو تھا نا بھابی؟؟“

علمہ آنکھیں پھاڑے ثوبیہ کو دیکھ رہی تھی..... پریگننسی کے دوران چہرے پر نمودار ہو جانے والی چند چھائیوں کا اس نے کس قدر بے رحمی سے تجزیہ کیا تھا۔

مصالحہ جلنے کی خوشبو آنے لگی تو علمہ بری طرح چونکی۔ پانی کا چھینٹا دے کر اس نے پتیلی میں چمچہ ہلایا اور ایک بار پھر ثوبیہ کو دیکھا۔

”ثوبیہ..... اگر تم یقین کرو..... تو میں تو کوئلہ کریم بھی کبھی کبھار ہی لگایا کرتی تھیں چہرے پر..... یاد آ جائے ورنہ تو..... ایسے ہی گزارا ہو جاتا تھا۔“

<http://kitaabghar.com>

ثوبیہ نے اسے جن نظروں سے دیکھا اس سے علمہ کو افسوس ہوا کہ کاش وہ اس کا دل رکھنے کے لئے ہی کس کریم کا نام لے دیتی!! لیکن پھر اسے خیال آیا..... کس کا؟ کس کریم کا نام لیتی، اسے تو کسی کریم کا نام ہی یاد نہ تھا!

ثوبیہ باہر چلی گئی تو علمہ ٹھنڈی سانس بھر کر سلاڈ کے سامان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

کتاب گھر ☆ کتاب گھر

”ثوبیہ کے سسرال والوں کی آندھے قبل ہی پورا گھر شیشے کی مانند چمکنے لگا تھا اور صحن میں رکھی میز پر خورد و نوش کے برتن طریقے سلیقے سے سج گئے تھے۔ باورچی خانے میں تمام اشیاء بالکل تیار حالت میں موجود تھیں..... اور علمہ..... اپنے کمرے میں کمر کے درد سے بے حال ہو رہی تھی۔“

”کوئی ٹیلیٹ کے لومیری جان!“ زرباب اس کے قریب فکر مند سا بیٹھا تھا۔

”تھوڑی دیر لیٹ جاؤں تو ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ.....“ وہ کراہی

”لیکن تمہیں تیار بھی تو ہونا ہے علمہ..... اور وہ لوگ اب پہنچتے ہی ہوں گے!“ زرباب نے گھڑی کی جانب دیکھا جواب رات کے آٹھ

بجنے کا اعلان کر رہی تھی!

علمہ نے بھی گھڑی کی جانب دیکھا اور پھر دیکھتی ہی رہ گئی! آٹھ بج گئے تھے! نجانے وہاں کیا ہو رہا ہوگا؟ سیما اور ارمانے بھلا کیسے انتظامات کیے ہوں گے..... انہیں تو گھرداری سنبھالنے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہ ہوئے تھے! سیما تیار ہو کر بیٹھے گی تو ارمانا کیلی کس طرح سب کچھ منج کر پائے گی۔

<http://kitaabghar.com>

سوچوں کے بھنور میں پھنس کر جسمانی تکلیف کا احساس کم ہو چلا تھا..... بھنور سے نکلی تو پھر سے ایک ٹیس اٹھی۔ علمہ کو احساس ہوا کہ زرباب ٹھیک ہی کہہ رہا تھا! اسے درد کی گولی کی ضرورت تھی۔ زرباب تو باتھ روم میں جا گھسا تھا۔ علمہ نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے پین کلمینٹ نکالی اور پانی کی تلاش میں نظر دوڑائی۔

شرافت بیگم قدرے جھنجھلائی سی اندر آئی تھیں۔ انہوں نے بھنا کر علمہ پر نظر ڈالی۔
”ایسے بیٹھی ہو جیسے ابھی ابھی دیہاڑی پر مزدوری کر کے لوٹی ہو.....“ وہ اس کے حلیے سے خفا تھیں۔
”نیچے مہمان آئے ہیں اور تم اور زرباب یہاں گھسے بیٹھے ہو.....“

علمہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن شرافت بیگم کے بولتے ہوئے ناممکن تھا کہ مخاطب کوئی وضاحت دے پاتا۔ وہ بولنے اور صرف بولنے کی عادی تھیں۔
”جلدی کرو..... پانچ منٹ میں کپڑے تبدیل کر کے نیچے آؤ..... کھانا بھی لگاتا ہے۔“ وہ پلٹ گئیں۔ علمہ نے تھکے تھکے انداز سے گولیاں واپس دراز میں ڈالیں اور خود کو سنبھالتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ ٹوبیہ کے سرال والے اچھے لوگ تھے۔ نرم خوار و مہربان صفت۔ ان سے مل کر علمہ کو خوشی ہوئی تھی۔ وہ اپنا درد نظر انداز کر کے ان کی خاطر مذارات میں لگ گئی۔ ٹوبیہ کی ہر چند کوئی مایوں کی تقریب نہ تھی لیکن وہ یہی تصور کر کے اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ علمہ اس کے کمرے میں گئی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ٹوبیہ کسی دلہن کی طرح بیٹھی تھی۔ اس کا سونٹ کا کلر تیز تھا جس کی مناسبت سے اس نے میک اپ بھی تیز رنگوں کا کیا تھا۔

”بھابی..... کون سی ڈیٹ فکس ہوئی؟؟“ ٹوبیہ نے خاصی بے تابی سے پوچھا۔

”پتہ نہیں ٹوبیہ..... میں تو کھانا لگا رہی ہوں..... میں نے امی سے پوچھا نہیں.....“

”کان میں تو پڑ ہی جاتا ہے.....“ وہ خفگی سے بولی۔

”اچھا میں پوچھتی ہوں.....“ علمہ نے اسے خفا ہونے دیکھا تو تسلی دینے کی خاطر بولی۔

پھر وہ پلٹ کر کمرے سے نکلی۔ سامنے شرافت بیگم خوشی سے بے حال ہوتی اپنی سدھن سے گلے مل رہی تھیں۔ ان کے منہ میں لذو پھنسا ہوا تھا۔

”مبارک ہو بیٹی.....“ ثوبیہ کی دادی ساس نے اسے بھی مبارک باد دی، ”نومبر کی بیس تاریخ طے ہو گئی ہے۔“

”خیر..... مبارک..... آنٹی.....“ علمہ کے لبوں سے ٹوٹ کر نکلا۔ <http://kitaabghar.com>

نومبر کی اٹھائیس تاریخ تو اسے ڈاکٹر نے ڈیلوری کے لئے دی تھی جو کہ شرافت بیگم اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس کے باوجود انہوں نے صرف ایک ہفتہ پہلے ثوبیہ کی شادی کی تقریب رکھ دی تھی۔ یہ علمہ کے ساتھ اچھی بھلی زیادتی کی بات تھی۔ انہیں کم از کم اس کے فارغ ہونے کا انتظار کر لینا چاہئے تھا! بھلا ایک ڈیڑھ ماہ آگے کی تاریخ رکھ لینے سے کیا نقصان ہو جاتا!

علمہ کا چہرہ بگھ گیا تھا۔ اس کا دل بھی بگھ گیا تھا! وہ سوچتی تھی ثوبیہ کی شادی خوب انجوائے کرے گی۔ جو بوجھ وہ اٹھائے پھر رہی تھی اس کے ساتھ شادی کی تقریب کو نمٹانا کتنا مشکل تھا، علمہ کو پورا احساس تھا!

<http://kitaabghar.com>

”کھانا لگا و علمہ.....“ شرافت بیگم چمکتی ہوئی بولیں۔ ”اب تو سبھی کو بھوک محسوس ہو رہی ہے!!“

انہیں احساس نہ تھا کہ علمہ کی بھوک یہ خبر سن کر مری گئی تھی۔ کسی نے اس سے صلاح کی ضرورت نہ سمجھی تھی..... کسی نے اسے اس قابل نہ جانا تھا..... زرباب تک نے نہیں!!

وہ بے دلی سے کچن میں چلی آئی۔ سبھی کچھ تیار تھا۔ وہ گرم بھی کر چکی تھی۔ اب ٹیبل پر پہنچانے کا کام باقی تھا سو علمہ خاموشی سے وہ بھی کرنے لگی۔

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com> تبھی ثوبیہ کے دود پورا ٹھہ کر چلے آئے۔

”بھابی آپ ہمیں بتادیں کیا کچھ رکھنا ہے۔“ وہ نرمی اور ہمدردی سے بولے تھے، ”آپ صرف بتاتی جائیں۔ رکھنا ہمارا کام ہے۔“

”ارے نہیں بھائی..... آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں!“ علمہ کو شرم محسوس ہوئی۔

”ہم تکلیف نہیں کر رہے آپ تکلف کر رہی ہیں!“ ایک ہنس کر بولا، ”ہمیں چھوٹا بھائی سمجھیں!“ علمہ کو ”بھائی“ کے لفظ سے بہت خوشی اور تقویت کا احساس ہوا۔ اسے لگا وہ واقعی تکلف برت رہی تھی۔ وہ انہیں ڈشز میں نکال نکال کر سب چیزیں دیتی گئی اور وہ دونوں بے حد تجربہ کاری لئے ساری اشیاء ٹیبل پر سجاتے گئے۔ علمہ کو واقعی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا بہت ہاتھ بٹا دیا ہو۔

<http://kitaabghar.com>

کھانے میں علمہ کے ہاتھ کا مخصوص ذائقہ رچا ہوا تھا جسے مہمان خواتین فوراً پہچان گئیں۔

”اتنا ہی عمدہ ذائقہ ہے آج بھی.....“ ثوبیہ کی ساس نے چپکے سے انہیں ٹھوکا دیا تھا، اب آپ کبھی اپنے کپے ہوئے پلاؤ کی تعریف نہیں کریں گی.....

”چلو.....“ بچی اپنے ہی گھر آرہی ہے نا..... ہم اب اس کی تعریفیں کیا کریں گے!“ وہ تذبذب سے بولیں..... سب لوگ ہنسنے بولنے میں مصروف نظر آ رہے تھے..... علمہ کو اپنا دل اس خوشگوار ماحول میں اجنبی سا محسوس ہوا۔ وہ ایک نسبتاً تنہا گوشے میں جا بیٹھی جہاں موتیا کے گملے رکھے تھے۔ موتیا کی بھینی بھینی مہک علمہ کے دکھ میں گھل مل کر اس کا جی ہلکا کرنے لگی۔

”سنو! تمہارے دکھ کی خوشبو بھی..... اس خوشبو سے ملتی ہے..... مدہم مدہم..... اپنا آپ چھپاتی..... پھر بھی ظاہر ہوتی..... بھینی بھینی.....

پیار سی..... ہے نا!“.....
http://kitaabghar.com

”تم پھر آگئے؟ کیوں آ جاتے ہو یوں چپکے سے..... بن بتائے؟“ وہ آ زردگی سے بولی۔

”پگلی..... میں جاتا ہی کب ہوں؟“

”تو چلے جاؤ..... میں نے تو تمہیں روکا نہیں!“

”کیسے جاؤں، تمہیں میرے پیر میں یہ زنجیر نظر نہیں آتی؟“

”کیسی زنجیر..... مجھے تو کوئی زنجیر نظر نہیں آتی!“

”آہ..... یہ زنجیر محبت ہے..... کاش تمہیں کبھی نظر آئی ہوتی!“

”میرے لئے اب تمہاری ساری باتیں بے معنی ہیں!“

”تمہارے لئے تو پہلے بھی..... میری باتیں بے معنی تھیں!“

”پہلے؟ پہلے تو تم نے مجھ سے کبھی کبھی کہا ہی نہیں؟“

”تم نے میرے کہنے بنا..... کچھ سمجھا بھی نہیں؟؟“

”چھوڑو..... پرے کرو..... اب جاؤ تم!“ وہ خفگی اور آ زردگی سے بولی۔

”اچھا..... تم ناراض مت ہو..... میں اب کچھ نہیں بولتا!“

”خاموش رہ کر..... کیا کرو گے؟“

”انتظار لا حاصل!“

”علمہ جیسے گہری نیند سے جاگی تھی۔ زرباب اس کے قریب کھڑا اسے آوازیں دے رہا تھا۔“

”کہاں کھوئی ہوئی ہو زندگی!“ وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔
http://kitaabghar.com

”مجھے..... شاید نیند سی آئی تھی!“ علمہ کو اپنی بے پناہ تھکن کا احساس ہونے لگا۔

”اچھا سنو! میں نے امی سے پوچھا ہے..... ہم لوگ تھوڑی دیر کے لئے چلتے ہیں!“

”کہاں؟“

”تمہارے گھر..... اور کہاں!“ زرباب اس کی غائب دماغی پر حیران ہوا۔“

”میرے..... گھر!“ علمہ نے زرباب دہرایا۔
http://kitaabghar.com

”اپنا گھر چھوڑ کر پرانی فکریں سمیٹنے کی کیا ضرورت ہے؟؟“ اسے شرافت بیگم کا کہا ہوا جملہ یاد آ گیا۔

”اب چلو بھی یار..... ایسی بھی کیا ناراضگی!“ زرباب اس کی خاموشی کو خفگی پر محمول کر کے اسے منانا چاہتا تھا۔

”لیکن..... مہمان!“

”مہمان تو خود جانے والے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ہم بھی نکل چلتے ہیں۔“ زرباب چپکے سے بولا ”لیکن زرباب..... اب کیا فائدہ؟“

گیارہ بج رہے ہیں!“ وہ اداسی سے بولی۔

”اچھا..... تمہاری مرضی۔“ اب وہ خود خفا ہونے لگا تھا۔

”چلیں ٹھیک ہے۔“ چلتے ہیں!“ علمہ اس کا اندازہ دیکھ کر جلدی سے آمادہ ہو گئی۔ وہ بھلا زرباب کو کیسے خفا کر سکتی تھی؟

”سیما اور ارمانے اسے دیکھتے ہی ہر قسم کی ناراضگی ختم کرنے کا اعلان کیا اور اس سے لپٹ گئیں۔“

”میں نے سوچا تھا پورا مہینہ آپ منائیں گی تب مانوں گی..... لیکن آپ کی صورت ایسی ہے کہ بندہ ہر قسم کی ناراضگی بھول جاتا ہے.....“

سیما ہنستے ہوئے بولی تھی۔

علمہ نے دیکھا، ذرا سی خوشی سے اس کا چہرہ کھر گیا تھا۔ اس نے سیما کا ماتھا چوم لیا۔

”بہت بہت مبارک ہو۔“ اسے مبارک باد دیتے ہوئے علمہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

”ہم سب نے بہت یاد کیا آج آپ کو.....“ ارمان اس کے کندھے سے لگ کر بیٹھ گئی، ”ابو جی تو بار بار سب سے چپ کر اپنی آنکھیں پونچھتے تھے..... لیکن ساجد بھائی اور پروین خالہ کی تسلیوں نے انہیں بہت حوصلہ دیا۔“

”اب چھوڑو یہ باتیں۔“ سیما نے ارمان کو ٹوک دیا، ”جاؤ اپنا کچھ کھانے کے لئے آؤ..... اور زرباب بھائی کو بھی ایک پلیٹ بنا دو۔“

سیما کے کہنے سے علمہ کو احساس ہوا کہ وہ بہت بھوکی ہے۔ اپنے بنائے ہوئے کھانے کو تو اس نے چکھا تک نہ تھا۔ ارمان کھانا لائی۔ سادہ سا

کھانا تھا۔ بریانی اور میٹھے میں کھیر علمہ کو وہ کھانا من و سلوی محسوس ہوا۔ اس نے بہت شوق سے، جی بھر کر کھایا۔

”پروین خالہ نے زیادہ تکلفات میں پڑنے سے منع کر دیا تھا۔ میں نے بریانی بنائی اور ارمانے کھیر.....“

”میزی کھیر کی زیادہ تعریف ہوئی!“ ارمان نے کچھ اترا کر کہا۔

”رامش بھائی نے تمہارا دل رکھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔“ سیما ہنس دی۔

علمہ کے گلے میں کھیر پھنسنے لگی۔ اس نے سوالیہ نظر سے سیما کو دیکھا تھا۔

”آئے تھے نارامش بھائی بھی..... اور اپنا..... ساجد کو جو سوٹ اور گھڑی ابو نے دی وہ رامش بھائی ہی لے کر آئے تھے..... ابو جی نے پیسے

دینے کی کوشش کی تو ناراض ہو گئے۔ کہنے لگے آپ مجھے اپنا بیٹا کہتے ضرور ہیں سمجھتے نہیں ہیں۔ ذرا سی بات تھی لیکن ابو جی کا بڑا بو جھٹکا ہو گیا۔“

علمہ سے کچھ کہنا نہ گیا۔ وہ کھیر کا پیالہ تھامے خاموش بیٹھی رہی۔

”ثوبیہ کی تاریخ کیا طے ہوئی؟“ سیما کو خیال آیا۔

www.kitaabghar.com

”میں نومبر.....“ وہ آہستگی سے بولی۔

http://kitaabghar.com

سیما اور ارمان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر علمہ کو دیکھا۔

”لیکن..... لیکن اپنا.....“

”علمہ چلیں!“ زرباب دروازے پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔

”ابھی سے زرباب بھائی؟“ بہنیں شکوہ کناں ہوئیں، ”ابھی تو ہم نے ٹھیک سے بات بھی نہیں کی۔“

”ارے بھئی..... تمہاری اپنی بہن ہے۔ جب جی چاہے بلا لینا اور خوب باتیں کرنا..... لیکن ذرا گھڑی کی جانب دیکھو جو ساڑھے بارہ کا ٹائم بتا

http://kitaabghar.com

رہی ہے۔ گھر پہنچتے پہنچتے ایک بج جائے گا۔“

”زرباب ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں سیما!“ علمہ وقت کا احساس ہوتے ہی کھڑی ہو گئی، ”میں پھر آؤں گی۔“

”کہاں آتی ہیں باجی آپ.....“ وہ اداسی سے بولی، ”ان سات آٹھ مہینوں میں کوئی چار پانچ مرتبہ آئی ہیں آپ!“

”تم ذرا سکھر جاؤ..... پھر پوچھتے ہیں تم سے..... تم کتنی مرتبہ آتی ہو.....“ زرباب خوشگوار انداز میں اسے چھیڑنے لگا۔

”سب نے چلے جانا ہے۔“ وقار صاحب اداسی سے مسکرائے تھے، ”ان کے دم سے میرا دم ہے یہ چلی جائے گی تو میں بھی جانے میں

جلدی کروں گا..... پھر خالی گھر میں کون آئے گا..... زرباب میاں!“

علمہ کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ بے ساختہ آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے تھے۔

وقار صاحب نے دھیرے سے اس کا سر تھپکا۔ بہت خاموشی سے باپ بیٹی نے ایک دوسرے سے اپنا اپنا احوال کہہ سن لیا۔

سیما اور ارمان اس سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ علمہ زرباب کے پیچھے بیٹھ کر چل دی۔ واپسی کا رستہ قدرے خاموشی سے کٹا۔ ہر

چند کہ زرباب پورا رستہ بہت کچھ بولتا ہوا جاتا تھا۔ علمہ نے اپنی اداسی میں اس کی خاموشی کو اتنا محسوس نہ کیا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر بھی دونوں خاموشی سے اپنی جگہ لیٹ گئے بت علمہ کو زرباب کے بدلے بدلے سے انداز کا احساس ہوا۔ اس

http://kitaabghar.com

نے زرباب کی جانب کروٹ لی۔ اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

”زرباب!“

”ہوں۔ کہو!“

”آپ..... کچھ سوچ رہے ہیں کیا؟ اتنے خاموش خاموش سے کیوں ہیں؟“

زرباب کی جانب سے کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی پھر اس نے علمہ کو دیکھا۔

”امی کہہ رہی تھیں علمہ..... تمہارے گھر والے..... مجھے وہ عزت نہیں دیتے..... جو دامادوں کو دی جاتی ہے!“

علمہ کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئیں۔ چند لمحوں کے لئے اس سے کچھ بھی بولا نہ گیا۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”لیکن..... امی کو تو ایسا کس بات سے لگا؟“ وہ ایک ایک کر بولی۔
 ”تمہاری بہن کا رشتہ طے کرتے ہوئے..... ہم سے کسی نے معمولی سا مشورہ بھی نہیں کیا؟“
 اس طرح کا شکوہ کرتے ہوئے نجانے کیوں زر باب کی شکل..... شرافت بیگم سے مشابہہ ہو رہی تھی۔ علمہ پلکیں جھپک جھپک کر اسے دیکھتی رہی۔“

”وہ..... زر باب..... ابو جی نے پوچھا تھا مجھ سے..... میں نے کہا..... اصل رائے تو صرف سیما ہی دے سکتی ہے اور اس کی اہمیت ہے۔“

”پھر بھی علمہ..... میں ان کا داماد ہوں۔ میری اتنی عزت تو ہونی چاہئے!“

”وہ..... زر باب..... دراصل..... ساجد تو ہمارا کزن ہے نا..... تو.....“
 ”اور میں غیر ہوں!“

”نہیں نہیں..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ!“

”خیر..... مجھے ایسا کوئی پرالہم نہیں ہے۔ وہ تو امی نے یاد دلایا تو مجھے بھی احساس ہوا کہ امی ٹھیک کہتی ہیں..... لوگ ایسے موقعوں پر دامادوں

کو آگے رکھتے ہیں.....“
 بات مکمل کرتے کرتے اسے جمای آنے لگی تھی۔ اس نے علمہ کے چہرے پر پھیلے ہوئے دھوئیں پر غور نہ کیا۔
 ”اچھا سو جاؤ! نیند آ رہی ہے!“

اپنی بات کہہ کر اس نے مزے سے آنکھیں بند کیں اور اس سے اگلے ہی پل علمہ کو اس کی گہری گہری سانسوں کی آواز آنے لگی۔ نیند کے معاملے میں وہ ایسا ہی خوش قسمت تھا۔ ایک آواز دیتا تھا اور نیند حاضر ہو جاتی ہے۔

علمہ کو ایسا لگا جیسے نیند اس کی پلکوں سے اتر کر زر باب کے پاس چلی گئی تھی۔ اب وہ آنکھیں کھولے سیدھی لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ چھت جواب تک بجتی ہوئی تھی..... رنگین پنپاں اکثر اسے دیکھ کر مسکرایا کرتی تھیں..... کبھی شرارت سے، کبھی طنز سے، کبھی تمسخر سے..... کبھی یونہی دل لگی سے..... آنکھیں کھولے علمہ چھت کو دیکھتی رہی۔ اس کے لب کی چھت کی مسکراہٹ کے جواب میں مسکراتا بھولنے لگے تھے..... اب تو اکثر اس مسکراہٹ کا جواب اس کی آنکھوں کی نمی دے دیتی تھی۔

زر باب کا شکوہ ایک پھانس بن کر اس کے سینے میں گڑ گیا تھا۔ سانس رک رہی تھی۔ من بو جھل ہو رہا تھا۔

داماد؟ عزت؟ مشورہ؟ علمہ کے ارد گرد سوالیہ نشان گھومتے پھر رہے تھے۔ فضا میں تیر رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ علمہ کے پاس ان سوالیہ نشانوں کے جواب نہ تھے۔ جواب تھے!! وہ بھی تو اس گھر کی بہو تھی۔ اس گھر کے لئے بھی وہ محترم تھی، قابل عزت، قابل قدر تھی۔ پھر کیوں وہ اپنے اصل مقام سے محروم تھی؟ کسی بھی بات کے لئے اس سے مشورہ کیوں نہیں کیا جاتا تھا؟ ثوبیہ کے رشتے کے لئے کب کسی نے اسے درخور اعتنا سمجھا تھا؟ حتیٰ یہ کہ اس کی ڈیلوری کی ڈیٹ سے صرف ہفتہ بھر پہلے کی ڈیٹ لڑ کے والوں کو دی گئی بنا اس کی کسی بھی مشکل کا خیال کیے۔

★

زرباب چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے علمہ کا ہاتھ تھام لیا۔

”تمہیں کیسے پتہ؟“
”مجھے؟ بھلا مجھے پتہ نہیں چلے گا؟“

”ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا ہے تمہیں میری زندگی میں شامل ہوئے..... چند مہینوں میں کوئی کسی کو اتنا کیسے جان سکتا ہے؟“ زرباب ہولے ہولے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولا۔

”علمہ! نے دوسرے ہاتھ سے اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو محبت سے سمیٹا۔

”ایک بندھن میں بندھتے ہی..... سارے پردے ہٹ جاتے ہیں زرباب..... اس میں بھلا حیرت کی کیا بات!“

”آفس میں آج..... کمپنی کے چیئرمین سے میری..... کچھ منہ ماری ہو گئی ہے!“ زرباب فکر مندی سے بتانے لگا، ”اس نے مجھے بے وجہ ہی ڈانٹا تو میں برداشت نہ کر سکا۔ میں نے اسے ٹھیک ٹھاک باتیں کہہ دیں..... جس پر اس نے..... لیٹر بنا کر اوپر بھیج دیا ہے..... اب دیکھو..... کیا بنتا ہے! علمہ دھک سے ہی رہ گئی! زرباب کی تنخواہ ہر چند کہ بہت زیادہ نہ تھی پھر بھی عزت سے گزارا ہوتا تھا۔ پورا گھر اسی کی تنخواہ سے چل رہا تھا۔ اس کے والد کی تھوڑی بہت جو پنشن آیا کرتی تھی اس کی تو شرافت پیگم کسی کو ہوا بھی نہ لگنے دیتی تھیں!

”یہ تو..... اچھا نہیں ہوا زرباب.....“ وہ فکر مندی سے بولی..... پھر اسے خیال آیا کہ زرباب تو خود اس بات پر اتنا پریشان تھا کہ اس نے کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہ کھایا تھا!

”خیر.....“ وہ فوراً ہی بولی، ”اتنی بھی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ رزق تو اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب تک دینا چاہے تو کوئی اسے بند نہیں کر سکتا۔“

زرباب نے گہری سانس بھری اور دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھ لیا۔ وہ سچی ہوئی چھت پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔

”علمہ.....“
”جی..... کہیے!“

”اچھے دن..... اتنی جلدی..... دور کیوں چلے جاتے ہیں!“

”صرف دن کہیے! اچھے ہوں یا برے..... ان کا کام تو گزرنا ہے!“

”اگر میری نوکری چلی گئی..... تو کیا ہوگا علمہ!“ اس کے لہجے میں ہلکا سا خوف تھا۔

”کچھ نہیں.....“ علمہ نے بے پروائی سے کہنے کی کوشش کی لیکن اس کا لہجہ کمزور تھا ”دوسری مل جائے گی!“

”زرباب اٹھ کر بیٹھ گیا۔“
”جانتی ہو علمہ..... یہ نوکری..... کتنی بھاگ دوڑ..... کتنی تگ و دو..... کتنے جھنجھٹوں میں پڑ کر میں نے حاصل کی تھی!..... جب مجھے

اپائنٹ منٹ لیٹر ملا تھا..... تب میں شاید اتنا ہی خوش ہوا ہوں! جتنا..... جتنا..... تمہارا گھونگھٹ اٹھا کر ہوا تھا.....“

”ٹھیک ہی تو ہے.....“ علمہ اس کا دھیان بنانے کی خاطر مسکرا کر بولی، ”نوکری بھی دوبارہ مل جاتی ہے۔ اور..... بیوی بھی!“

”تمہارے جیسی بیوی تو خدا جنت میں بھی نہیں دے گا..... وہ کہے گا میں نے تمہیں دنیا میں ہی حور دے دی تھی!“ زرباب اس کی قربت محسوس کر کے قدرے ہلکا پھلکا ہونے لگا۔

علمہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

”ایک فکر ثوبیہ کی ہے۔“ زرباب آہستہ سے بولا۔ علمہ کی انگلیاں رک گئیں۔

”ثوبیہ کی؟؟.....“

<http://kitaabghar.com>

”ہاں علمہ..... چند ماہ ہی تو رہ گئے ہیں..... دن انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں..... اور..... اس بچی کے لئے ہم ایک انگوٹھی تک نہیں بنوا سکتے..... نوکری کے الگ لالے پڑ گئے ہیں۔“

”امی نے کچھ تو رکھا ہوگا ثوبیہ کے لئے؟“ علمہ حیرت سے بولی۔

اب تک وہ یہی سمجھتی رہی تھی کہ شرافت بیگم کے کسی خفیہ لاکر سے ثوبیہ کے نام پر جمع شدہ رقم برآمد ہوگی اور اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہو جائیں گی۔ اسے کیا خبر تھی کہ سارا ابو جہ زرباب کے کاندھوں پر ٹھہرا ہوا تھا۔ علمہ حقیقتاً خود بھی پریشان ہو گئی۔

”امی نے؟“ زرباب ہنس دیا۔ ”ہماری امی ایک علیحدہ قسم کی خاتون ہیں علمہ..... اب تک تمہیں اندازہ نہیں ہوا؟ وہ کل کی فکر میں اپنا آج خراب نہیں کرتیں، اور پھر سچ تو یہ ہے کہ ابو کی وفات کے بعد ہم نے اتنا برا وقت دیکھا کہ گھر کی اچھی چیزیں تک بیچنے کی نوبت آ گئی تھی۔ ایسے میں میری شادی وقت پر ہو گئی وہ بھی بہت ہے۔ ثوبیہ غریب کے لئے بھلا کیا بچا کر رکھنا تھا کسی نے؟“

”پتہ ہے زرباب.....“ علمہ کچھ سوچ کر بولی تھی، ”میری امی بہت دور اندیش، بہت صابر شا کر خاتون تھیں۔ میری یادداشت میں ان کے نقوش بھی واضح نہیں ہیں..... شاید میں آٹھ نو برس کی ہوں گی جب ان کا انتقال ہوا..... پھر بھی..... جب ہماری شادی ہوئی تو ابو جی نے کئی ایسی چیزیں نکالیں جو امی جی میرے لئے رکھ چھوڑی تھیں!..... میری یہ چار چوڑیاں اور شادی والا سیٹ امی جی کا ہی تو ہے۔“

”ہاں ٹھیک کہتی ہو.....“ زرباب اس کی چوڑیوں سے کھیلنے لگا، ”تمہاری امی اتنی ہی اچھی اور دور اندیش ہوں گی..... تبھی تو تم اتنی اچھی ہو۔ ہے نا!“

علمہ مسکرا دی۔ زرباب کی باتیں اس کے لئے ایک بہترین ٹانک کا کام کرتی تھیں۔ وہ اپنی ساری جھکن، سب تکلیفیں بھول جایا کرتی تھی۔

”علمہ.....“ زرباب نے اس کی آنکھوں میں جھانکا..... ”ایک..... بات کہوں!“

<http://kitaabghar.com>

”جی.....“ وہ لگن سے بولی، ”کہیے نا!“

”ہم..... اگر..... یہ چوڑیاں..... ثوبیہ کو دے دیں.....“

چہرے پر ایک چمک سی تھی۔

”ابو جی..... میں ایک بات کرنے آئی تھی کہ آپ سے.....“ علمہ کو جھجک سی تھی۔

”چلو..... کسی بھی بہانے آئی تو نا!“ وہ مسکرائے، ”بولو..... کیا بات ہے ایسی جو ہماری بیٹی کہتے ہوئے یوں متاثر ہے۔“

”ابو جی..... زرباب کی..... اپنے کسی سینئر آفیسر سے کچھ چپقلش ہو گئی ہے۔ وہ بہت پریشان ہیں کہ کہیں انہیں..... کمپنی ٹرمینیٹ نہ کر دے۔“

”اوہ.....“ وقار صاحب بھی قدرے سنجیدہ ہوئے، ”یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔“

”ابو جی..... آپ اگر.....“ وہ اتنا ہی کہہ کر خاموش ہو گئی۔

”رامش سے..... کہہ کر دیکھوں؟؟“ وہ اس کا مطلب سمجھ کر آہستگی سے بولے۔

”اگر اس کمپنی میں ان کے تعلقات ہوں..... تو.....“

”کیوں نہیں۔ میں نے جب اسے زرباب کی نوکری کے بارے میں بتایا تھا تبھی اس نے کہہ دیا تھا کہ اس کمپنی کے مالکان اس کے اچھے

جاننے والوں میں سے ہیں..... اگر کبھی بھی کوئی ضرورت پڑے تو ہم اس سے کہہ ڈالیں۔“

علمہ کے چہرے پر رونق اور خوشی دوڑ گئی۔

”تب تو..... فکر کی کوئی بات نہیں ہے ابو جی۔“

وقار صاحب نے اس کا سر تھپکا اور مسکرائے

”میں آج ہی رامش کے پاس جاتا ہوں وہ ضرور اس مسئلے کا کوئی حل نکالے گا!“

علمہ ان کے پاس سے بہت مطمئن ہو کر اٹھی تھی!!



دو بوندیں ساون کی

دو بوندیں ساون کی، ترجمہ ہے جیفری آرچر کے شہرہ آفاق ناول کین اینڈ ایبل کا جسے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے علیم الحق حق

نے۔ دو بوندیں ساون کی کہانی ہے دو ایسے افراد کی جو ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے تھے اور ایک دوسرے کو شکست دینے اور تباہ و برباد

کرنے کے درپے تھے۔ ان میں سے ایک منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا اور دوسرا بدر کی ٹھوکرین کھاتا رہا۔ ایک شخص نے دنیا کے

بہترین تعلیمی اداروں سے تعلیم پائی اور دوسرے کا استادز مانہ تھا۔

یہ ناول کتاب گھر کے معاشرتی اصلاحی ناول سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

اس دن زرباب آفس سے لوٹا تو علمہ ایک چھوٹا سا ڈھیر سامنے بکھرائے نجانے کیا سینگ کرنے میں مصروف تھی۔ زرباب دروازے میں ہی رک کر اس کی مصروفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا پھر مسکرایا ہوا آگے بڑھا تھا۔ علمہ نے اس کی آمد کا احساس ہونے پر سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر وہ بھی مسکرائی!

”یہ کیا بکھرا ہوا ہے؟..... ایسا لگ رہا ہے ایر پورٹ پر تمہارے سامان کی خوب چیکنگ ہوئی ہے!“

علمہ کو ہنسی آگئی۔ زرباب کا موڈ خوشگوار تھا اور ایسے میں علمہ کا موڈ خود بخود خوشگوار ہو جایا کرتا تھا۔

وہ اس کے سامنے بستر پر جوتوں سمیت بی دراز ہو گیا۔ علمہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھی۔ اس کے جوتوں کے تسمے کھولنے لگی۔

”تھک گئے ہیں!“

”بہت..... آج بہت ہیلک ڈے تھا..... سارا دن سر کھجانے کی فرصت نہیں تھی..... آفس میں تو ڈھنگ سے چائے کا ایک کپ بھی نہیں

پی سکا!

”لنچ بھی نہیں کیا؟“ علمہ کو دکھ ہوا، ”شام کے پانچ بج رہے ہیں!“

”چائے کی فرصت نہ تھی..... لنچ کس کو یاد تھا!“ وہ سیدھا لیٹا آنکھیں بند کیے بول رہا تھا۔ علمہ نے اس کے جوتے اتارے..... پیروں کو موزوں کی قید سے آزاد کیا..... پھر اس کے پیروں کو تھیلیوں سے سہلانے لگی۔

”آپ لپٹیں کچھ دیر..... میں روٹی بنا کر لاتی ہوں.....“

وہ اٹھ کر جا رہی تھی زرباب نے ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”یہیں بیٹھی رہو..... میرے پاس..... تمہارے یہاں بیٹھنے میں..... روٹی کھانے سے زیادہ لذت اور مزہ ہے۔“

”میں ابھی لے آتی ہوں..... دو منٹ میں.....“

”دو منٹ کیسے گزریں گے؟“

علمہ نے بس ہو گئی۔ پھر اسے اس کے قریب بیٹھ کر اس کے پیر ہولے ہولے دبائے لگی، زرباب مزے سے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ پھر جیسے اسے کچھ خیال آیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر علمہ کو دیکھا۔

”علمہ..... ایک حیرت کی بات ہوئی!“

”اچھا..... وہ کیا؟“

”چیرمین صاحب نے آج مجھے اپنے آفس بلوایا تھا..... میں سمجھا..... ڈیمنیشن لیٹر میرے حوالے کریں گے..... لیکن انہوں نے مجھ

سے اپنے اس دن کے رونیے پر سوری کر لی۔ جواب میں نے بھی ان سے معافی مانگی..... وہ مجھ سے خوش نظر آ رہے تھے.....“

اس کے پیروں پر علمہ کے ہاتھ ٹھہر گئے۔ وہ بالکل خاموش بیٹھی رہ گئی۔

”تمہیں خوشی نہیں ہوئی بیوی؟؟“ وہ اس کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر حیرانی سے بولا۔

علمہ چونکی..... سنبھلی..... مسکرائی۔

”کیوں نہیں۔ آپ کی خوشی میں میری خوشی پوشیدہ ہے۔ آپ خوش ہیں میں بھی خوش ہوں۔“

”ویسے عجیب ہی اتفاق ہوا..... مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ چیئر مین صاحب اس رویے کا مظاہرہ کریں گے..... میں تو کچھ اور ہی سوچے

بیٹھا تھا!“

”اب تو آپ کی پریشانی ختم ہوگئی نا!“

”بھی تو تمہارے ساتھ اس خوشی اور بے فکری کا شیر کر رہا ہوں۔“

”اچھا..... اب یہ دیکھیں!“ علمہ کو کچھ خیال آیا اس نے سامنے فرش پر بکھرے سامان کی جانب اس کی توجہ دلائی۔

”یہ کیا ہے؟“

”یہ دو ڈبے جو ہیں نا..... ان میں ڈنریٹ ہیں..... ایک فرانس میڈ ہے بہت قیمتی اور نازک اور دوسرا قدرے عام استعمال کا ہے۔ وہ

اس باکس میں آرن ہے۔ وہ بھی باہر کی ہے، اور اس بڑے بیگ میں دس سوٹ ہیں۔ ان سلعے۔ ان پر کڑھائی اور کام وغیرہ بنے ہیں مگر میں نے یہ

سوٹ سلوائے نہیں تھے۔ یہ چھوٹے ڈبے میں ٹی سیٹ اور کافی سیٹ ہے اور..... وہ..... جیولری باکس میں..... میری چوڑیاں ہیں!!“

آخر میں نجانے کیوں..... آواز مدہم ہوگئی تھی! زر باب حیرت سے آنکھیں پھاڑے اور منہ کھولے کبھی علمہ کو دیکھتا تھا کبھی اس سامان کو۔

”کیا مطلب..... تم کہیں جا رہی ہو کیا؟؟“ وہ ہکلا یا۔

”ہٹیں بھی..... میں کہاں جاؤں گی.....“ وہ ہنس پڑی، یہ سامان میں نے ثوبیہ کو دینے کے لئے نکالا ہے..... میرے جہیز میں یہی کچھ قیمتی

چیزیں تھیں..... باقی سامان تو بہت عام سا ہے اور کچھ میں نے استعمال کے لئے نکال لیا ہے.....“

”نہیں علمہ.....“ زر باب آہستگی سے بولا، ”ایسے مت کرو..... مجھے میری نظروں میں شرمندہ نہ کرو پکیز!“

”یہ کیا کہہ رہے ہیں زر باب.....! میرا ثوبیہ سے ایک الگ رشتہ ہے۔ بھابی ہوں میں اس کی کیا میں اس ناٹھے سے اتنے یہ سب کچھ نہیں

دے سکتی؟؟“

”لیکن علمہ.....“ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، ”یہ سب کچھ تمہارے گھر والوں نے تمہیں دیا ہے..... اسی طرح ہم پر فرض ہے کہ ہم ثوبیہ کے لئے اس

طرح کی تیاری کریں.....“

”ہاں تو یہ ہمارا فرض ہی تو ادا ہو رہا ہے نا..... جب گھر میں چیزیں فارغ رکھی ہیں تو بازار سے خریدنے کی کیا ضرورت ہے؟“

زر باب اسے دیکھتا رہا پھر اس نے علمہ کو خود اسے لپٹا لیا۔

”تم نے تو..... مجھے خرید لیا ہے علمہ.....“

”بدلے میں میں نے اپنا آپ بھی تو دیا ہے۔“ وہ اس کے سینے سے لگی ہوئی۔
 ”ہاں..... کوئی شک نہیں۔“ اس نے علمہ کے بالوں پر پیار کیا۔
<http://kitaabghar.com>
 علمہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے بادلوں کے رتھ پر سوار وہ چاند نگر کی سیر کر رہی ہو۔



علمہ کی جانب سے اتنا کچھ ملنے پر شرافت بیگم اور ثوبیہ کے رویے میں کافی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ شرافت بیگم کے لہجے کی رعونت اور سختی میں کمی آئی تھی اور ثوبیہ اب کبھی کبھار کچن میں آ کر کوئی نہ کوئی کام کر دیتی تھی۔ عارف کا بے پروا رویہ البتہ ہنوز ویسا ہی تھا۔ علمہ کو اکثر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عارف کے دل میں اس کے لئے ایک نامعلوم سا کہنہ ہے۔ وہ علمہ کو ڈی گریڈ ہوتا دیکھ کر خوشی سے پورا پھول جاتا تھا اور علمہ کی تعریف ہونے پر اس کا صرف منہ ہی پھولتا تھا۔ بہر حال علمہ کا اپنا رویہ سب کے ساتھ پہلے دن جیسا ہی تھا۔ اس میں اس نے کبھی کوئی کمی بیشی نہ کی تھی۔

گھر میں دھیرے دھیرے ایک افراتفری، ایک ہنگامہ سا بیدار ہونے لگا۔ ثوبیہ کی شادی کے دن قریب سے قریب تر ہو رہے تھے۔ علمہ کی ڈیلوری کا دن بھی اسی حساب سے نزدیک تر تھا۔ اب وہ خود سے بیزار ہونے لگی تھی۔ اپنا آپ اسے بہت بوجھل اور مشکل محسوس ہوتا تھا۔ پھر کمرہ چھت پر ہونے کی وجہ سے وہ اور پریشان ہوتی تھی۔ ذرا ذرا سی بات کے لئے اسے نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے آنا پڑتا تھا۔
 ایسے میں ایک دن وقار صاحب اسے لینے آ گئے۔ علمہ انہیں اپنے گھر میں پا کر خوشی سی دیوانی ہونے لگی۔ وہ کبھی کچن کی طرف بھاگتی تو کبھی برتن وغیرہ نکالنے اپنے کمرے کی طرف۔

”علمہ..... بیٹی تم میرے پاس آ کر بیٹھو..... میں تم سے ملنے آیا ہوں اور چند دنوں کے لئے تمہیں لے جانے بھی..... تم کن چکروں میں پڑ رہی ہو.....“

ان کا جملہ سن کر علمہ کے قدم رک گئے۔ اس نے مڑ کر باپ کا چہرہ دیکھنا چاہا لیکن اس سے پہلے ان کی نظر شرافت بیگم کے چہرے پر پڑ گئی۔ ان کے چہرے پر وقار صاحب کی بات سے جو تاثرات ابھرے تھے انہیں دیکھ کر علمہ کا لبہ اس کی رگوں میں منجمد سا ہونے لگا۔
 ”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بھائی صاحب!“ شرافت بیگم ماتھے پر بل ڈال کر بے مروت سے لہجے میں بولیں۔ ”علمہ کو کیوں لینے آئے ہیں آپ؟ علمہ نے تو مجھ سے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔“ وقار صاحب ان کے لہجے کی تلواریں گھائل ہو کر کچھ دیر کچھ بولنے کے قابل نہ رہے تھے!
 علمہ نے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باپ کے پہلو میں آ بیٹھی۔

”علمہ..... کیسے ذکر کرتی آپ سے!“ پھر وہ بولے، ”علمہ تو خود بے خبر تھی اس بات سے.....“
 ”دراصل بہن..... علمہ کی ماں زندہ نہیں ہے اس لئے مجھے اس طرح آپ کو زحمت دینی پڑی وہ ہوتی تو آپ سے کھل کر اس موضوع پر بات کر لیتی.....“
 ”کس موضوع پر؟ میں کچھ سمجھی نہیں!“ شرافت بیگم ان کی آمد کا مقصد جانتے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لینے پر آمادہ تھیں۔

”ہمارے ہاں رواج ہے..... لڑکی کے..... ان دنوں میں اسے میکے لے جانے کے لئے آتے ہیں.....“ وہ قدرے انک انک کر بولے۔
 ”معاف کیجئے بھائی صاحب..... ہمارے ہاں ایسا کوئی رواج نہیں..... ہمارے ہاں پہلا بچہ بھی سسرال میں ہوتا ہے اور آخری بھی!“ وہ
 بے اعتنائی سے بولیں۔ ”اور علمہ فی الوقت آپ کے ساتھ جا ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ ثوبیہ کی شادی میں تھوڑا ہی عرصہ رہ گیا ہے..... ہم تو خود اس کی
 تیاریوں میں جتے ہوئے ہیں..... کان کھجانے کی فرصت نہیں ہے.....“

”آپ کی بات بھی ٹھیک ہے بہن..... لیکن علمہ کو بھی..... کچھ آرام کی.....“ ان کے الفاظ ان کے لبوں میں ہی دم توڑ گئے۔

”آرام؟ کمال کرتے ہیں آپ..... یہاں کون سا پہاڑ توڑنا پڑتا ہے اسے..... ایک روٹی ہانڈی کا کام ہے سو وہ ہر عورت کر رہی ہے
 اپنے اپنے گھر میں..... بچہ پیدا کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ عورت پلنگ سے نہ اترے۔“
<http://kitaabghar.com>
 ”مم..... میرا..... یہ مطلب ہرگز نہیں تھا.....“

”پھر آپ نے یہ بات کہی کیسے؟ علمہ نے کیا کچھ شکایت کی ہے آپ سے؟“

”نہیں نہیں بہن..... بالکل نہیں..... اس نے تو کبھی.....“

”دیکھیے وقار صاحب! علمہ کا گھر اب یہی ہے..... اس کا جینا مرنا نہیں ہمارے درمیان ہے..... اب چاہے یہ بچہ پیدا کرے یا کوئی عید بقر
 عید منائے..... گھر سے باہر کوئی کام نہیں ہوگا.....“ ہاں کبھی کبھار تھوڑی دیر کے لئے مل آنے کو میں برا نہیں سمجھتی لیکن گھر سے باہر ایک رات بھی
 گزارنے کی میں اجازت نہیں دے سکتی..... یہ بات آج آپ بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے!“
 وقار صاحب منہ کھولے شرافت بیگم کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

”ہمارے گھر اتنی بڑی تقریب ہونے والی ہے پھر بھی بنا سوچے سمجھے آپ اسے لینے آ گئے..... کچھ خیال کرنا چاہئے تھا آپ کو.....“

”معاف کیجئے گا بہن..... آپ..... درست کہہ رہی ہیں!“ وقار صاحب آہستگی سے کھڑے ہو گئے علمہ ان کے ساتھ کھڑی بھی نہ ہو

پائی..... اس کا پورا جسم پتھر کا بن گیا تھا.....
 ﴿شکستہ﴾

”میں چلوں بیٹی!“ وقار صاحب کا ہاتھ اس کے سر پر آ کر ٹھہرا..... علمہ نے نظر اٹھا کر ان کا چہرہ نہ دیکھا..... جن آنسوؤں کی نمی ان کی
 آواز میں گھلی ہوئی تھی علمہ انہیں ان کی آنکھوں میں نہ دیکھ پائی۔ سو وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

وقار صاحب مڑے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گھر سے نکل گئے۔ شرافت بیگم کی تیز نظروں نے گھر کی دہلیز تک ان کا تعاقب کیا تھا پھر

انہوں نے علمہ کو دیکھا..... علمہ اس وقت کاٹو تو لہو نہیں کی تفسیر بنی ہوئی تھی۔ سوانہوں نے کچھ بھی کہنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ریہوٹ اٹھا کر ٹی

دی آن کر لیا.....
 ﴿شکستہ﴾

<http://kitaabghar.com> ☆ <http://kitaabghar.com>

اسے چپ سی لگ گئی تھی! دن بھر وہ خاموشی سے اپنے کاموں میں لگی رہتی۔ رات بستر پر لیٹی تو جلد ہی زرباب کو سوئی ہوئی ملتی۔ وہ اسے ایک دوسرے پکارتا پھر خود بھی نیند کی وادیوں میں کھو جاتا تھا۔ یوں بھی شادی کی تیاریاں شروع ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے مصروفیت کا جن تھا جو بوتل سے نکل آیا تھا۔

زرباب نے آفس میں لون کے لئے جو درخواست دی تھی نجانے کیوں فی الفور منظور کر لی گئی تھی۔ چند دنوں میں ہی لون کی رقم اس کے اکاؤنٹ میں آ گئی تھی۔ اب اسی رقم سے ٹوبیہ کی جہیز کی چیزیں خریدی جا رہی تھیں۔

لڑکے والے اچھے، خاندانی لوگ تھے۔ انہوں نے بار بار کہلوا یا تھا کہ لڑکا چونکہ دی میں ہے لہذا ٹوبیہ کو ڈھیروں سامان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹوبیہ فرقان کے پاس دی چلی جائے گی تو سامان یونہی پڑا خراب ہوتا رہے گا۔
<http://kitaabghar.com> شرافت بیگم کو ان کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی۔

”وہ کیا سمجھ رہے ہیں ہمیں!“ یہ پیغام ملنے پر وہ ناک چڑھا کر بولیں، ”ہم اتنے گئے گذرے نہیں ہیں کہ وہ ہم پر ترس کھا کر ایسے پیغام بھیجیں..... میری بچی ساری زندگی کیا پردیس میں گزارے گی؟ کبھی تو واپس آئے گی نا؟ سال میں ایک مرتبہ تو ملنے بھی آئے گی پھر یہاں بیٹھ کر تالیاں بجائے گی۔ خالی کمرے میں؟ ہم سب دیں گے اپنی بچی کو..... پھر وہ چاہے جیسے برتے۔ ایک بیٹی ہے اسے بھی خالی ہاتھ روانہ کر دیں؟“ ان کی باتیں سن کر کسی میں حوصلہ نہ تھا کہ وہ انہیں مزید کچھ سمجھانے کی کوشش کرتا۔ سو بھی منہ بند کیے وہی کر رہے تھے جو وہ کہتی تھیں۔

زرباب آفس سے آتا تھا تو شرافت بیگم اور ٹوبیہ بازار جانے کے لئے بالکل ریڈی ہوتی تھیں تینوں گھر سے نکلتے تو پھر رات گئے سامان سے لدے پھندے لوٹا کرتے۔ ٹوبیہ کو جہیز کی ایسی حرص تھی جیسے پھر ساری زندگی اس نے بازار کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ ہر سوٹ کے ساتھ وہ میچنگ سینڈل، پراندہ، چوڑیاں اور لپ اسٹک بھی خریدتی۔ سوٹوں کے ساتھ اس کے پاس فضول چیزوں کا بھی ڈھیر ہو گیا۔ بھاری اور بڑے سامان کے لئے زرباب نے اپنے ایک کولیگ سے چند لاکھ روپے قرض لیے۔ یوں چند ہی دنوں میں وہ لوگ لاکھوں کے قرض دار ہو گئے۔ علمہ سوچتی تو اس کا سانس سینے میں اٹکا کرتا۔ اتنے سارے روپے بھلا کیسے یہ قرض ادا ہوگا؟ تنخواہ میں سے تو گزارا بھی کھینچ کر ہی ہوتا تھا۔ پھر آفس کے لون کی قسط کٹنے کے بعد بچے گا کیا جو مزید قرض بھی لیا جا رہا تھا۔

چند ایک بار اس نے زرباب سے کہنے کی کوشش کی تو زرباب نے اسے خاموش کر دیا۔

”دیکھو علمہ..... میں امی کے سامنے کچھ نہیں بول سکتا..... یہ گھرانہ کا ہے سو وہی ہوگا جو وہ چاہیں گی!“

علمہ کے پاس خاموش ہو جانے کے سوا چارہ بھی کیا تھا!

اسے یاد تھا، اپنی شادی کے دنوں میں وہ چند ایک مرتبہ بازار گئی تھی، اور ضرورت کی چند اشیاء لے کر بہت جلدی لوٹ آئی تھی۔ سیما اور ارام اس پر ہنستی تھیں۔ ”آپ جہیز بنا رہی ہیں یا سفری سامان؟“ وہ اس سے پوچھتیں۔
<http://www.kitaabghar.com> ”میں سمجھتی ہوں..... جہیز کو سفری سامان کی طرح ہی ہونا چاہئے۔ جامع اور مختصر!“ وہ متانت سے کہتی۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

<http://kitaabghar.com>

”آپ سمجھتی ہیں نا..... لوگ نہیں سمجھتے!“

”جہیز میرے لئے ہے یا لوگوں کے لئے؟“

سیما اور ارما خاموش ہو جاتیں۔ پھر ان دونوں نے علمہ سے چھپ کر اس کے لئے کچھ سوٹ تیار کر دئے تھے۔ جنہیں وہ ثوبیہ کو دان کر چکی تھی۔ ایک بار ایک سوز و کی کیری، اس کی شادی سے چند ہی روز قبل، ان کے دروازے پر آ کر رکی تھی۔ چند آدمیوں نے مل کر بہت احتیاط سے بے حد قیمتی سامان اندر رکھوایا تھا۔ علمہ، سیما اور ارما اپنے کمرے کے دروازے پر حیران کھڑی یہ کارروائی دیکھ رہی تھیں۔

وقار صاحب ان لوگوں کو رخصت کر کے اندر آئے تو ان کے چہرے پر نا سمجھ آنے والے تاثرات تھے۔

<http://kitaabghar.com>

”ابو جی.....“ ارما دوڑی بھاگ گئی، ”یہ سامان؟“

”علمہ کے لئے.....“ وہ بس اتنا ہی بولے۔

”آپ نے منگوایا ہے؟“ ارما نظروں میں چمک اور خوشی بھر کر دیکھ رہی تھی۔

”نہیں..... رامش میاں نے..... بھیجا ہے.....“ وہ دھیرے سے بولے۔

پھر وہ وہاں ٹھہرے نہیں تھے۔ تھکے تھکے قدموں میں چلتے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ سیما اور ارما بے حد شوق سے بند ڈبوں سے ہی اندازے قائم کر رہی تھیں کہ کس ڈبے میں کیا ہو سکتا ہے..... اور علمہ..... دروازے کی چوکت تھامے خاموش کھڑی تھی!

”تم اگر وہ سب چیزیں خود..... اپنے ہاتھوں سے استعمال کرتیں..... تو کتنا اچھا ہوتا!“

”کیا فرق پڑتا ہے..... میں استعمال کروں یا کوئی اور؟“

”تمہیں نہیں پڑتا..... مجھے..... شاید پڑتا ہو!“

”تم تحفہ دے چکے! اب تمہارا اس سے کیا تعلق؟“

”ہاں..... درست ہے! میرا تعلق صرف تم سے ہے۔ وہ سارے تحائف صرف تمہاری خوشی کے لئے تھے! تم اگر انہیں دے کر خوش ہو..... تو میں بھی خوش ہوں!“

”غلط..... تمہارا اب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ تمہاری خوشی کا میری خوشی سے.....“

”دیکھو..... ایسے مت کہو! تمہارے سب دکھوں سے بھی میرا تعلق ہے..... تمہاری آنکھوں میں آنسو آتے ہیں تو میرا دل اداس ہو جاتا ہے..... تعلق ہونا؟“

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

<http://kitaabghar.com>

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر

<http://kitaabghar.com>

”نہیں..... محبت ہے!!“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”مجھے ضرورت نہیں اس کی۔“

”پھر بھی ہے۔“

”تو کرتے رہو..... مجھے پروا نہیں۔“

”کرتو رہا ہوں..... انتظار لا حاصل!!!!“



اس روز صبح صبح طبیعت بہت بوجھل اور بے چین تھی۔ علمہ نے بستر سے اٹھنا چاہا تو اسے چکر سا آگیا۔ وہ پھر سے لیٹ گئی۔ نجانے کیسے اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو زرباب الماری کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ آفس جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔

<http://kitaabghar.com>

علمہ گھبرا کر اٹھی۔

”آپ نے مجھے جگا دیا ہوتا!“

زرباب نے مڑ کر اسے دیکھا۔ دھیسے سے مسکرایا۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”کوئی بات نہیں۔ تم آرام کرو۔“

”لیکن آپ کے لئے ناشتہ.....“

”میں آفس میں چائے کے ساتھ کچھ لے لوں گا.....“ وہ کچھ فائلز بیگ میں رکھتے ہوئے بولا۔

”باقی لوگ بھی تو ہیں زرباب“

”میں نے کہا تھا تم آرام کرو۔ مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگتی!“

زرباب کے دو ٹوک انداز پر علمہ نے سوچا، وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا..... اس کی طبیعت واقعی خراب تھی۔ وہ واپس بیٹھے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”زرباب.....“ اسے خیال آیا تھا۔

”ہاں..... کہو!“ وہ کچھ جلدی میں تھا۔

”آپ نے کچھ سوچا ہے۔“

”کس بارے میں؟“

”خریداری.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

زرباب ہنس دیا۔

”خریداری کے بارے میں ابھی بھی سوچنا باقی ہے؟“

علمہ خاموش ہو گئی۔ وہ زرباب کو احساس دلانا چاہتی تھی کہ زرباب نے بچے کے لئے اب تک کچھ نہیں خریدا۔ وہی زرباب جو اس کے

پریکیٹ ہونے کی خبر سنتے ہی آنے والے بچے کے لئے خریداری کرنا چاہتا تھا۔

اس کی خاموشی پر زرباب نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ جیسے کچھ سمجھا تھا! <http://kitaabghar.com>

”اوہ..... تم ثوبیہ کی شادی کے لئے اپنی خریداری کرنا چاہتی ہو..... لیکن جانو! تمہاری الماری میں تو زیادہ تر لباس ایسے ہیں جو تم نے ابھی

پہنے ہی نہیں! کیا فائدہ خرچا کرنے سے؟“

علمہ نے ایک سانس بھری۔

”میں..... بچے کے بارے میں کہہ رہی تھی..... اب صرف..... مہینہ ہی رہ گیا ہے ڈیوری میں اور اس سے پہلے ثوبیہ کی شادی کی

مصروفیت ایسی ہوگی کہ ہم کچھ خرید نہیں پائیں گے..... بہتر ہوگا کہ ہم ابھی سے بچے کے لئے سامان لے لیں!“ <http://kitaabghar.com>

زرباب کچھ دیر کے لئے بالکل خاموش ہو گیا۔ نجانے ذہن میں وہ کیا تخمینے جوڑ رہا تھا!

”اچھا میں آفس سے آؤں تو بات کرتے ہیں!“ پھر وہ مسکرا کر بولا تھا۔

علمہ نے ہولے سے سر ہلادیا۔

زرباب کے جانے کے بعد بھی وہ کچھ دیر یہی سوچتی رہی کہ آنے والے بچے کے لئے اسے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس کی

ماں نہیں تھی اور زرباب کی ماں کو نہ اس کے کسی مسئلے سے سروکار تھا۔ نہ آنے والے بچے سے۔ شرافت بیگم نے ایک بار بھی اس سے اس موضوع پر

بات نہ کی تھی۔ علمہ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ جو کرنا تھا وہ اس نے خود ہی کرنا تھا!

کافی دیر بستر پر لیٹے رہنے سے بھی جب نیند نہ آئی تو علمہ اٹھا کر نیچے چلی آئی۔ ثوبیہ اپنے لئے ناشتہ بنا رہی تھی اور شرافت بیگم کا موڑ آف لگتا

تھا۔ انہوں نے ایک چھتی نظر اس پر ڈالی۔

”آج تو..... بہت کمال کیا ہو بیگم نے.....“

علمہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

”امی جی..... میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی..... زرباب نے مجھے نیچے اترنے ہی نہیں دیا.....“ <http://kitaabghar.com>

”اسے تو خیر کچھ عادت سی پڑ گئی ہے تمہارے چونچلے اٹھانے کی..... خود بھوکا جانا تھا تو چلا جاتا..... چھوٹے بھائی کا بھی خیال نہیں آیا

اسے؟ میرا عارف زندگی میں پہلی بار یوں ناشتہ کیے بغیر گھر سے نکلا ہے۔“

علمہ ٹکڑ ٹکڑ کی صورت دیکھنے لگی! یہ بات پوچھنے کا اس میں حوصلہ نہ تھا کہ آپ کی اور ثوبیہ کی موجودگی کے باوجود وہ بھوکا کیسا گیا؟ اس

کے پوچھے بغیر ہی شرافت بیگم کو احساس ہو گیا کہ علمہ نے کیا سوچا ہوگا۔

”ناشتہ بنانا تمہاری ذمہ داری ہے..... اب عین وقت پر ہمیں کیا خبر کہ مہارانی کی سواری اوپر سے اترے گی بھی یا نہیں..... اور آفسوں

کے اپنے وقت ہوتے ہیں..... انہی کے مطابق گھر سے نکلنا ہوتا ہے۔ پہلے سے بتایا ہوتا کہ ناشتہ بنانے کا موڈ نہیں ہے!“

”موڈ کی تو کوئی بات نہیں امی۔“ وہ آہستگی سے بولی، ”میں نے کہا نا..... میری طبیعت کچھ..... ٹھیک نہیں ہے!“

”درد اٹھ رہے ہیں۔“ وہ تسخر سے پوچھنے لگیں، ”مہینہ بھر پہلے سے؟ یاد اردوں کا شوق اٹھ رہا ہے؟“

علمہ کو لگا اگر وہ کچھ دیر اور ان کے قریب بیٹھی تو اسے واقعی درد شروع ہو جائیں گے..... وہ اٹھ کوست قدموں سے باورچی خانے میں آگئی۔

ٹوبیہ کا ونٹر پر آلیٹ اور پرائیٹ کی پلٹیں رکھے کھڑے ہو کر ناشتہ کر رہی تھی۔ قریب ہی چائے کا بڑا سا گگ بھر رکھا تھا۔

”ٹوبیہ..... مجھے بھی کچھ دے دو.....“ باہر سے شرافت بیگم کی آواز آئی، ”ناشتہ بنا نہیں!“

ٹوبیہ کے منہ میں نوالہ تھا اس نے ماں کو جواب نہ دیا اور جلدی جلدی منہ چلانے لگی۔

”بھابی.....“ پھر وہ بولی تھی، ”امی کو ناشتہ دیں!“

علمہ نے خاموشی سے اس کا حکم جملہ سنا اور فریج سے آٹا نکال کر پیڑے بنانے لگی۔

”آپ کی ہینڈ رائٹنگ کیسی ہے؟“ ٹوبیہ آخری نوالہ کھا کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”پتہ نہیں!“ وہ آہستہ سے بولی!

”کیا مطلب؟“ ٹوبیہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

”بہت عرصے سے کچھ لکھا نہیں۔“ وہ سستی سے پرائیٹ سینکے لگی۔

”تو آج لکھ لیں.....“ ٹوبیہ اب چائے کا گگ اٹھا کر مزے سے گھونٹ بھر رہی تھی۔

”کیا؟“

”شادی کا رڈز پر نام لکھنے ہیں۔ بھائی کہہ گئے ہیں، آج یہ کام فائل ہو جانا چاہئے۔ کل سے لوگوں کو کارڈز دیئے جائیں گے!“

ٹوبیہ نے اس کا جواب سننے کی زحمت نہیں کی تھی۔ وہ کچن سے نکل گئی۔ شرافت بیگم کے لئے ٹرے میں ناشتہ رکھتی علمہ سوچ رہی تھی کہ آج اسے دوپہر میں بھی دو گھنٹی کے لئے کمر سیدھی کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس کے دل میں بہت شدت سے خواہش ابھری تھی کہ درمیان کے یہ دن پر لگا کر اڑ جائیں! ٹوبیہ رخصت ہو کر اپنے گھر کو سدھارنے اور علمہ اپنے اس بوجھ سے فارغ ہونے کا گنا چاہا..... ابھی تو کافی دن باقی تھے!!

☆

دنوں کا کام گذرنا ہوتا ہے..... بھاگتے ہوئے جائیں یا سچ سچ چلتے ہوئے..... سفر بالآخر تمام ہوتا ہی ہے۔ بہت سی مشکلوں سے گذر جانے کے بعد ٹوبیہ کی شادی کا دن آن پہنچا تھا۔ علمہ آج بہت خوش تھی۔ ہر چند اس کی مشکل اور بوجھل پن کے کچھ دن ابھی باقی تھے۔ مگر پھر بھی علمہ خوش تھی۔ اپنے جہیز کا جوڑا اس نے ڈھیلا کر کے پہن لیا تھا۔ کانوں میں جھمکیاں ڈال لیں۔ یوں اس کی تیاری مکمل ہو گئی تھی۔ ہاں، یہ ضرور تھا۔ کہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر، بال بناتے ہوئے جب اس کی نظر اپنی سونی کلائیوں پر پڑی تو اس کا دل دھک سے زہ گیا تھا! کیسی خال خالی، ادھوری کلائی لگتی تھیں!! علمہ کو اپنی ماں اور اس کی نشانی وہ چوڑیاں خوب یاد آئیں۔ اس کی پلکیں بھینگنے لگیں ٹوبیہ نے تو اس کی ایک معمولی سی خواہش کا

احترام بھی نہ کیا تھا!

علمہ نے چوڑیاں دے کر اس سے درخواست کی تھی کہ وہ چوڑیوں کو اسی حالت میں رکھے خود علمہ نے ان کے سائز یا ڈیزائن میں کوئی تبدیلی نہ کروائی تھی حالانکہ علمہ کی کلائی میں وہ قدرے بڑی بھی محسوس ہوتی تھیں..... پھر بھی..... ماں کی نشانی کے خیال سے علمہ کا جی نہ چاہا تھا کہ وہ ان میں کوئی ذرا سی بھی تبدیلی کروائے!

ٹوبیہ نے اس کی درخواست کو رتی برابر بھی اہمیت نہ دی تھی۔ وہ فوراً ہی انہیں سنار کے پاس لے گئی تھی جس نے ڈیڑھ تو لے کی چوڑی کو سوا تو لے سے بھی کم وزن کا کر دیا تھا باریک باریک سی چوڑیاں گھیر لا کر ٹوبیہ بہت خوش تھی۔

”آج کل یہی“ ”ان“ ہے۔ چوڑی چوڑی چوڑیاں بھدی لگتی ہیں!“

<http://kitaabghar.com>

علمہ گہری سانس بھر کر آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ کلائی میں کانچ کی چوڑیاں پہن لی تھیں۔

”تمہاری کلائی سونے کی ہے“ تمہیں چوڑیوں سے کیا!.....“

”بات سونے چاندی کی نہیں ہے..... وہ تو..... میری ماں کی..... نشانی تھی میرے لیے!“

”ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر اداس مت ہو..... ورنہ میں بھی اداس ہو جاؤں گا!“

”میں اداس نہیں ہوں۔ تم جاؤ یہاں سے۔“

<http://kitaabghar.com>

”ابھی چلا جاؤں گا..... میں کبھی ٹھہرا ہوں؟ ٹھہرا بھی ہوں تو تمہیں کب خبر ہونے دی میں نے!“

”میں اتنی بے خبر بھی نہیں ہوں۔“

”بے خبر تو ہو..... ورنہ..... اپنی خالی کلائی دیکھ کر بھی..... تمہیں میرا تحفہ یاد نہیں آیا؟“

”میں وہ نہیں پہن سکتی!!“

”کیوں..... کیوں..... کیوں.....“

<http://kitaabghar.com>

”کسی نے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گی؟ تمہارا میزبان اٹھ ہی کیا جو تم مجھے ایسے تحفے دو؟“

”اچھا خفامت ہو..... مت پہنوا سے..... لیکن اسے ہمیشہ اپنے پاس تو رکھو گی نا؟“

”اس سے تمہیں کیا ملے گا؟“

”تسکین..... کہ وقت تمہارا ہے!“

”اور تمہارا کیا ہے؟“

<http://kitaabghar.com>

”انتظار لا حاصل!“



شادی میں سیما اور ارمابھی شریک تھیں۔ بہنوں کے درمیان کافی عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔
 ”ایسا..... آپ سے تو اب گلا کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا.....“ سیما اداسی سے بولی تھی۔
 ”مجھ سے تمہارا گلہ جائز نہیں ہے نا اس لئے.....“ وہ بات ٹالنے کو یونہی ہنس کر بولی۔

”کیوں؟ کیا کوئی رشتہ نہیں رہا ہم سے؟“ ارمابھی سے بولی، ”رشتہ ہے تو گلہ بھی ہوگا“

”پگلی..... میں اس لئے نہیں کہہ رہی..... میرا مطلب ہے بے قصور سے گلہ کر کے کیا حاصل ہوگا۔ بھلا..... اچھا یہ بتاؤ۔ ابوجی آئے ہیں؟“

ارما اور سیما نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ ان نظروں میں نجائے کیا چھپا تھا۔ علمہ کا دل بے چین ہو گیا۔

”بولو نا سیما..... تم بولو ارمابھی..... کیا بات ہے؟“

”ابوجی..... ٹھیک نہیں ہیں۔“ سیما مدہم آواز میں بولی، ”پچھلے کئی دنوں سے ان کی طبیعت بہت خراب ہے.....“

”اوہ خدایا.....“ علمہ گھبرا گئی، ”تم نے مجھے..... بتایا بھی نہیں.....“

”ابوجی نے..... ہمیں سختی سے منع کر دیا تھا باجی.....“ ارمابھی کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ ”لیکن کیوں؟“ وہ احتجاجاً بولی۔

”وہ کہتے تھے آپ اپنے گھر میں بہت خوش ہیں اور ہمیں آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور پر ایسے موقع پر جب آپ کے گھر
 تقریب کی تیاریاں ہو رہی تھیں!“

”لیکن باجی..... اب آپ..... ابوجی سے ملنے ضرور آئیے گا.....“ وہ..... بہت منتظر ہیں آپ کے!“

علمہ نے جواب نہ دیا گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے اور لب دھیرے دھیرے کانپ رہے تھے!

”ابوجی کے پاس کون ہے اس وقت؟“ پھر اس نے تقریب کا خیال کرتے ہوئے خود پر قابو پا کر پوچھا تھا۔

”رامش بھائی!“ سیما آہستہ سے بولی، ”روز آتے ہیں۔ ابوجی کا بہت خیال کرتے ہیں۔ کبھی پھل، کبھی دوائیاں، کبھی ٹانک وغیرہ لے

آتے ہیں..... ہم منع کریں تو ناراض ہو کر ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ابوجی نے انہیں بیٹا بنایا ہوا ہے۔“

”علمہ!“

اچانک ہی شرافت بیگم کی تیز، برچھی، جیسی آواز اس کی سماعتوں کو چھید گئی تھی..... وہ چونک کر مڑی۔ شرافت بیگم تیز تیز قدموں سے چلتی

ہوئی آرہی تھیں۔ ان کے قریب پہنچنے پر سیما اور ارمابھی نے انہیں سلام کیا۔ شرافت بیگم نے صرف چھٹی نظروں سے انہیں ایک مرتبہ دیکھا اور علمہ کو
 گھورنے لگیں۔

”تمہاری نند کی شادی ہے یہ..... محلے کی سہیلی کی نہیں جو گھنٹہ بھر سے ایک جگہ کھڑی باتیں بنا رہی ہو..... مہمان بنے تھے بیلوں کی طرح

منہ اٹھائے پھر رہے ہیں..... کوئی پوچھنے والا نہیں ہیں انہیں..... بارات ہال کے دروازے پر آ پہنچی ہے..... کہاں ہیں وہ ہار پھول جو دولہا والوں کو

ڈالنے ہیں؟“

علمہ گھبراہٹ کے بارے سب کچھ بھول گئی۔ سیمہ اور ارمہ کی حیران، سوچتی نظروں کو سوالیہ نشان سوئپ کر وہ شرافت بیگم کے پیچھے لپکی۔ پھر پوری تقریب کے دوران اس نے سیمہ اور ارمہ کو اور سیمہ اور ارمہ نے اسے نہیں دیکھا۔ یو بیہ خیریت کے ساتھ رخصت ہو کر پیا گھر سدھا گئی۔ بری طرح روتی ہوئی شرافت بیگم کو پورا خاندان سنبھالنے میں لگا ہوا تھا، اور علمہ کو اپنے اندر مسلسل ایک ٹیس سی اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی..... وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی!!!!

☆☆☆

شادی ہال میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ کسی نے علمہ کی بگڑی طبیعت پر غور نہیں کیا۔ شرافت بیگم نے یوں بھی بار بارے بے ہوش ہونے کا ایک سلسلہ قائم کیا ہوا تھا۔ کوئی ان کے لئے جوس لائے دوڑتا تھا کوئی نمک۔
<http://kitaabghar.com>
علمہ اپنے بے ہنگم وجود کو مشکلوں سے سنبھالتی ہوئی ایک میز پر سر نکا بیٹھ گئی۔ اتنے بڑے ہجوم میں ایک بھی چہرہ اسے شناسا نہ لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے قریب سے گذرتے ہر چہرے کو وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہی ہو۔ میز پر سر نکا کر اس نے بالآخر آنکھیں موند لیں۔ نومبر کا مہینہ تھا لیکن اسے اپنے مساموں سے پسینہ پھوٹا محسوس ہو رہا تھا۔

”مجھ سے تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی ہے۔ تم کسی کو پکارتی کیوں نہیں۔“
”تمہیں پتہ ہے نا..... مجھے پکارنے کی عادت نہیں ہے۔“
<http://kitaabghar.com>
”جب آس پاس بہروں کا ہجوم ہو تو چلانا تو پڑتا ہے نا!“

”چلانے کے لئے ہمت بھی تو چاہئے..... میرے اندر تو..... پکارنے کی بھی ہمت نہیں ہے!“

”میں..... تمہارا ہاتھ تھام لوں؟؟“

”نہیں..... تم مجھ سے دور رہو تو اچھا ہے!“

”ایسا کب ممکن ہے؟ تم میرے ہاتھ کا سہارا نہ لو..... لیکن میں نے تو تمہاری یاد کا سہارا لیا ہوا ہے۔“
<http://kitaabghar.com>
”یادوں کے سہارے جینے والے کبھی کوئی خوشی نہیں پاتے۔“

”تمہاری یاد تو خود ایک بہت بڑی خوشی کا نام ہے!“

”ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ دے نہیں سکتی!“

”مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میرے پاس تو ایک خزانہ ہے!“

”وہ کیا؟“

”کتابوں کی دنیا“

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com> ”انتظار لا حاصل.....“

☆

ایکس نومبر کی ایک سرد اور بے حد اس صبح تھی۔ علمہ کو ہوش آیا تو ہاسپٹل کے کمرے کی گھڑکی کے دھندلے شیشے سے باہر آسمان پر جمع سفید بادلوں کے غول نظر آ رہے تھے۔
<http://kitaabghar.com>
 اسے جسم میں اٹھتی درد کی لہروں کا احساس ہوا پھر بچے کے رونے کی آواز نے اس کا دھیان درد سے ہٹا دیا۔

”اب اسے ماں کے پاس لٹاؤ..... تاکہ دونوں کو قرار آئے.....“

علمہ کی نیم کھلی آنکھوں کے سامنے زرباب کا چہرہ آیا۔ زرباب کے ہونٹوں پر اس سی مسکراہٹ تھی۔

”علمہ۔“ وہ اس پر جھکا۔ ”کیسی ہو میری جان!“

”میں..... ٹھیک ہوں..... درد..... ہو رہا ہے!“ اس کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکلا۔
<http://kitaabghar.com>

اس کے گلے میں کانٹے سے اُگے ہوئے تھے۔ ہونٹ خشک پتوں سے بے جان تھے۔ زرباب کا چہرہ دھندلانے لگا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”آنکھیں کھولو بیٹی.....“ یہ مہربان آواز زبیدہ خالہ کی تھی، ”اپنا بیٹا تو دیکھ لو۔“

علمہ نے مشکلوں سے بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو کھولا۔ آف وہائٹ کمرے میں لیٹا ہوا ایک بے حد خوبصورت بچہ..... اس کی ہر مشکل گھڑی کے انعام کی صورت میں اس کے سامنے تھا!
<http://kitaabghar.com>
 علمہ کو لگا..... وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اسے کوئی تکلیف، کوئی درد، کوئی دکھ نہیں ہے۔ سنہری رنگت اور براؤن پلکوں والے بچے کو وہ مبہوت ہو کر دیکھے گی۔

”اٹھو بیٹی..... بچے کو اپنا دودھ پلاؤ..... پچارا کب سے بھوکا ہے.....“

زرباب نے اسے سہارا دیا۔ علمہ نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس کی چپٹیں نکل گئیں۔

”آرام سے بیٹا..... آپریشن ہوا ہے..... بس ذرا سی ٹیک لگا لو!“

”آپریشن!“ علمہ نے کچھ یاد کرانے کی کوشش کی۔
<http://kitaabghar.com>

دھندلے دھندلے سے منظر نظروں سے گزرنے لگے..... اسے بہت مشکلوں سے ہاسپٹل لایا گیا تھا۔ جہاں ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ فوری آپریشن کرنا ہوگا۔ بچے کے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک کم ہو گئی تھی۔ علمہ کو یاد آ رہا تھا کہ لیڈی ڈاکٹر نے زرباب کو سخت سخت سنائی تھیں۔ کہ ایک تو انہوں نے علمہ پر کام کا بہت زیادہ بوجھ ڈالا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے وقت سے پہلے ہی پین ہونے لگے تھے اور دوسرے اسے ہاسپٹل لے جانے میں اتنی تاخیر سے کام لیا گیا تھا کہ بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے آدھی رات میں اس کا سیزر کیا تھا۔ علمہ کو سب کچھ یاد آ رہا تھا.....
 حواس قدر زلزلے بحال ہوئے تو اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھ زرباب اور اس کی مہربان پڑوسن زبیدہ کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ علمہ اُنے کسی کے بارے میں کوئی استفسار بھی نہ کیا۔ خود زرباب بھی نجانے کیوں بہت خاموش سا تھا! بیٹے کا باپ بننے پر بھی اس کے انداز میں وہ جوش و خروش نہ تھا جو

اس نے محض علمہ کو پر یکینٹ ہونے کی خبر سن کر ظاہر کیا تھا۔ اس نے علمہ کو ایسا لگتا تھا جیسے وہ برسوں کی تھکن اتارنے کے لئے بستر پر جالیٹی تھی۔ اس کے بند بند میں تھکن اور دکھن تھی۔ آنکھیں موندے وہ صرف سویا کرتی۔ کسی بات سے اسے کچھ سروکار نہ لگتا تھا! زبیدہ خالہ ایک ماں کی طرح اس کے اور بچے کے چھوٹے چھوٹے کام کر رہی تھیں۔ علمہ کا رواں رواں ان کا احسان مند ہوتا جا رہا تھا!

بچے کی پیدائش کا چوتھا دن تھا۔ علمہ بیٹھی افنان کو فیڈ کر رہی تھی۔ زر باب کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے کی پریشانی علمہ کو دور سے ہی نظر آ جاتا کرتی تھی۔

”ڈاکٹر نے ڈسچارج لیٹر تیار کر دیا ہے!“ اس نے علمہ کو بتایا۔

علمہ نے سکون کا سانس لیا۔ چار دنوں میں ایسا لگنے لگا تھا جیسے وہ چار سالوں سے اس کمرے میں رہ رہی تھی۔

”خالہ..... آپ پلیز گھر فون کر دیں..... امی کو بتادیں کہ میں علمہ کو لے کر گھر آ رہا ہوں۔“

”یہ کارڈ لے لیں۔ باہر آفس کے پاس بوتھ ہے۔“

علمہ خالہ کے جاننے کے بعد زر باب نے علمہ کو دیکھا۔

”علمہ..... بہت پریشان کن صورتحال ہے!“

”جی.....“ علمہ گھبرا گئی، ”خیریت؟“

”ہاسپٹل کا بل تو میری توقع سے کہیں زیادہ ہے اور توقع کیا..... پہنچ سے زیادہ ہے!“

علمہ ٹکر ٹکر زر باب کا منہ دیکھنے لگی۔

”اب کیا کریں علمہ؟ میرے پاس تو اتنی رقم نہیں ہے۔ ثوبیہ کی شادی نے تو میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اوپر سے یہ بجلی اور گر پڑی.....“

”بتاؤ کہاں سے لاؤں اتنے پیسے؟“

”اس نے علمہ کی نگاہوں کے سامنے پیر لہرایا۔ علمہ کے اپنے حواس اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔“

”آپ..... امی سے کہہ کر.....“

”اوں ہوں.....“ اس نے سر ہلایا، ”میں جانتا ہوں..... ایک بالکل بے فائدہ سوچ ہے یہ!“

”ابو کے پاس چلے جائیں.....“ علمہ نے آہستگی سے کہا۔

وہ جانتی تھی وقار صاحب سیمائے کافی کچھ جمع کئے ہوئے تھے۔ ان سے مختصر عرصے کے لئے وہ رقم لی جاسکتی تھی۔

علمہ کو احساس ہوا کہ زر باب ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھ رہا ہے۔

”میں کہہ رہی ہوں زر باب..... ابو جی کو فون کریں.....“

پھر ایک دم ہی علمہ کو کچھ خیال آیا۔
 ”زرباب! آپ نے ان لوگوں کو افغان کی پیدائش کے بارے میں بتایا؟ ان چار دنوں میں نہ ابوجی آئے..... نہ سیمہ اور ارما.....“
 زرباب اب بھی خاموش کھڑا تھا۔

”میں..... ان سے رقم نہیں مانگ سکتا!“ وہ نجانے کیوں بہت مدہم سے لہجے میں بولا۔

”اچھا.....“ اب کوئی راستہ نہ بچا تھا! مجھے اپنا موبائل دیں پلیز!“ وہ آہستگی سے بولی۔

”کس کو کرو گی؟“ زرباب بے چین ہو گیا، ”اپنے گھر مت کرنا..... پلیز.....“

”نہیں..... گھر نہیں کروں گی!“

<http://kitaabghar.com>

زرباب نے اپنا موبائل فون جیب سے نکال کر اس کی جانب بڑھادیا۔

علمہ نے شرمندگی کے سمندر میں ڈوبتے، ابھرتے..... ایک SMS لکھا۔

”مجھے..... کچھ رقم کی ضرورت ہے..... سٹی کیئر ہسپتال روم نمبر 6 علمہ!“

میج کو Send کر کے اس نے زرباب کے سیل سے ان الفاظ کو ڈیلیٹ کر دیا۔ سیل اس نے زرباب کی جانب بڑھایا۔
 ”کیا ہوا؟“ وہ کسی خیال میں غم بیٹھا تھا، ”کال نہیں ملی؟“
 ”مل گئی۔“

<http://www.kitaabghar.com>

”بات تو نہیں کی تم نے؟“

”کر لی ہے۔“

زرباب نے حیرانی سے سیل آن کر کے کال لاگ دیکھا۔ اس میں کوئی نمبر نہ تھا۔
 ”کسی فرشتے کو کیا تھا؟“ وہ خفگی سے پوچھنے لگا۔

<http://kitaabghar.com>

”جی!“ علمہ آہستگی سے بولی۔

”علمہ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ زرباب سلگ اٹھا۔

”کچھ دیر انتظار کر لیں۔“ علمہ نے بیڈ سے سرٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

آدھے گھنٹے بعد ایک لڑکا دروازہ بجا رہا تھا۔ زرباب اٹھ کر باہر گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ اور چہرے پر جہان بھر کی حیرت تھی۔ اس نے میکائی انداز میں لفافہ علمہ کی طرف بڑھادیا۔

<http://kitaabghar.com>

”ایک لڑکا تھا..... اس نے بس اتنا کہا کہ یہ علمہ کے لئے ہے.....“

علمہ نے لفافے میں جھانکا پھر سکون سے وہ لفافہ زرباب کی جانب لوٹا دیا۔

”بل پے کر دیں تو گھر چلتے ہیں!“

زر باب نے لفافے میں سے رقم نکالی۔ گئی۔ پھر اسی حیرت سے علمہ کو دیکھا جو اس کے چہرے پر چمک سی گئی تھی۔
”یہ تو..... بل سے بھی..... کہیں زیادہ ہیں۔“

”رکھ لیں..... واپس کر دیں گے!“

”لیکن..... علمہ..... بتاؤ تو سہی..... یہ رقم بھیجی کس نے ہے؟“

”نہیے ایک دوست!“

”کہاں رہتی ہے؟“

علمہ نے التجا سے زر باب کو دیکھا۔

”زر باب بل دے آئیں تو گھر چلتے ہیں!“

زر باب کا کام ہو چکا تھا۔ جرح کرنا اسے بھی پیٹر گننے کے مترادف لگا۔ سو وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

زربیدہ خالہ فون کر کے واپس آئیں تو علمہ نے انہیں سامان سمیٹنے کی درخواست کی۔ خالہ بھی تھک چکی تھیں۔ گھر جانے کا سن کر ان کے چہرے پر بھی روشنی سی آگئی تھی۔ وہ جلدی جلدی سامان سمیٹنے لگیں۔

http://www.kitaabghar.com



زر باب اور علمہ گھر پہنچے تو ثوبیہ اپنے شوہر کے ہمراہ آئی ہوئی تھی۔ لاؤنج میں ہنسی مذاق کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میز پر کھانے پینے کا

سامان پھیلا ہوا تھا۔

علمہ اور زر باب کو دیکھ کر ایک دم خاموشی چھا گئی۔ وہ سب اس طرح چپ ہو گئے۔ جیسے کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہوں۔
”شرافت بیگم نے سب سے پہلے خود پر قابو پایا۔ وہ قدرے سنجیدہ سی اٹھیں۔ آ کر علمہ سے ملیں۔ بچے کو چوما۔ ثوبیہ بھی ان کی دیکھا دیکھی آگے بڑھی۔ اس نے بھی علمہ کو زبانی سے انداز میں ساتھ لگایا، اور اس کی گود سے افغان کو لے لیا۔“

”کتنا کیوٹ ہے۔ بالکل زر باب بھائی جیسا لگتا ہے۔ فرقان..... دیکھیں نا..... کتنا پیارا ہے میرا بھتیجا!“

ثوبیہ فرقان کے پاس جا بیٹھی۔ زر باب بھی سنجیدہ سنجیدہ سا جا کر فرقان سے حال احوال لینے لگا۔ علمہ کو احساس ہوا جیسے کچھ تھا..... جو سب کے انداز میں ایک سنجیدگی پیدا کر رہا تھا۔ زر باب کے انداز میں شروع سے ایک کھنچاؤ تھا جسے علمہ نے بری طرح محسوس کیا تھا۔ اب گھر پہنچ کر بھی وہ ایک کونے میں خاموشی سا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

علمہ ابھی بھی چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں دشواری محسوس کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ذہن صوفے پر جا بیٹھی۔ افغان ثوبیہ کی گود میں تھا۔

شرافت بیگم نے دھیرے سے علمہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ علمہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ ان کے انداز میں نرمی اور ہمدردی تھی۔

www.kitaabghar.com

”علمہ بیٹی.....“ ان کے سارے انداز چونکاوانے لگے تھے۔

http://kitaabghar.com

”جی!“ علمہ کا دل ان کے ہمدردی بھرے انداز پر گھبرانے لگا۔

”تمہارا بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ اسے تمہاری توجہ اور محبت کی ضرورت ہے اس لئے تمہیں بہت حوصلے اور صبر سے یہ وقت جھیلنا ہوگا!“

علمہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا..... دل برسات کی زد میں آئی سوکھی شاخ کی طرح لرزنے لگا..... وہ کھلی آنکھوں سے صرف ان کا چہرہ

دیکھتی رہی۔

”توبہ کی شادی میں..... جب تمہاری طبیعت خراب ہوئی..... ٹھیک اسی وقت..... تمہارے ابو کو بھی دل کا دورہ پڑا تھا.....“

علمہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ کان بھی بند کر لیتی..... وہ گھڑی کی سوئیاں روک دیتی..... وہ سب کو ہمیشہ کے لئے خاموش رہنے کا حکم دے دیتی..... لیکن کچھ بھی بس میں نہ تھا!

”تمہارے ابو جی..... اب نہیں رہے علمہ!“

ایک تیز رفتار ٹرین تھی جو شور مچاتی اس کے اوپر سے گزر رہی تھی۔ علمہ نے خاموشی سے اپنے وجود کے بہت سے حصے ہوتے دیکھے.....

”ابو جی.....“ پھر جیسے وہ غنودگی میں بولی تھی۔ اس کا سر شرافت بیگم کے کاندھے سے جا لگا۔

www.kitaabghar.com

☆

http://www.kitaabghar.com

سردیوں کے موسم میں بے پناہ اداسی گھلی ہوئی تھی۔ علمہ کو اداسی اور دکھ کی سفید اوس اپنے اعصاب پر ایک چادر کی طرح لپٹی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ ان دنوں ذات کا موسم خزاں کا موسم تھا۔ کوئی بات خوشی کی بات نہ تھی۔ کوئی مسکراہٹ سچ نہیں بولتی تھی۔ کوئی احساس آسودہ نہ تھا۔ وہ چار دن ہسپتال میں رہی تھی اور ان چار دنوں میں روئے زمین پر سے علمہ کا میکہ جیسے سرے سے مٹ گیا تھا۔ اس کی مرحومہ ماں کا گھر۔ اس کے باپ اس کی لاڈلی، پیاری بہنوں کا گھر..... کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔

دقار صاحب نے طبیعت بگڑتے ہی پروین خالہ اور ساجد کو بلوایا تھا۔ وہ لوگ چند گھنٹوں میں ان کے پاس پہنچ گئے تھے۔ جہاں دقار صاحب نے موت کی طرف سے ملی ہوئی ذرا سی مہلت میں اپنا دوسرا فرض بھی پورا کر ڈالا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے سیمہ اور ساجد کا نکاح پڑھوایا تھا۔ چند گھنٹوں بعد ہی وہ دنیا میں نہ رہے تھے۔

ان کے سوئم سے فارغ ہو کر پروین خالہ اور ساجد سیمہ اور ارمہ کو دو تین دن کی مدت میں تیاری کا کہہ کر واپس چلے گئے تھے۔

جانے سے پہلے سیمہ اور ارمہ علمہ سے ملنے آئی تھیں۔ تینوں بہنیں آپس میں لپٹ کر خاموشی سے روتی رہیں۔ ملاقات کا سارا وقت صرف آنسو بہانے میں ہی پورا ہو گیا۔ ان کے جانے کا وقت آ گیا۔ سیمہ ارمہ کو اپنے ساتھ لے لے جا رہی تھی۔ گھر کا سامان ڈبوں میں پیک کر کے رکھ دیا گیا۔ گھر میں تالا ڈال دیا گیا۔ یوں محض ہفتہ بھر میں وہ گھر سے محض ایک خالی مکان رہ گیا۔ علمہ جب کبھی تنہا بیٹھتی، اس کا دل اس خالی مکان میں جا نکلتا۔ وہ کمروں میں جھانکتی، برآمدے میں ٹہکتی، کچن میں کچھ ڈھونڈتی پھر صحن میں جا بیٹھتی تھی۔ صحن میں بھی سوائے موتیا کی بھینی، بھینی، بھید بھری خوشبو

کے سوا بھلا کیا ملتا تھا! ”خالی گھر میں کیوں آتی ہو؟ نہ آیا کرو..... کہیں تم کبھی ڈرنے جاؤ!“

<http://kitaabghar.com>

”یہ میرا گھر تھا..... کیوں نہ آؤں؟ اور یہ خالی کب ہے؟ یہاں تم کیوں ہو؟“

”میں..... میں تو رہتا ہی یہاں ہوں۔ لیکن یہ میرا گھر نہیں ہے!“

”تمہارا نہیں ہے پھر بھی تم یہاں رہتے ہو؟ یہ غلط بات ہے!“

”معاف کرنا۔ لیکن میرا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔“

<http://kitaabghar.com>

”تو نیا ٹھکانہ ڈھونڈ لو۔“

”میرے بس میں نہیں ہے!“

”کب تک رہو گے خالی گھر میں..... خالی گھر میں رہ کر کوئی کیا کر سکتا ہے بھلا؟“

”وہی جو میں کر رہا ہوں..... انتظار لا حاصل“

☆ کتاب گھر
افغان بہت پیارا بچہ تھا۔ اس نے اپنی ماں سے وراثت میں بہت کچھ لیا تھا۔ ڈھیر سا صبر..... حوصلہ، ہر حال میں خوش رہنے کی عادت..... شکوے، شکایت اور گلے سے عاری پن۔

وہ سارا سارا دن کاٹ میں لیٹا انگوٹھا چوسا کرتا تھا۔ علمہ ایک Rattle اس کے کاٹ کے اوپر باندھ دیتی۔ وہ اسے دیکھتے دیکھتے سو جاتا اور جاگ کر پھر اسے ہی دیکھا کرتا۔ علمہ کو گھر کے کاموں سے ذرا سی فرصت ملتی تو وہ بھاگی بھاگی افغان کے پاس جاتی۔ وہ بھوک پیاس کے احساس سے عاری..... گہری نیند سوتا ہوا ملتا۔ علمہ اسے اٹھا کر چومتی، چوم چوم کر جگاتی فیڈ کراتی پھر دوبارہ سے کاٹ میں ڈال دیا کرتی تھی۔

شکل و صورت میں بھی وہ چینی کا گڈا تھا۔

<http://kitaabghar.com>

”جو بھی اسے دیکھتا، اسے پیار کرنا، اچوتا تھا۔“

ثوبیہ کے جانے سے شرافت بیگم کی طبیعت کچھ ست پڑ گئی تھی۔ پہلے سی تیزی طراری ان میں نہ رہی تھی۔ علمہ پر طنز و تشنیع یا ڈانٹ ڈپٹ کا کوئی موقع وہ اب بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھیں لیکن اب علمہ اس ماحول میں اس طرح رچ بس گئی تھی، شرافت بیگم کی طبیعت سے اسے اس قدر واقفیت ہو چکی تھی کہ وہ کوئی ایسا موقع آنے ہی نہیں دیتی تھی۔ یوں بھی باپ کی اچانک وفات نے اسے اندر سے بچھا ڈالا تھا! وہ اپنے باپ سے حد درجہ اٹیچڈ تھی۔ وقار صاحب نے بھی بیوی کی وفات کے بعد بیٹیوں کو کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔ وہ ان پر گمان کی طرح مہربان اور باپ کی طرح پر شفقت تھے۔ بیٹیاں باپ کی دیوانی تھیں۔ تو باپ بیٹیوں پر واری قربان جاتا تھا!

وقار صاحب کی وفات اور سیما اور ارما کے سکھر جانے کے واقع کو جھیلنے کے لئے علمہ کو ایک شدید جذباتی اور نفسیاتی سہارے کی ضرورت

تھی۔ کوئی ہوتا جو پل پل اس کی خوشی اور اس کی آنکھوں کی نمی کا خیال رکھتا۔ کوئی ہوتا جو اس کے دکھی دل پر وقت بے وقت اپنی مہربانی کا ہاتھ رکھتا.....
 علمہ کو ایسا کوئی بہارا میسر نہ تھا!.....
 زر باب ٹوبیہ کی شادی کے بعد جیسے آدھا گم ہو گیا تھا؟ اس پر اتنا قرض ہو گیا تھا کہ اسے دیگر تمام معاملات جیسے بھول سے گئے تھے۔ وہ صبح آفس جاتا اور رات گئے لوٹا کرتا کھانا کھاتا، افنان سے باتیں کرتے کرتے کب سو بھی جاتا، اسے خود کو خبر نہ ہوتی تھی۔ علمہ جانتی تھی زر باب کے لئے یہ ایک مشکل وقت تھا۔ وہ اسے آسان بنانے کی اپنی جانب سے ہر ممکن سعی کیا کرتی۔ وہ زر باب کے تمام کام وقت پر پورے کرتی۔ اس کے سارے کپڑے ہر وقت دھلے ہوئے، استری شدہ حالت میں ہوتے تھے۔ کھانا وقت پر تیار ملتا اور اکثر وہ زر باب کی پسند کی ڈشیں بنانے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ رات اس کے سونے کے بعد علمہ افنان کو لے کر باہر آ جاتی تھی تاکہ زر باب کی نیند ڈسٹر نہ ہو۔ وہ گھر کے چھوٹے چھوٹے مسئلوں سے اسے تنگ نہیں کرتی تھی۔ خرچے کے لئے اس نے کبھی علیحدہ سے کوئی رقم اس سے نہ مانگی تھی۔ جو مختصر سی رقم وہ اسے جیب خرچ کے نام پر ہر ماہ دے دیتا علمہ اس میں سے بھی اکثر کچھ پیسے بچا ہی لیا کرتی تھی۔ کیونکہ بازار جانے کی وہ پہلے بھی چور تھی اور اب تو بازار کی شکل دیکھے اسے مدتوں ہو گئی تھیں..... جہیز اور بری کے کپڑوں کے سوائے کپڑوں کے بارے میں اس نے اب تک نہ سوچا تھا، اور اگر اس نے نہ سوچا تھا تو بھلا کسی اور کو سوچنے کی کیا ضرورت تھی؟ افنان کے پاس بھی چند ایک کپڑے تھے جنہیں روز دھو کر وہ کام چلایا کرتی تھی۔
 سوا اپنی جانب سے علمہ نے زر باب کو سکون اور آرام دینے میں کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ زر باب کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ زر باب مسکراتا تو علمہ کی تھکن پکھل جاتی تھی۔ وہ ہنستا تو علمہ کا رواں رواں مسکرانے لگتا تھا۔
 زر باب اور افنان کے سوا اب اس کی زندگی کا نہ کوئی دوسرا نام تھا نہ مقصد!

☆

حُسنہ اور حُسن آراء

حُسنہ اور حُسن آراء اور حاضر کی مقبول ترین مصنفہ **عمیرہ احمد** کی 4 تحریروں کا مجموعہ ہے جس میں ایک کہانی حُسنہ اور حُسن آراء پہلی بار آپ کے سامنے آرہی ہے۔ عمیرہ احمد کا TV کے لئے یہ پہلا منی سیریل بھی تھا اور یہ TV کی تاریخ کے پہلے ترین منی سیریلز میں سے ایک تھا..... اپنی تھیم کے لحاظ سے یہ آپ کو بہت متاثر کرے گا۔ مگر انسانی فطرت اس سے زیادہ حیران کن اور متاثر ہے۔
حُسنہ اور حُسن آراء کتاب گھر دستیاب ہے جسے ناول سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

چند ماہ بعد سیما آرماء، ساجد کے ہمراہ اس سے ملنے آئی تھیں۔ علمہ کو لگا جیسے وہ ایک سوکھی دھڑتی تھی جس پر کسی نے بارش کی چند بوندیں برسادی ہوں۔
 ان لوگوں نے بند گھر کو کھولا تھا۔ وہاں ان کا چند روز قیام کرنے کا ارادہ تھا۔ علمہ بھی شرافت بیگم اور زرباب سے اجازت لے کر ایک دن کے لئے وہاں آگئی تھی۔ بہنوں نے اس سے خوب ہی شکوے، شکایت کئے۔

”ہم تو سمجھتے تھے آپ، آپ چند ہی دنوں میں ہم لوگوں سے ملنے سکھر آئیں گی لیکن آپ نے تو شادی کیا کی، پرانا ہی رشتہ ناطہ سچ مچ ہی پرانا اور بے وقعت ہو گیا آپ کی نظر میں!“
 آرماء اس کی گود میں منہ چھپا کر دھواں دھار روئی تھی پھر اس نے بیگمی پلکوں اور پھولے ہوئے منہ سے کہا تھا۔
 ”میں تو آپ کو، آپ کی شادی کے بعد اب دیکھ رہا ہوں۔“ ساجد بولا، ”آپ تو حقیقی معنوں میں پیا کو پیاری ہوئی ہیں..... ایک یہ سیما ہے، اتنے مہینوں سے اس کی ایک ہی رٹ تھی۔ کہ علمہ آپ سے ملنے جانا ہے؟ یوں سمجھیں، اسے یہاں آ کر؟ آپ سے مل کر قرار مل گیا ہے وہاں تو یہ بے قرار ہی رہی ہے اتنے دن!.....“

سیما خاموشی سے علمہ سے لگی بیٹھی ہوئی تھی۔ علمہ کو لگا جیسے ان دونوں کا دکھ ایک سا تھا انہیں ایک دوسرے سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔
 ساجد کچھ ضروری سامان لینے باہر چلا گیا اور آرماء کو کھانا پکانے کچن میں جاٹھی تو دونوں بہنوں نے بولتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا!
 ”خوش ہونا سیما؟“ علمہ نے پوچھا۔

”بس آپ..... ٹھیک ہی ہے۔ جس طرح میری شادی ہوئی، مجھے تو ایک خوفناک سا خواب لگتا ہے جس کا اثر دل سے جاتا ہی نہیں..... درد سے بے حال ہوتے ہوئے ابوجی..... اسی عالم میں ان کا اصرار..... اور چند گھنٹوں میں ساجد سے میرا نکاح..... اور نکاح کے چند ہی گھنٹوں بعد..... ابوجی.....“
 اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔
 ”یہ ہے میری شادی کی چند یادیں..... شادی، جو زندگی بھر لڑکیوں کے حافظے میں پوری تازگی کے ساتھ محفوظ رہتی ہے۔ مجھے اس کی یادوں سے خوف آتا ہے!“

”جانے دو سیما..... بھول جاؤ..... ایسے ہی ہونا تھا۔ قسمت کا لکھا ہوا تھا نا..... کون بدلتا؟“
 ”یہ بتاؤ..... اپنے گھر میں تو خوش ہونا..... وہاں تو کوئی تکلیف نہیں ہے تمہیں؟ اور آرماء؟“
 ”ارمائی چاری..... کیسے رہ رہی ہے؟ میں نے اس سے تو پوچھا ہی نہیں..... ورنہ شاید وہ دھاڑیں مار مار کر رزونے لگتی!“
 سیما نے سانس بھر کر اسے دیکھا۔

”سب کچھ بس نارمل بنا ہے اپنا۔ نہ اچھا، نہ برا..... پہلے دن سے ہی ارمانے میرے ساتھ مل کر پورا گھر سنبھال لیا تھا..... پھر بھلا کس کو اس کے بے ضرر وجود سے شکایت ہونا تھی..... پروین خالہ نے مجھ سے بات کی ہے۔ ساجد کا ایک کزن ہے۔ معمولی سی شکل و صورت، معمولی سی ذہنی اپروچ..... معمولی سی نوکری۔ یونہی زیادہ وقت بے کار بیٹھا نظر آتا ہے..... خالہ کہہ رہی تھیں..... اگر اراما کی اس سے شادی کر دی جائے تو.....“

علمہ کا دل لرز گیا.....

”تمہاری باتوں سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ سیمہ کہ وہ کس طور اراما کے قابل نہیں ہے!“

”ایسا ہی ہے!“

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”کیسے انکار کروں؟ اراما کہاں جائے گی اس انکار کے بعد؟“

علمہ بے بس سی نظروں سے بہن کا چہرہ تک رہی تھی!

”میرے ذہن میں ایک بات ہے اپنا..... آپ سے کہہ تو رہی ہوں..... لیکن مجھے لگتا نہیں ہے کہ ایسا ہو سکے.....“

”ہاں..... بولو سیمہ..... میرے بس میں جو بھی ہوا، میں کر گذروں گی۔“

”آپ کا دیور عارف..... ساجد کے اس کزن سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے۔ پڑھا لکھا ہے۔ صورت شکل بھی مناسب ہے۔ اگر آپ اپنے سسرال والوں کو اراما کے حق میں ہموار کر سکیں۔“

علمہ خاموش بیٹھی رہ گئی..... کیسی انہونی سی بات کہہ دی تھی سیمہ!

”اچھا میں زرباب سے بات کروں گی!“ وہ اتنا ہی بولی۔

”آپ بات کر لیں۔ اگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تو.....“

”تو کیا؟ کچھ اور بھی ہے تمہارے ذہن میں؟“ علمہ نے جلدی سے پوچھا۔

<http://kitaabghar.com>

”پھر میں رامش بھائی سے کہہ کر دیکھوں گی۔ شاید وہ کچھ حل نکالیں۔“

علمہ سے کچھ بولا نہ گیا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ یہ موضوع مقام بے بسی تھا۔ علمہ کو راہ قرار ڈھونڈنا پڑتی تھی۔

”ابو جی کے انتقال پر انہوں نے ایک بھائی بن کر ہمیں سہارا دیا تھا۔ آپ یہاں ہوتیں تو دیکھتیں اپنا۔ کس طرح انہوں نے چھوٹی سے

چھوٹی بات کا خیال رکھا۔ ہمارے سکھر جانے کے بعد انہوں نے پیچھے سے ڈھیروں سامان بھجوایا۔“

”اچھا!“ علمہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

”یہ خیال اس کے دل میں سوئی کی نوک بن کر چھتا رہا تھا کہ سیمہ اور اراما کس بے سرو سامانی کے عالم میں چلی گئی تھیں۔ وہ اکثر سوچا کرتی

تھیں کہ سیمہ نے گزشتہ کس طرح شروع کی ہوگی!

”جی اپنا..... جیسے انہوں نے آپ کے لئے بہت کچھ بھیجا تھا اسی طرح میرے لئے بھی بہت سی اچھی اور قیمتی چیزیں..... بنا کچھ کپے سنے..... چپ چاپ وہاں پہنچ گئیں۔“

<http://kitaabgah.com>

چند لمحے دونوں بہنیں خاموشی سے اس احسان مندی کے جذبے کو محسوس کرتی رہیں پھر سیمانے اسے دیکھا۔

”کبھی خیال آتا ہے اپنا..... ابو جی نے..... شاید..... زیادتی کی ان کے ساتھ..... کیوں مایوس کیا انہیں!“

”بس سیمہ۔ خاموش ہی رہو!“ اس نے التجا کی۔

”رامش بھائی کا قصور بھی کیا تھا.....“ شاید ان کا اتنا دولت مند ہونا ان کا قصور ہو گیا یا شاید..... آپ کو چاہنا.....“

”سیمہ..... بھول جاؤ ان باتوں کو..... کیا رکھا ہے..... پرانی راکھ نہیں کریدتے۔“

<http://kitaabgah.com>

”دکھ ہوتا ہے آپ..... شاید آپ دونوں کے ساتھ ہی زیادتی ہوئی..... کتنا خوش رہیں آپ ان کے ساتھ۔“

”میں؟ میں تو بہت خوش ہوں سیمہ..... تم میری بات مت کرو..... مجھے کوئی شکایت نہیں ہے..... زرباب کا ساتھ میری سب سے بڑی خوشی ہے!“

☆ کتاب گھر

<http://kitaabgah.com>

کتاب گھر

<http://kitaabgah.com>

زرباب نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔
”یہ..... کیا کہہ رہی ہو علمہ؟“

”کوئی..... برائی ہے ارام میں؟“ اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا، ”آج یا کل کہیں نہ کہیں تو..... عارف کی بات چلانی ہوگی نا..... اگر آپ لوگ ارام کو کنسیدر کر لیں.....“

”مجھے لگتا ہے۔ تم اب تک امی کو سمجھ نہیں سکیں۔“ زرباب مایوسی سے بولا، ”یہ بات اگر وہ خود کہتیں تب تو ٹھیک تھا..... لیکن یہ بات اگر تم یا میں کہیں گے تو وہ طوفان ہی کھڑا کر ڈالیں گی.....“

<http://kitaabgah.com>

زرباب کے کہے بنا، علمہ کو پہلے ہی اندازہ تھا کہ ایسا ہی کچھ ہوگا..... وہ مایوس سی ہو گئی۔

”پھر بھی..... میں امی سے بات کر کے دیکھتا ہوں!“ زرباب نے اس کے چہرے کو بچھتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

علمہ نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر وہی ہوا، جس کا ڈر تھا۔ زرباب کے معمولی سے ذکر سے ہی شرافت بیگم کو گویا پتنگے لگ گئے۔ وہ تیر کی طرح علمہ کے سر پر پہنچی تھی۔

”دیکھو بی بی! زیادہ ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے..... میں نے اتنی دنیا اور انہی محلوں میں یہ بال سفید کیے ہیں۔ خوب سمجھتی ہوں یہ ساری حکمتیں اور سیاستیں!“

<http://kitaabgah.com>

علمہ نے خاموشی سے ان کا آگ برساتا لہجہ برداشت کر لیا۔

”گھر میں قدم رکھتے ہی تم لڑکیوں کو پورے گھر پر حکومت کرنے کا خواب دکھائی دینے لگتا ہے..... مگر یاد رکھو یہ میرا گھر ہے اور یہاں وہی ہوگا جو مجھے منظور ہوگا..... میں کبھی دوستی بہنوں کو ایک ہی گھر میں نہیں لاؤں گی..... دونوں ایک کر کے مجھے ایک کونے میں بیٹھا دیں..... ہاں!“

وہ ایک جھٹکے سے مڑ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

علمہ غمناک نگاہوں سے انہیں دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

حقیقت تو یہ تھی کہ اس گھر میں قدم رکھتے ہی اس نے اپنی ہستی کو فراموش کر دیا تھا۔ جی جان سے اس گھر میں بسے ہوئے ہر شخص کی قسمت کو اپنا شعار بنایا تھا۔ کبھی شکایت یا گلے کا ایک لفظ بھی اپنی زبان پر نہ لائی تھی۔ اس کے باوجود اس کے متعلق ان کے دلوں میں کیسے کیسے اندیشے تھے ان سب کا اظہار شرافت بیگم نے چند جملوں میں کر ڈالا تھا۔

<http://kitaabghar.com>

علمہ نے سیما کو فون کر کے شرافت بیگم کے تاثرات کے بارے میں بتا دیا..... سیما بھی وہ سب کچھ سن کر خاموش ہو گئی تھی۔

”اتنا تو طے ہے آپ..... کہ میں ارما کی شادی..... ساجد کے اس بونگے کزن سے ہرگز نہیں ہونے دوں گی.....“

”کیا..... کرو گی؟“ علمہ نے ڈوبتے دل اور لرزتی پلکوں کے ساتھ پوچھا۔

”میں..... رامش بھائی کو فون کرتی ہوں..... وہی اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں گے.....“

لیکن سیما..... کیا مناسب ہے کہ ہم..... اپنے سارے مسئلے.....

<http://www.kitaabghar.com>

”رامش بھائی..... نہ ہوتے ہوئے بھی..... ہمارے گھر کا ایک حصہ رہے ہیں، اپنا..... کیا تھے ابو جی؟ ایک معمولی کلرک ہی تھے نا ان کے والد کے آفس میں..... کبھی انہوں نے یہ احساس ہونے دیا؟ ابو جی کی کتنی عزت تھی ان کے دل میں..... اپنے ہر عمل سے انہوں نے ثابت کیا..... ہمارے گھر سے ان کی محبت اور ان کے خلوص کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے اپنا جو ہم اپنا کوئی مسئلہ ان کے سامنے رکھتے ہوئے ہچکچائیں..... اور پھر..... جب ہم..... زرباب بھائی کی امی کے سامنے..... دست سوال دراز کر سکتے ہیں..... تو رامش بھائی تو پھر ہمارے اپنے ہیں!“

علمہ نے فون بند کر دیا..... سیما نے جو کچھ کہا، اس میں سے کسی بات کی وہ نفی نہیں کر سکتی تھی!

<http://kitaabghar.com> ☆

ساجد، سیما اور ارما کو لے کر واپس سکھر چلا گیا تھا۔ سیما نے ارما کی بابت کیا کچھ کہا اور اس کا کیا جواب ملا، علمہ کو خبر نہ تھی۔ وہ پھر ایک بیل کی طرح خاموشی سے اپنے کولہو میں جت گئی تھی۔

ایک دن ایک عجیب بات ہوئی! عارف آفس میں آ کر کھانا کھانے کے بعد سونے کے بجائے شرافت بیگم کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ علمہ کچن صاف کر رہی تھی۔ اچانک ہی اسے احساس ہوا..... کمرے میں سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آوازیں اونچی تھیں اس لئے علمہ کا دھیان خود بخود ہی اس طرف جا رہا تھا۔

”میں آپ سے مشورہ نہیں کر رہا ہوں.....“ عارف کا لہجہ گستاخانہ تھا۔ ”آپ کو اپنا فیصلہ سنارہا ہوں.....“

”تمہارا دماغ اپنے ٹھکانے پر نہیں ہے..... دماغ کو ٹھکانے پر لاؤ اور دھیمی آواز میں بات کرو.....“

<http://kitaabghar.com>

شرافت بیگم گویا پھنکار رہی تھیں۔

لاؤنج میں سویا ہوا افنان ڈر کر اٹھ گیا اور رونے لگا۔

علمہ ہاتھ پونچھتی ہوئی بھاگی۔ افنان کو اٹھا کر چپ کرانے لگی۔ کمرے میں جھگڑتے ہوئے ماں بیٹے کو کسی بات سے سروکار نہ تھا۔ وہ نوک جھونک میں مصروف تھے۔ علمہ کو اب ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

”آپ مجھے زرباب بھائی کی طرح خوفزدہ نہیں کر سکتیں.....“ عارف بے خونی سے بولا۔ ”اور نہ ہی آپ مجھے میری زندگی کی خوشیوں سے محروم کر سکیں گی..... آپ نے اگر مجھ پر بے جا تدبیریں اور پابندیاں لگانے کی کوشش کی تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا.....“

”عارف.....“ شرافت بیگم کی آواز میں شدید صدمہ تھا۔

”میں اپنے دل کی بات آپ سے کہہ چکا..... اب آگے آپ کی مرضی ہے جیسے کرنا چاہیں.....“

”یہ سوچو کہ ابھی تمہاری بہن کے ہاتھ پیلے ہوئے چند ماہ بھی نہیں ہوئے..... سر پر قرض کا پہاڑ ہے جس کے تلے تمہارا بھائی اکیلا ہی پس رہا ہے اور تم بجائے اس کا ہاتھ بٹانے کے..... اپنے چکروں میں پڑ گئے ہو..... تمہیں تو چاہئے تھا اپنی بھائی کا سہارا بنو..... تمہارے سوا ہے کون اس کا.....“

<http://kitaabghar.com>

”قرض چڑھا ہے آپ لوگوں کی بے وقوفی سے..... اپنے بے وقوفیوں کو میرے سر نہ منڈھیں تو بہتر ہے۔ کس نے کہا تھا اپنی حیثیت سے بڑھ کر اتنا کچھ کرنے کو..... اب میں کیا اپنی ساری جوانی یہ قرض اتارنے میں ہی ضائع کر دوں؟ میری زندگی اتنی بے مصرف نہیں ہے..... جو اپنی زندگی کو اتنا بے مصرف سمجھے اس کی مرضی.....“

کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھلا..... عارف سرخ بھبھوکا چہرہ لیے باہر نکلا۔ علمہ ہفتی سی افنان کو سینے سے لگائے سامنے کھڑی تھی..... عارف کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اس کے برابر سے گذر کر چلا گیا۔

”ہائے..... ہائے میں مر گئی..... کوئی ہے!..... سنبھالو مجھے..... میں چلی..... زرباب..... علمہ.....“

شرافت بیگم کی آوازوں پر علمہ کو جیسے ہوش آیا..... وہ بھاگی ہوئی اندر گئی۔ شرافت بیگم بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کے شور ہنگامے سے کمرہ گونج رہا تھا۔

علمہ کو کچھ سمجھ نہ آیا۔ وہ کیا کرے! کیا نہ کرے! سینے سے لگے افنان کو اس نے بیڈ پر لٹایا اور شرافت بیگم کو سنبھالنے لگی۔

”علمہ..... زرباب کو بلاؤ..... میرے زرباب کو بلاؤ..... اسے کہو مجھے اپنا چہرہ دکھا دے..... میں جا رہی ہوں..... علمہ میں مر رہی ہوں..... عارف..... عارف.....“

<http://kitaabghar.com>

”عارف چلا گیا ہے امی جی.....“

www.kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

کہاں..... ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”پتہ نہیں..... گھر سے تو باہر گیا ہے.....“

شرافت بیگم کی آوازیں گلے میں دم توڑ گئیں۔ انہوں نے ہاتھ پیر ڈال دیے۔

☆

عارف نے گھر میں ایک زلزلے کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر ہل کر رہ گیا تھا۔ وہ اپنے باس کی بیٹی سے شادی کر کے انہی کے بنگلے میں منتقل ہو رہا تھا۔ گویا ثوبیہ کے بعد عارف کی رخصتی کی باری تھی!

شرافت بیگم ایک دم ڈھسے گئیں۔ ان کے سارے کس بل کسی نے کھول دیے تھے۔ اب وہ چرمرے سے کپڑے کی طرح ایک کونے میں پڑی رہتیں۔ زرباب کو بھی ایک چپ لگ گئی تھی۔ کتنا پر امید تھا وہ عارف کی طرف سے..... اس نے ایک ہی پھونک میں سارے چراغ گل کر ڈالے تھے۔ رہی علمہ تو وہ ان دونوں کا غم بانٹنے کی اپنی سی کوشش کرتی رہتی تھی۔ کبھی شرافت بیگم کے قریب بیٹھ کر انہیں تسلیاں دیا کرتی تو کبھی زرباب کو حوصلہ باندھنے کی تدبیریں کرتی تھیں۔ عارف کا رویہ بھی کے ساتھ بے حد خراب ہو چکا تھا۔ وہ کسی سے بات کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ صبح کا نکلا رات گئے گھر میں گھستا۔ اکثر وہ کھانا باہر ہی سے کھا کر آیا کرتا تھا۔ بصورت دیگر کسی سے کچھ کہے بغیر کچن میں جا کر جوملا، زہر مار کر لیتا۔

دراصل گھر والوں کے اس سے کچھ مطالبات تھے اور وہ چاہتا تھا کہ اس کے گھر والے رسمی طور پر ہی سہی لیکن رانیہ کا رشتہ لے کر اس کے گھر جائیں۔ اس کے گھر والوں سے ملیں اور اس شادی پر اپنی پوری رضامندی کا اظہار کریں۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنی جاب سے کچھ رقم دے کر، بقیہ رقم شرافت بیگم کے زیوروں کو بیچ کر پوری کر کے، رانیہ کے لئے اچھی سی بری بھی بنوانے کا متمنی تھا۔

شرافت بیگم نے اپنے زیور کبھی برے سے برے وقت میں بھی نہ بیچے تھے۔ بلکہ ان زیوروں کا سن کر زرباب کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ وہ ان کی موجودگی سے لاعلم تھا۔ عارف کو نجانے کیسے ان کی حقیقت کا علم تھا؟

زرباب کو یہ بات سن کر اچھا بھلا صدمہ ہوا تھا۔ ثوبیہ کی شادی نے حقیقی معنوں میں اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ شرافت بیگم نے ثوبیہ تنگ کے لئے اپنے زیورات کی قربانی نہ دی تھی۔ انہوں نے زرباب کی کسی پریشانی کا خیال نہ کیا تھا اور اب عارف انہی زیورات کے لئے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

”عارف کو..... کیسے پتہ..... کہ آپ کے پاس.....“ زرباب نے ماں کا راز کھلنے کی شرمندگی کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔

”ایک مرتبہ..... اسے اپنا لاکر..... ری نیو کروانے بھیجا تھا..... اسے لاکر کا پتہ چلا تو وہ چابی ڈھونڈ کر ساتھ لے گیا..... وہاں نجانے کیا کہہ کر اس نے میرا لاکر کھولنے کی اجازت لے لی بنگ والوں سے..... تبھی سے اسے پتہ ہے کہ میرے پاس..... کچھ..... زیور ہیں!“

شرافت بیگم مسکین سی صورت اور مہین سی آواز کے ساتھ بتا رہی تھیں۔

”تمہارے ابا کی آخری نشانی ہے وہ میرے ساتھ..... کیسے سوچ سکتی ہوں اسے بیچنے کا..... ورنہ تمہاری مشکل دیکھ کر کیا میرا کلیجہ نہیں

پہتا ہے؟“

زر باب بے چارہ ماں کی صورت دیکھ کر رہ گیا۔

<http://kitaabg.com>

عارف کو کسی صورت ماننا تھا نہ وہ مانا۔ اپنے موقف پر وہ نہایت سختی کے ساتھ قائم تھا۔ اپنے باس کی بیٹی تک اس نے نجانے کتنی مشکلوں

سے رسائی حاصل کی تھی اب وہ اتنا اچھا چانس بھلا کیسے گنوا دیتا..... یہ چانس جو اس کی زندگی بنا سکتا تھا۔ اسے کہیں سے کہیں پہنچا سکتا تھا..... ایسا چانس تو قسمت والوں کو بہت مشکل سے ملتا ہے..... اس نے اسے Once in a life time سمجھ لیا تھا۔ شاید ٹھیک ہی سمجھا تھا!

گھر کی فضا پر ایک پراسرار سی خاموشی چھا گئی تھی!

☆

<http://kitaabghar.com>

گھر والوں کو عارف کی ضد کے آگے ہار مانتے ہی بنی۔ شرافت بیگم اپنا لاڈلا بیٹا اور زرباب اپنا اکلوتا بھائی ہمیشہ کے لئے کھونے کی ہمت

نہ رکھتے تھے۔ انہیں عارف سے کمزور سا ہی سہی بہر حال تعلق تو رکھنا تھا۔

دوسری جانب ساری صورتحال میں ثوبیہ کی مداخلت کا بھی بہت عمل دخل تھا۔ عارف اور ثوبیہ شروع سے ہی ایک دوسرے کے نزدیک رہے تھے۔ اب یہ کیسے ممکن تھا کہ عارف اس کنڈیشن میں ثوبیہ کا سہارا نہ لیتا! سو اس نے ثوبیہ کو نجانے کیا کہانی سنائی تھی کہ اب تقریباً روز ہی اس کا فون آتا تھا۔ وہ ماں اور زرباب کو عارف کے حق میں ہموار کرنے کا بیڑا اٹھا چکی تھی۔ سو گھنٹوں وہ شرافت بیگم اور زرباب کے کان کھایا کرتی۔ ایک روز علمہ افغان کو فید کر دیا ہی تھی۔ ثوبیہ کا فون آیا تو شرافت بیگم فون اٹھا کر اس کے قریب ہی آ بیٹھیں۔ وہ ثوبیہ سے بات کر رہی تھیں۔

”دل نہیں مانتا ثوبیہ..... کیسے اپنا پلا پلا یا جوان بیٹا ان چوہدریوں کو سو نپ دوں؟“

میری عمر بھر کی کمائی میرے یہ دو بیٹے ہی تو ہیں..... تم کیا سمجھتی ہو..... یونہی اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی عارف سے کرنے پر تیار ہو گئے ہوں گے وہ؟ بدلے میں ہمیشہ کے لئے ہمیں اپنے عارف کو کھونا پڑے گا..... ہم اس کی صورت دیکھنے کو ترسیں گے.....“

”امی جی..... تصویر کا دوسرا رخ بھی تو دیکھیں۔“ ثوبیہ اتنا اونچا بول رہی تھی کہ علمہ کو ریسور میں گونجتی اس کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

”ہمارا بھائی قیمتی سوٹ پہن کر بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومے گا..... شاندار آفس میں بیٹھا کرے گا..... لوگ اس کی قسمت پر رشک کریں گے..... ورنہ زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟“

علمہ بھابی جیسی غریب، مسکین سی ایک لڑکی آپ پسند کر کے لے آئیں گی جسے عمر بھر پالتا رہے گا..... معیار زندگی نیچے سے نیچے جاتا رہے گا..... کیا ہاتھ آئے گا بھلا اس کے عمر بھر کی محرومیوں کے سوا؟ زرباب بھائی کی طرح اس کے کندھے بھی شادی کے دوسرے سال میں ہی جھک جائیں گے.....

علمہ بہت مشکل سے وہاں سے اٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے..... افغان کو ملے کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی..... اس کا

کمرہ اس کی پناہ گاہ تھا جیسے۔ اس کا ہمدرد تھا۔ اس کی خاموش دیواروں سے علمہ اپنے سارے دکھ کہہ ڈالتی تھی۔ دل کا بوجھ ہلکا سا ہو جایا کرتا تھا۔

”کوئی تمہیں کچھ بھی کہے۔ پروا کیوں کرتی ہو؟ جانتی ہونا..... میرے لئے کتنی قیمتی ہو تم؟“

”میں تمہارے لیے نہیں ہوں..... میری قدر و قیمت وہی لگائیں گے..... جن کے پاس ہوں میں!“

”ہیرا ہمیشہ جوہری کے پاس تو نہیں ہوتا..... کبھی کبھی وہ جس کی ملکیت ہوتا ہے اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ہیرا ہے یا عام نگینہ!“

”اس ہیرے کی قسمت..... جو اس کا مالک اسے سمجھے وہ وہی ہے۔“

”ایسا مت کہو..... کم از کم تم خود تو اپنی قیمت کو سمجھو، جانو!“

”جان کر بھی..... کیا کروں؟“

”جان لوگی تو ایسی باتیں تمہیں دکھی نہ کریں گی۔“

”تمہیں میرے دکھ سے کیا؟“

”تم ایسے کیوں پوچھتی ہو..... نہ پوچھا کرو نا.....“

”پوچھنے سے کیا ہوتا ہے؟“

”میرے راز کھلنے لگتے ہیں..... میں نہیں چاہتا میرے دل کے راز کھلیں!“

”ایسا کیا ہے تمہارے دل میں؟“

”میرے دل میں؟؟ انتظار لا حاصل!“



کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔ اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود Ads کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپ کی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

سیما کا فون آیا تھا۔ سکھڑے۔ وہ بہت خوش تھی..... ارما کے لئے ایک اچھے، شریف گھرانے کے لڑکے کا رشتہ آیا تھا۔ لڑکا اچھی نوکری پر تھا۔ مختصر فیملی تھی۔ سیما اور ساجد کو وہ لوگ پسند آئے تھے۔ سیما فون پر خوب چپک رہی تھی۔
 ”میں نے آپ سے کہا تھا نا آپ..... رامش بھائی ہی اس مسئلے کا حل نکالیں گے..... انہوں نے اپنی شیخوپورہ والی فیکٹری کے منیجر کا رشتہ بھجوایا ہے۔ اب ارمایہ کر شیخوپورہ چلی جائے گی۔“
 ”کیا؟ اتنی دور.....“ علمہ دھک سے رہ گئی۔

”جہاں اللہ نے قسمت لکھی ہو بچیا.....“ سیما ہنس دی۔ وہ بہت خوش لگتی تھی۔
 ”سیما..... اتنی دور ہم لڑکے کی جانچ پڑتال کیسے کر سکتے ہیں.....“
 ”ہمیں جانچ پڑتال کی ضرورت بھی کیا ہے؟ لڑکا رامش بھائی کی فیکٹری میں پچھلے تین سال سے ملازمت کر رہا ہے۔ اس کی فیملی فیکٹری کی طرف سے ملے ہوئے گھر میں رہائش پذیر ہے۔ رامش بھائی اس لڑکے کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ انہوں نے اسے خاص طور پر بتایا ہے کہ لڑکی ان کی منہ بولی بہن ہے۔ پھر آپ کی گھبراہٹ کی کیا وجہ ہے؟“
 ”علمہ نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اس لئے گھبرا رہی تھی کہ ان لوگوں سے بہت دور، اکیلی بیٹھی یہ سب کچھ سوچ رہی تھی۔ جبکہ سیما ان لوگوں سے مل چکی تھی۔ لڑکے کو دیکھ چکی تھی۔ رامش سے اس کے بارے میں بھی کچھ ڈسکس کر چکی تھی۔
 سو سیما کا اطمینان بھی جائز تھا۔ اور خوشی بھی!“

”پھر..... آگے کیا کرنا ہے؟“

”اپنی ہلکی پھلکی سی رسم کر دیں گے..... چھ آٹھ ماہ بعد وہ لوگ شادی کے لئے کہہ رہے ہیں۔“

”تم تو..... کچھ عرصے میں ہی..... مجھ سے بڑی ہو گئی ہو سیما.....“ علمہ آہستگی سے بولی۔

”آپ..... آئیں گی نا ارما کی رسم میں؟“

”میں.....“ علمہ کے پاس اس سوال کا جواب تھا وہ شاید سیما کو تکلیف پہنچاتا۔
<http://kitaabghar.com>

”دیکھوں گی سیما..... کیا حالات بنتے ہیں!“ پھر وہ بولی تھی۔

سیما نے گہری سانس بھری تھی۔ وہ شاید اسی جواب کی منتظر تھی!

☆

بالا خر شرافت بیگم نے اپنی ہار تسلیم کر لی تھی۔ انہوں نے عارف کو بلوایا اور اگلے لگا کر خوب روئیں..... ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسے رخصت کرنے کا ہی شوچ رہی ہوں۔
 ”تم جیتے..... ہم ہارے..... لیکن ہم سے ملنے تو آتے رہو گے؟؟“

”آپ فکر کیوں کرتی ہیں امی جی.....“ اس کی باچھیں کھل گئیں، ”آپ کو تو میں اپنے ساتھ ہی لے کر جاؤں گا..... رانیہ اچھی لڑکی ہے۔ وہ آپ کو کھلے دل سے قبول کر لے گی۔“

<http://kitaabghar.com>

شرافت بیگم کے دل کو اس کے جواب سے ٹھیس سی لگی تھی۔ وہ سامنے کھڑی علمہ سے نظریں چرا گئیں۔

”نہیں عارف..... میرا اپنا گھر ہے ہے یہ..... میں اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی..... تمہاری بیوی ہمارے ساتھ رہنا پسند کرے تو ضرور یہاں آئے.....“

شرافت بیگم نے اپنی بارہ چوڑیاں، ایک بڑا سیٹ اور ایک مالا لاکر سے نکلوا کر عارف کے حوالے کر دی۔ اس نے رانیہ کے لئے زیور بھی

بنوایا اور قیمتی ملبوسات بھی خریدے۔ گھر والوں کو زحمت دینے کی اسے ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ساری خریداری اس نے رانیہ کے ساتھ اس کی پسند کے

مطابق کی تھی۔ خود اس کے اپنے اکاؤنٹ میں اچھی بھلی رقم تھی جس کا زرباب کو اس وقت علم ہوا جب عارف نے کھانے اور ہال کا ریجن منٹ کرنے

کی ذمہ داری اس پر ڈالی۔

زرباب ماں اور بھائی کی پس پردہ باتیں منکشف ہونے پر چپ کا چپ رہ گیا تھا! گویا وہ علمہ قربانی کا بکرا تھے جن پر دل کھول کر چھری

چلائی گئی تھی۔

اسے شرافت بیگم کے رویے سے زیادہ ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ اتنا زیور خاموشی سے چھپائے بیٹھی تھیں جو اگر ثوبیہ کی شادی کے موقع پر کام آتا تو

زرباب قرض کے بوجھ سے یوں دہرا نہ ہو رہا ہوتا..... عارف..... جس کے بارے میں زرباب کا خیال تھا کہ وہ زرباب کا قراض اتارنے میں اس

کی مدد کرے گا..... اس کا دایاں بازو ثابت ہوگا..... وہی عارف بے مروتی سے آنکھیں ماتھے پر رکھ کر..... نہ صرف اپنی تمام ذمہ داریوں سے صرف

نظر کر کے دامن بچا کر جا رہا تھا۔ بلکہ جو کچھ گھر والوں کی ملکیت تھا اس کا بھی صفایا یوں کر رہا تھا جیسے اس گھر، گھر کے کینوں اور ان کی پرالٹری سے اسے

کچھ واسطہ ہی نہ ہو۔

اس بار بھی قسمت نے علمہ کے ساتھ وہی رویہ رکھا جو پچھلی مرتبہ تھا۔ اراما کی منگنی کی تاریخ ٹھیک وہی تھی جو عارف کی سسرال میں شگون کی

مٹھائی بھیجنے کی تھی۔ علمہ ایک تذبذب کا شکار تھی!

☆ ☆ ☆

عارف کی سسرال جانے کیلئے ہر کسی نے بے حد اہتمام کیا تھا، شرافت بیگم نے اپنا سب سے بہترین سوٹ نکال کر پہنا تھا، عارف کے

دست برد سے بچ جانے والی بالیاں اور عقیق کی انگوٹھی پہنی تھی، بالوں کا جوڑا کافی محنت سے بنایا تھا۔ وہ وہاں جانے سے پہلے ہی ایک عجیب سی خفت

نہیں اپنی کوئی بھی چیز معیاری اور قیمتی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

زر باب نے بھی عارف کی دیکھا دیکھی ٹوبہ کی شادی کیلئے بنوایا ہوا کام والا کرتا اور سفید پا جامہ پہنا تھا، پیروں میں سنہرے کام کے کھسے تھے، علمہ نے جب زر باب کو دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ آگئی تھی، اتنا تیار تو زر باب اس دن بھی نہ ہوا تھا جب پہلی بار بردھوے کیلئے علمہ کے گھر آیا تھا۔ عارف کی تو خیر بات ہی اور تھی، اس نے تو خاص الخاص برانڈ ڈکوٹ پیٹ خریدی تھی، پیروں میں قیمتی برانڈ کے جوتے چمک رہے تھے، اس کے لگائے ہوئے پرفیوم کی خوشبو اوپر ان کے کمرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ علمہ افنان کو گود میں لے کر نیچے اتری تو عارف کف نکس لگا رہا تھا، اُسے دیکھ کر کچھ دیر عجیب سی نظروں سے گھورتا رہا، پھر بولا۔

نہیں اپنی کوئی بھی چیز معیاری اور قیمتی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

”بھابھی..... یہ قبل مسیح کے کپڑوں کی جان کب چھوڑیں گی؟ یہ کمر، یہ ڈیزائن، یہ کپڑا ہی کتنا آڈٹ آف فیشن ہے اب! آپ کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ ایک پڑھی لکھی نئے زمانے کی لڑکی ہیں.....“ علمہ نے بے بس سی نظروں سے شرافت بیگم کو دیکھا، عارف نے جو کچھ کہا وہ غلط تو خیر نہ تھا، رانیہ کے ساتھ شاپنگ کر کے اب اسے جدید تقاضوں کا بخوبی علم ہو چکا تھا، لیکن ایک اور حقیقت بھی تھی جس سے واقف ہوتے ہوئے بھی ناواقفیت کا ڈھونگ سب گھروالے رچانا چاہتے تھے۔

”اور یہ افنان! اسے تو کوئی ڈھنگ کے صاف ستھرے کپڑے پہنائیں..... یہ کپڑے تو یہ کئی بار پہن چکا ہے۔“ عارف نے مزید گل افشانی کی۔

http://www.kitaabghar.com

”چلو خیر ہے.....“ شرافت بیگم مصاحبتی انداز میں بولیں۔

”اب دیر بھی تو ہو رہی ہے، پہلے پہلے دن جا رہے ہیں، وقت پر پہنچیں تو اچھا رہے گا.....“ زر باب کمرہ لاک کر کے بیٹھیاں اترتا آ رہا تھا۔

”چلیں بھی جلدی کریں..... وہ علمہ کے پاس آ کر رکا، راستے سے مٹھائی بھی اٹھانی ہے۔“ عارف علمہ اور افنان کو دیکھ کر بار بار عجیب سے امپریشن دیتا تھا، زر باب کی بات پر کاندھے اچکا تا ہوا باہر نکل گیا۔ علمہ کو تیاری کے وقت بھی احساس تھا کہ اس کے اور افنان کے کپڑے پرانے اور عام سے تھے، اب عارف نے اسے مزید خفیف کر دیا تھا، وہ سر جھکا کر زر باب کے پیچھے چل دی۔ عارف نے بینک میں نئی گاڑی کے لیے درخواست دے دی تھی، ابھی گاڑی ملنے میں کچھ وقت تھا، وہ رانیہ کے گھر جانے کیلئے اپنے کسی دوست سے گاڑی لے آیا تھا، عارف اور زر باب اگلی نشستوں پر بیٹھے، علمہ اور شرافت بیگم پیچھے بیٹھیں..... وہ تینوں آپس میں گفتگو کر رہے تھے، ہنس بول رہے تھے۔ علمہ خوشی سے افنان کو سینے سے لگائے باہر گزرتے منظر دیکھ رہی تھی۔

”یہ منظر بھی کتنی جلدی بدل جاتے ہیں..... ہے نا.....“

”ہاں..... وقت اور منظر کہاں رکتے ہیں!“

نہیں اپنی کوئی بھی چیز معیاری اور قیمتی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

”پھر میرے لیے یہ دونوں کیوں رک گئے ہیں؟ نہ وقت گزرتا ہے نہ منظر بدلتا ہے۔“

”تم نے آنکھیں جو بند کی ہوئی ہیں، آنکھیں کھول کر دیکھو۔“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabg.com>

”آرٹھیں کھولوں گا تو تم کیسے نظر آؤ گی؟“

”بند آنکھوں، رب کے ہوئے وقت اور ٹھہرے ہوئے منظر سے کیا ملے گا تمہیں؟“

”اپنے قریب تمہارے ہونے کا احساس.....“

”ساری عمر ایک جھوٹے احساس کے ساتھ نہیں گزرتی۔“

”جھوٹ کیسا..... یہ تو میرا ج ہے.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”تم دیوانے ہو.....“

”تم جو کہو، اچھا لگتا ہے.....“

”پھر میں خاموش رہوں گی.....“

”تمہاری خوشی.....“

”تمہاری خوشی کیا ہے.....؟“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”انتظارِ لا حاصل.....“

<http://kitaabghar.com>

رانیہ کے گھرانے کا استقبال گرم جوشی سے ہوا، رانیہ کے والدین بیٹی کی خوشی میں خوش تھے، آزاد خیال لوگ تھے، اکلوتی بیٹی کی خوشی کیلئے کچھ بھی کرنے کیلئے تیار..... رانیہ کافی محنت سے تیار ہوئی تھی، اسٹائلش لباس پہنے، خوب شیمپو کیے ہوئے، بال کھولے وہ اچھی لگ رہی تھی..... اتنی تیاری کے بعد کوئی بھی لڑکی اچھی لگتی، شرافت بیگم اور علمہ سے وہ پر تکلف سے انداز میں ملی۔ زرباب کو سرسری سا سلام کیا، پھر عارف کے ساتھ بیٹھ کر بہت بے تکلفی سے، شوخ انداز میں نوک جھونک کرنے لگی تھی۔

رانیہ کی امی شرافت بیگم سے جو گفتگو ہو گئیں، اس کے والد زرباب سے ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگے، علمہ خاموش بیٹھی، سیما اور ارما کے متعلق سوچتی رہی، کیسا ناظمہ جڑا تھا اس کا زرباب! اسے..... پیچھے رہ جانے والے رشتوں کو تو جیسے فراموش ہی کر بیٹھی تھی وہ! ایک شفیق باب تھا جو اس سے ملنے کی خواہش سینے میں لیے دنیا چھوڑ گیا تھا، دو بہنیں تھیں جن کے کسی دکھ درد میں شریک ہونے کا اسے موقع نہ مل سکا تھا، نہ ان کی کسی خوشی میں ہی اپنا حصہ ڈال سکی تھی وہ، یونہی بے بسی اور بے چارگی سے، دور بیٹھ کر وہ ان کے بارے میں صرف سوچ لیا کرتی تھی، وہ کیسی لگ رہی ہوں گی، انہوں نے کیسے کپڑے پہنے ہوں گے..... نجانے خوش بھی ہوں گی یا نہیں؟ کیا وہ بھی اسے یاد کر رہی ہوں گی؟ کیا ان کی آنکھوں کے گوشوں میں بھی نمی ہوگی؟ کیا ان کی مسکراہٹ میں بھی چھپی چھپی سی ادا سی ہوگی؟

کتاب گھر کی ویب سائٹ

<http://kitaabghar.com>

”نہیں..... خدا نہ کرے۔“ اس نے گھبرا کر سوچا۔

”خدا کرے، وہ دونوں بہت خوش ہوں..... ان کی آنکھوں میں روشنیاں ہوں، ان کی مسکراہٹوں میں چمک ہو، ان کے دلوں پر کسی اداسی

کاسایہ نہ ہو..... ان کے ارد گرد اُجالے ہی اُجالے ہوں۔“ زرباب نے اسے کھنکھار کر متوجہ کیا تو وہ چونکی تھی، کھانا چن دیا گیا تھا..... وہ لوگ انہیں کھانے کی میز پر بلارہے تھے۔

بڑی سی میز پر انواع و اقسام کے پکوان موجود تھے، وہ لوگ آگے بڑھ کر ان کی پلیٹوں میں کچھ نہ کچھ ڈال رہے تھے، ہر چیز چکھنے پر اصرار کر رہے تھے، شرافت بیگم اور عارف کی تو باچھیں کھلی جا رہی تھیں، شرافت بیگم اپنے گھر میں جس احساس کمتری اور خجالت سے دوچار تھیں، اب اس کا نام و نشان تک نہ تھا، وہ خوب چمک رہی تھی۔ رخصت لینے کا وقت آیا تو رانیہ کی ماں نے ان سب کیلئے پیک کیے ہوئے جوڑے گاڑی میں رکھوائے، خوشگوار انداز میں الوداع کہا۔ شرافت بیگم نے رانیہ کو بھیج بھیج کر پیار کیا۔ اس کی ماں کو بھی کافی دیر گلے سے لگائے رہیں۔ وہ ان لوگوں کا گھر، رہن سہن کا انداز دیکھ کر ہی متاثر تھیں، اس پر ان کے اخلاق نے انہیں بالکل ہی گرویدہ کر ڈالا تھا۔ گھر آتے ہی وہ عارف کے ساتھ مل کر ان کے دیے ہوئے تحائف کی پیننگ کھولنے لگیں، سب کیلئے خوبصورت سوٹ اور قیمتی پرفیوم تھے، عارف کیلئے ایک برانڈ ڈرسٹ وائچ بھی تھی۔

”ایسی ہوتی ہے سسرال..... جیسی میرے عارف کو ملی ہے.....“ شرافت بیگم چمکیں، اپنے سوٹ کی تہہ درست کرتی علمہ کے ہاتھ لمحہ بھر کیلئے ہنسم گئے۔

”اور ایسے ہوتے ہیں خاندانی اور شریف لوگ! دوسروں کی عزت کرنے والے اور اپنی عزت کروانے والے..... کیوں زرباب.....“ علمہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، جھکی ہی رہیں۔

”جی امی! زرباب مدھم سا بولا تھا۔“

”تمہارے معاملے میں تو..... جلد بازی ہی دکھا بیٹھے ہم.....“ وہ سرد آہ بھر کر بولیں۔ علمہ نے اٹھ کر افنان کو اٹھایا اور باہر جانے لگی۔

”اب سچی بات کسی کو کڑوی لگے بھی تو کیا.....“ شرافت بیگم تمسخر سے ہنس کر بولی تھیں۔ ”سچ تو سچ ہوتا ہے.....“

”اب تو آپ لوگوں کو میرے فیصلے پر اعتراض نہ ہوگا.....“ عارف بے حد خوش تھا۔ اس کے چہرے پر اتنی چمک تھی کہ نظر نہ نکلتی تھی۔

”نہ میرے لال..... تمہاری خوشی میں تو ہم سب خوش ہیں.....“ شرافت بیگم چمکیں اور پھر رانیہ جیسی لڑکی تو خوش قسمتی سے ملتی ہے، بلکہ وہ تو خود ہی قسمت کے تالے کی چابی ہے..... نصیب جگمگا دینے لگی میزے بیٹے کا۔“

”آہ.....“ پھر وہ سرد آہ بھر کر بولیں۔ ”ایک یہ علمہ ہے جب سے گھر میں قدم رکھا ہے اس نے..... زرباب مجھ سا گیا ہے..... لاکھوں کے قرض دار ہو گئے ہم..... روز ایک نت نیا خرچہ ہوتا ہے۔“ علمہ کمرے سے نکل رہی تھی، نجانے کیوں رک گئی، شاید ایک لاشعوری خواہش کے تحت وہ زرباب کا جواب سننے کی متمنی تھی۔ زرباب کی جامد خاموشی پر علمہ نے مڑ کر ایک نظر زرباب کو دیکھا، وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ علمہ سے نظریں ملنے پر وہ نظر اُٹھا گیا، علمہ سر جھکا کر کمرے کی دہلیز پار کر گئی تھی۔

☆ http://kitaabghar.com

سکھڑے سیما اور ازماتا کا فون آیا تھا، وہ دونوں خوش تھیں، بے حد، بے تحاشا خوش..... وہ دونوں اتنی خوش تھیں کہ انہوں نے علمہ کے نہ آنے کا گلہ بھی نہ کیا، سیما نے علمہ کو ارما کے رشتے کی تمام تفصیلات سنائیں۔ لڑکے والے کیسے تھے، وہ رسم کیلئے کیا کچھ لائے، رسم کیسے ادا کی گئی، کس نے کیا دیا، کھانا کیسا تھا، ارماتیار ہو کر کیسی لگ رہی تھی، کتنی تصویریں بنائی گئیں، وہ ایک ہی سانس میں سب سناتی چلی گئی اور علمہ سانس روکے سب سنتی گئی..... کتنا اچھا لگ رہا تھا وہ سب کچھ سننا..... سیما خوش تھی، ارما بہت خوش تھی، اوپر آسمان پر ان کے ماں باپ بھی خوش ہوں گے تو پھر بھلا علمہ خوش کیوں نہ ہوتی! خوشی سے اس کی پلکوں پر ستارے چمکنے لگے جنہیں وہ انگلی سے سمیٹتی گئی۔

”وہ کل بارہ افراد تھے.....“ سیما بولی۔ اور ہماری طرف سے.....“ وہ ہنسی۔

”ہماری طرف سے صرف ایک ہی مہمان تھا..... رامش بھائی.....“ علمہ کا ہاتھ ستارے سمیٹتے سمیٹتے رک سا گیا۔ <http://www.kitaabghar.com>

”ہمارے گھر والوں کے علاوہ صرف رامش بھائی ہی تھے..... لیکن اپنا! وہ گھر والوں سے بڑھ کر ہیں ہمارے لیے..... ہے نا.....“

”ہوں.....“ علمہ بس یہ ہی بول پائی۔

”ارما سے مذاق کر رہے تھے وہ..... چھیڑ رہے تھے اسے..... ارمانے بھی مذاق کیا..... کہنے لگی، رامش بھائی..... آپ نے میرے لیے

لڑکا ڈھونڈا ہے نا..... اب میں آپ کیلئے لڑکی ڈھونڈوں گی..... پتا ہے اپنا انہوں نے کیا کہا.....؟“

علمہ کا ہاتھ کانپا، پتہ نہیں کس طرح انگلی نے غلط کی پریس کر دی، کال ڈش کنکٹ ہو گئی۔ علمہ نے سیل فون کی بے جان اسکرین کو دیکھا اور گہری سانس بھر کر فون ایک طرف رکھ دیا..... پھر وہ اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر چلی آئی۔

مارچ کی خوبصورت سی شام تھی، آسمان پر گلابی بادل ہاتھوں میں ہاتھ دیے چہل قدمی کر رہے تھے، سورج کا بڑا سا نارنجی تھال آہستہ آہستہ بیٹھتا جا رہا تھا، علمہ کی نظریں افق پر بھٹک رہی تھیں۔

”نجانے تم نے کیا کہا تھا.....“

”میں نے کہا، میری قسمت کا چاند کسی اور کی چھت پر جا نکلا، میرے لیے تو اب اندھیری رات ہی ہے.....“

”ایسا کیوں کہا تم نے؟ ہر رات ایک نیا چاند نکلتا ہے..... رات ہمیشہ ہی اندھیری تو نہیں رہتی.....“ <http://www.kitaabghar.com>

”چاند نکلتے ہوں گے..... میں تو..... قسمت کے چاند کی بات کر رہا ہوں، قسمت کا چاند ایک بار کسی اور دیس جا نکلے تو زندگی کے افق پر صرف اندھیرا باقی رہ جاتا ہے.....“

”اوہ..... میں کیوں تمہاری یہ باتیں سننے لگی..... میں کچھ نہیں سننا چاہتی..... تم اب جاؤ.....“

”میں چلا جاتا ہوں..... لیکن تم اس طرح تنہا کیوں ہو؟ وہ کہاں ہے جس کی زندگی کے افق پر تمہاری جگہ گاہٹ ہے..... چاند کا محور کہاں ہے؟“

”پتا نہیں.....“ وہ آزر دگی سے بولی۔ ”ہر محور کا..... اپنا بھی تو ایک محور ہوتا ہے نا.....“

”اچھا تم اداس نہ ہو! چاند تو صرف چمکتا ہوا نظر آنا چاہیے، تمہاری مسکراہٹ کو کوئی گہن نہ لگے..... اور..... میں تو خود ایک گہن ہوں.....“

میں اب جاتا ہوں.....“ رانیہ نے اس کی بات سن کر اس کی طرف سے اس کی غموں غماں کی آوازیں آرہی تھیں، علمہ اٹھ کر تیزی سے کمرے میں گئی، افغان بستر پر لیٹا ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا، علمہ نے اسے اٹھا کر محبت سے اس کا چہرہ چوما اور اسے سینے سے لگالیا۔ ایک ٹھنڈک، سکون سے بھرا احساس اس کے رگ و پے میں سما گیا..... اس نے اس کے ننھے منے ہاتھوں کو کتنی ہی بار چوما..... پھر اسے احساس ہوا کہ وہ خوش تھی..... بے حد خوش..... اس کی بہنیں آج خوش تھیں، اور علمہ اتنی دور سے ان کی خوشی کی کرنوں سے اپنے وجود کو روشن پارہی تھی۔

☆ عارف کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی، رانیہ کا پیدائش کا مہینہ اپریل کا تھا، اور وہ چاہتی تھی کہ شادی کی تاریخ وہی رکھی جائے جو اس کے جنم کی تاریخ تھی۔ رانیہ کی خواہش کا احترام تو از بس ضروری تھا، سواٹھائیس اپریل کا دن ہی ان کی شادی کا دن طے کیا گیا، عارف کے قدم زمین پر نہ نکلتے تھے، وہ سارا سارا دن مختلف قسم کی تیاریوں میں مارا مارا پھرتا تھا، وہ ہر قیمت پر اپنے سسرال والوں کے معیار پر پورا اترنا چاہتا تھا، دوسری جانب رانیہ والوں کی تیاریاں بھی عروج پر تھیں، ہر دوسرے دن کسی نہ کسی قسم کا پیغام آ جاتا۔ کبھی انہیں شرافت بیگم کی چوڑی کا ناپ چاہیے ہوتا تو کبھی زر باب اور علمہ کے کپڑوں کا..... اور عارف کو تو تقریباً روز ہی ان کے ساتھ شاپنگ کیلئے جانا ہوتا تھا، اس روز علمہ کو فتوں کا قیمہ پس کران کے کوفتے بنا کر ٹرے میں لگا رہی تھی، شرافت بیگم چشمہ لگائے، ڈائری کھولے بیٹھی تھیں، وہ اپنا ماہانہ حساب چیک کر رہی تھیں، جو بقول ان کے ہر ماہ ان کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جاتا تھا، فون کی بیل بجی تو شرافت بیگم نے چشمے کی اوٹ سے علمہ کو دیکھا..... علمہ اپنے قیمے سے بھرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی، تبھی عارف نے تیزی سے آ کر سیور اٹھالیا۔

”سوری رانیہ..... میں واش روم میں تھا..... سیل بجنے پر نکلتا ہوں کہ تم نے ڈس کنکٹ کر دیا تھا..... سوری یار.....“ علمہ نے یونہی نظر اٹھا کر دیکھا، شرافت بیگم ڈائری پر پین رکھ کر بغور اپنے پیچھے کھڑے عارف کی گفتگو سن رہی تھیں، وہ پھر سے نظر جھکا کر کوفتے بنانے لگی۔

”کیا پوچھنا تھا مجھ سے؟ کلر اسکیم؟ ارے مجھے ان باتوں کا کیا پتہ ہے بھلا؟ تم جو پسند کرو گی خاکسار کو پسند آ جائے گا..... ایش گزے اور موو؟ بہت خوب..... اچھا کبھی نیشن ہے..... فرنیچر پسند کر نیکی بات ہے تو میں بھی ساتھ چلتا ہوں..... ہو سکتا ہے میرا مشورہ بھی کسی کام آ جائے..... چار بجے؟ ٹھیک ہے..... مجھے پک کر لینا..... آئی ول بی ریڈی..... اوکے ڈارلنگ..... سی یو.....“ سیور رکھ کر وہ سرشاری سے شرافت بیگم کے قریب آ بیٹھا جو گم سم سی بیٹھی تھیں۔

”امی.....“ عارف نے ان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

”ہوں.....“ وہ چونکیں اور اپنے حساب کتاب کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کرنے لگیں۔

”رانیہ بہت کا شمس ہو رہی ہے..... ہمارے میڈروم کی ایک ایک چیز کیلئے..... کلر اسکیم، پردے، فرنیچر، کارپنگ..... ہر چیز میں وہ چاہتی ہے..... میری پسند بھی شامل ہو اور اس کی بھی..... اور ہر چیز ایسی ہو جسے ہر نظر سرا ہے.....“

”ہوں..... اچھی بات ہے بیٹے۔“ شرافت بیگم نے ڈائری بند کی۔
 ”آپ ہم سے ملنے آیا کریں گی نا.....“ وہ لاڈ سے بولا۔ شرافت بیگم سے کچھ جواب نہ دیا گیا، وہ بغلیں جھانکنے لگیں، علمہ کے کوفتے بن گئے تھے۔ وہ اٹھ کر رے فریزر میں رکھنے لگی۔

”میں اور رانیہ ویسے بھی روز آیا کریں گے..... رانیہ کو آؤنگ کا بہت شوق ہے، کہتی ہے شام کو روز آؤنگ کیلئے نکلا کریں گے..... واپسی میں ہم آپ سے ملنے بھی آئیں گے..... امی ایک بات بھی کہنا چاہ رہا تھا.....“

”ہاں بیٹا کہو.....“
 ”ابھی تو جیسا کچھ چل رہا ہے..... ٹھیک ہی ہے، لیکن بعد میں..... پلیز ذرا خیال کیجئے گا..... میں اور رانیہ جب بھی یہاں آئیں..... اس کی خاطر مہارت کا خیال رکھیے گا..... وہ لوگ خاندانی اور رکھ رکھاؤ والے ہیں..... یہ نہ ہو کہ خالی خولی چائے پر ہی ٹر خادیا جائے جیسا کہ اپنے گھر کا معمول ہے.....“

”یہ کیا بات کہی تم نے.....“ شرافت بیگم کی آواز ان کے گلے میں پھنسنے لگی، اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ بن پڑے گا..... کریں گے ہم.....“
 ”حیثیت.....؟“ کبھی کبھار عزت کی خاطر حیثیت سے بڑھ کر کرنا ضروری ہوتا ہے امی جی! اسی لیے آج یہ بات سمجھا رہا ہوں، بعد میں رانیہ کے سامنے میں یہ سب کچھ سمجھا بھی نہیں پاؤں گا آپ لوگوں کو..... اچھا خیر..... مجھے دیر ہو رہی ہے، رانیہ کے ساتھ فرنیچر پسند کرنے جانا ہے..... ڈنر بھی ہم لوگ باہر ہی کریں گے..... کھانے پر میرا انتظار نہ کیجئے گا..... پلیز.....“ وہ شانِ تقاخر سے گردن خم کیے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔
 علمہ واش بیسن پر ہاتھ دھونے لگی، نظر اٹھا کر اس نے آئینہ دیکھا تو اپنے پیچھے کھڑی شرافت بیگم نظر آئیں، نجانے کیوں علمہ کو ایسا لگا کہ ان کی آنکھوں میں نمی ہے، ان کا چہرہ دھواں دھواں ہے..... نجانے کیوں..... علمہ نے مڑ کر دیکھا، شرافت بیگم رخ موڑ کر گزر گئیں۔



وہ جو حرف حرف چراغ تھا

نگہت بانو کا تحریر کردہ ایک رومانی ناول جس میں مصنفہ نے انسانی رشتوں ناتوں میں محبت اور اپنائیت کے فقدان کا ذکر بہت خوبصورتی اور مہارت سے کیا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں گھر کا ہر فرد ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے اور جب تک یہ اکائیاں ایک دوسرے سے جڑی رہتی ہیں گھر بنا رہتا ہے لیکن انہی اکائیوں کے بکھرتے ہی پیار اور محبت سے بنا آشیانہ بھی بکھر جاتا ہے اور گھر محض سجے سجاوے مکانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے ناول سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

عارف کی شادی ایک حادثے کی طرح گزر گئی تھی، شادی کے بعد گھر کی فضا پر ایک جامد سا نا اچھا لگا گیا..... شرافت بیگم نے اپنے عزیز رشتے داروں کو شادی پر مدعو نہ کیا تھا، ہر چند کہ رانیہ کے گھر والوں نے کہا تھا کہ وہ لوگ جتنے عزیز واقارب کو مدعو کرنا چاہیں کر سکتے ہیں لیکن شرافت بیگم کو احساس تھا کہ شادی کے روز جب دلہن کے بجائے عارف کی رخصتی ہوگی تو ان پر کتنی باتیں بنیں گی اور سب کے سامنے ان کی کس قدر تضحیک ہوگی! ساری عمر انہوں نے لوگوں پر باتیں بنائی تھیں، اور ان کے عیوب کو خوب خوب اچھالا تھا، اب وہ اپنے اوپر آنے والا یہ نادر موقع دوسروں کو دینا نہ چاہتی تھیں، سو شادی میں صرف اور صرف گھر والوں نے ہی شرکت کی۔ ثوبیہ اپنے شوہر کے ہمراہ ایک دن قبل پہنچی اور تقریب ولیمہ نمٹا کر اگلے دن کی فلائیٹ سے واپس روانہ ہو گئی۔ شرافت بیگم ثوبیہ کو گلے لگا کر خوب روئیں۔

”شادی کر کے بالکل پرانی ہو گئی..... پردیس جا کر ماں کو بھول گئی..... ارے کچھ دن تو ٹھہرتی میرے پاس..... کچھ دیر تو میری آنکھیں ٹھنڈی رہتیں.....“

”تین دن ٹھہری تو ہوں امی.....“ وہ اپنا سوٹ کیس بند کرتی بے پروائی سے بولی تھی۔

”تین دن.....؟ تین دن بہت ہیں ماں کا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کو.....؟“ وہ بے بسی سے بولیں۔ علمہ افغان کو سا گودا نہ کھلا رہی تھی۔ اس کا ہاتھ پیالے میں چمچ ہلاتا رہ گیا۔ یہ وہی شرافت بیگم تھیں جنہیں علمہ کا ایک رات بھی بیسکے کی چھت تلے گزارنا گوارا نہ تھا..... آج انہیں ماں باپ کے دکھ کا احساس ستا رہا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنا دھیان افغان کی جانب مبذول کر دیا۔

”بھابھی گھر آتی تو میں کچھ دن ٹھہرتی بھی..... یہاں تو..... بھائی ہی سسرال کو پیارا ہو گیا..... اور ایسا پیارا ہوا کہ مڑ کر بہن کی خبر بھی نہ لی.....“ وہ افسردگی سے بولی تھی، پھر آنکھوں کے گوشے صاف کرنے لگی، شرافت بیگم منہ چھپا کر رونے لگی تھیں۔

”تم ہی حمایت کر رہی تھیں اس کی..... تمہارے کہنے پر ہی میں راضی ہوئی.....“

”میں حمایت نہ کرتی تو کیا ہوتا.....؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ شادی میں ہم لوگ شریک نہ ہوتے..... شادی تو اس نے کرنی ہی کرنی تھی اس لئے.....“

”کچھ بھی ہو..... میں تو اپنا بیٹا انہیں دلے بیٹھی.....“ وہ دکھ سے بولیں۔

”چلیں خیر ہے.....“ ثوبیہ بے پروائی سے بولی۔

”آپ کا بیٹا اور میرا بھائی خوش ہے اور سکھی ہے، ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے.....“ اس نے افغان کا چہرہ رومال سے صاف کرتی ہوئی علمہ کو دیکھا۔

”زر باب بھائی کیلئے دل دکھتا ہے.....“ بیچارے کن جھنجھو میں پھنس گئے..... ہم تین بہن بھائیوں میں بس وہی مار کھا گئے شادی کے معاملے میں.....“ علمہ نے سکون سے اپنا کام مکمل کیا تھا، پھر وہ افغان کو اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔



عارف اور رانیہ ملنے آئے تھے، گھر میں ایک پہلچان مچ گئی تھی..... شرافت بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے، انہیں سمجھ نہ آتا تھا امیر و کبیر ناز خڑے والی بہو کو کہاں بٹھائیں، کہاں نہ بٹھائیں..... وہ صدمے واری ہوتے ہوئے اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں۔ زرباب اپنا بیٹوہ سنبھالتا، علمہ کو برتن وغیرہ نکالنے کا کہتا باہر لپک گیا تھا۔ افغان کے پیٹ میں درد تھا، وہ مسلسل رو رہا تھا، علمہ کو اس کے رونے کی وجہ سے کچھ بھی سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کیا نہ کرے..... افغان کو کاندھے سے لگائے، ایک ہاتھ سے برتن نکالتی علمہ بھی بدحواس سی ہو رہی تھی۔ رانیہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی تھی، سارے گھر کا جائزہ لیتی اس کی نگاہیں بار بار کچن کی جانب اٹھتی تھیں جہاں علمہ مصروف تھی۔ عارف کے چہرے پر چند دنوں میں ہی گھر دامادی جھلکنے لگی تھی، شادی سے پہلے اس کے چہرے پر مونچھیں تھیں، لیکن آج وہ کلین شیو تھا، شاید یہ بھی رانیہ کی ہی فرمائش کا نتیجہ تھا۔ کلین شیو میں عارف بہت عجیب لگ رہا تھا، اس کی مسکراہٹ میں خوشامدی پن تھا۔ نجائے کیوں اس کی شخصیت سے ساری مردانگی غائب ہو گئی تھی، وہ رانیہ کے پاس بیٹھا دلچسپ باتیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ علمہ کا سانس پھول گیا، افغان کو سنبھالنے کی کوشش میں وہ بے حال ہو رہی تھی، لیکن شرافت بیگم یا عارف نے افغان کو لینے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی تھی، علمہ کو اب کبھی کبھار ان لوگوں کی ذہنی پسماندگی پر تعجب اور افسوس ہونے لگا تھا۔ خود کو برتر سمجھنے والے یہ لوگ کس قدر کم تر اور ترس کے قابل تھے، انہیں احساس ہی نہ تھا..... انسانی قدروں سے انہیں روشناسی نہ تھی..... اخلاق کے کسی پیمانے سے وہ واقف نہ تھے..... ایسے لوگ خود کو برتر اور دوسروں کو حقیر جانتے تھے، تو یہ مقام افسوس ہی تو تھا۔ زرباب کھانے پینے کا سامان لے آیا، علمہ نے افغان کو زرباب کی گود میں دے دیا۔ افغان بھی گود بدلنے سے قدرے پرسکون ہو کر خاموش ہو گیا، شاید اسے علمہ کے کچن میں ہونے پر اعتراض تھا، تبھی روئے جا رہا تھا، اب وہ سکون سے زرباب کی گود میں کھیل رہا تھا۔ علمہ نے شاپر زکھولے، زرباب چکن بریانی، چلی کباب، نکلے اور لوکی کا حلوہ لایا تھا، ساتھ میں کولڈ ڈرنکس تھیں، علمہ نے جلدی جلدی سلاد بنایا اور گرم گرم کھانا سرو کرنے لگی۔ ٹرائی میں سب کچھ سجا کر وہ باہر نکلی تھی۔

”بھئی بیوی ہماری رانی ہے اور ہمیں اس کا رجبہ بنا دیا ہے.....“ عارف عجیب سے مضحکہ خیز انداز میں ہنس رہا تھا۔ علمہ نے دیکھا، شرافت بیگم اور زرباب کے چہروں پر مرموعیت تھی اور رانیہ کی گردن میں خم سا تھا۔

”صبح باوردی ڈرائیور کے ساتھ ٹھاٹھ لائے آفس جاتا ہوں..... وہاں ٹائمنگز وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، جب جی چاہے اٹھ کر گھر آ جاتا ہوں، یوں بھی انکل نے بزنس کی ذمہ داری خود ہی سنبھالی ہوئی ہے، میں تو یونیورسٹی ہی تھوڑی سی ہیلپ کر دیتا ہوں ان کی..... شام میں ہم لوگ گھومنے پھرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں، شاپنگ کا اسے کریز ہے، کچھ سمجھ نہ آئے تو کسی شاپنگ مال میں گھس کر خوب شاپنگ کرتی ہے، تھک ہار کر کہیں سے اچھا سا ڈنر کرتے ہیں اور اپنے گھر کی راہ لیتے ہیں..... فی الحال تو راوی عیش ہی عیش..... سکون ہی سکون لکھ رہا ہے.....“ عارف مسلسل ہنس رہا تھا، علمہ نے حیرت سے دیکھا، زرباب کی آنکھوں میں رشک و حسرت اور چہرہ پر احساس شکستگی تھا۔ سب کے سامنے پلیٹیں رکھتے ہوئے علمہ کے ہاتھ کانپ گئے۔

”ادوہ..... یہ کیا علمہ بھابھی.....“ رانیہ مصنوعی نخرے سے بولی۔ ”یہ اہتمام کیسا.....؟“ <http://kitaabghar.com>

”عارف! آپ نے بھابھی کو بتایا نہیں..... ہماری تو ٹیمیل ریز روڈ ہے آداری میں.....“

”میں تو بھول ہی گیا..... چلو خیر ہے..... یہ لوگ کھالیں گے.....“ عارف بے نیازی سے بولا:

”جی آپ لوگ کھائیں..... میں تو صرف یہ کولڈ ڈرنک ہی لوں گی.....“ رانیہ نے سیون اپ اٹھا کر اسٹرابلوں میں دبا لی تھی، زرباب اور شرافت بیگم نخل سے ہو گئے تھے۔ علمہ نے افنان کو گود میں لیا اور اسے فیڈ کر دانے کیلئے قدرے دور جا کر بیٹھ گئی، عارف اور رانیہ پھر کچھ دیر ہی اور ٹھہرے تھے، ان کے جانے کے بعد شرافت بیگم نے قدرے ست سے انداز میں اپنی پلیٹ میں تھوڑی سی بریانی ڈالی اور کھانے لگیں۔ زرباب یونہی بیٹھا تھا، بار بار میز پر رکھے کھانے کو دیکھ کر پھر سے سر جھکا لیتا تھا، علمہ جانتی تھی اس کی جیب میں کتنے روپے تھے، جن سے ابھی اسے اپنا آدھا مہینہ نکالنا تھا، ان روپوں سے وہ یہ کھانا لایا تھا، کتنے ارمان اور کیسی چاہ سے..... اب وہی کھانا سامنے رکھا تھا اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ علمہ نے سوئے ہوئے افنان کو تخت پر لٹایا اور زرباب کے قریب آ بیٹھی۔

<http://kitaabghar.com>

”یہ کباب دیکھنے میں ہی کتنے مزیدار لگ رہے ہیں.....“ وہ چلی کباب پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی اور ذرا سی چٹنی ڈال کر شوق سے کھانے لگی۔ زرباب نے گم صم سے انداز میں اسے دیکھا۔

”واقعی مزیدار ہیں.....“ علمہ نے ایک کباب اٹھا کر شرافت بیگم کی پلیٹ میں رکھا، پھر وہ دوسری پلیٹ زرباب کیلئے بنانے لگی، بہت

اہتمام سے پلیٹ تیار کر کے اس نے زرباب کے سامنے کی۔

”میرا دل نہیں چاہ رہا علمہ..... میں کچھ دیر کے بعد.....“ اوہوں..... چاول ٹھنڈے ہو گئے ہیں..... کچھ دیر بعد تو بالکل مزہ نہیں دیں گے.....“

”علمہ ٹھیک کہہ رہی ہے.....“ شرافت بیگم بولیں، ”ابھی تازہ تازہ کھاؤ..... بعد میں باسی کھا کر کیا لطف آئے گا.....“ پھر وہ مزید چاول

نکالنے لگیں۔ زرباب نے مرے مرے سے انداز میں پلیٹ تھامی تھی۔ علمہ نے ان دونوں کے سامنے کولڈ ڈرنک رکھی، اور بہت ذوق و شوق کا مظاہرہ

کرتے ہوئے کھانا کھانے لگی، بیچ بیچ میں کھانے کی تعریف بھی کرتی رہی، شرافت بیگم کا موڈ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ علمہ سے زیادہ شوق کا مظاہرہ

کرنے لگیں۔ چند لمحوں بعد زرباب بھی ہنسنے بولنے لگا۔ جی ہوئی میز پر رونق ہو گئی، تینوں نے بہت شوق سے، لطف سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

”پہلے لگ رہا تھا..... سارے پیسے یونہی ضائع گئے.....“ زرباب علمہ کے دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا، لیکن کھانا کھا کر لطف آ گیا۔ ”عارف اور رانیہ بھی کھاتے تو انہیں آوازی سے زیادہ مزا آتا.....“ علمہ مسکرا کر بولی۔

”جو مزا اپنوں کے درمیان ہے وہ اکیلے میں نہیں ملتا.....“ شرافت بیگم حلوے کا چمچ منہ میں رکھتے رکھتے رک گئیں۔ وہ گم صم سے انداز میں

علمہ کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

”جیتی رہو.....“ پھر وہ آہستگی سے بولی تھیں۔

☆

چند ماہ بے خدا ہستی اور بنا کسی ڈوبڈل کے گزر گئے، ایک روز سکھر سے ساجد کا فون آیا۔ نیما نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا تھا، علمہ

خالہ بن گئی تھی، علمہ نے خبر سنی تو خوشی سے رونے لگی، کتنے دن بعد دل کے سارے تار ہلے تھے۔ بہت دلکش دھن تھی جس کی تال پر ہر شے رقصاں

لگنے لگی تھی۔

”زر باب..... ہم سکھر چلیں.....“ علمہ نے بہت امید اور شوق سے ایک فرمائش کی تھی۔
 ”میں چھٹی نہیں لے سکتا علمہ..... عارف کی شادی پر ساری چھٹیاں کر لی ہیں۔“ زر باب نے کتنی سہولت سے معذرت کی تھی، علمہ کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئی۔

”ایسا کرو..... تم ہو آؤ.....“ زر باب بولا۔ علمہ نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

”میں.....؟ اکیلی.....؟“
 ”عورتیں تو اکیلی امریکہ اور یورپ چلی جاتی ہیں، تم ٹرین میں بیٹھ کر سکھر نہیں جا سکتیں.....؟“ وہ ہنسنے لگا، وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ علمہ تو اکیلی اپنے میکے تک نہیں جاتی تھی، بھلا گھنٹوں کا سفر طے کر کے سکھر کہاں جاتی..... شاید اس لیے اس نے دل بڑا کر کے اسے اجازت بھی دے دی تھی۔
 ”امی سے پوچھ لوں.....؟“ علمہ نے پوچھا تو زر باب لمحہ بھر کیلئے شٹا گیا۔

”تم..... واقعی جانا چاہتی ہو..... اکیلی ہی.....؟“ علمہ جواب میں کچھ نہ بولی، لیکن اس کے چہرے کے کبھی نقش اداس سے ہو گئے تھے۔

زر باب کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔
 ”اچھا پوچھ لو.....“ پھر وہ آہستگی سے بولا۔ ”امی اجازت دے دیں تو میں تمہیں ٹرین میں بٹھا دوں گا..... وہاں سے ساجد لے لے گا.....“ علمہ کے دل کو خوش کن سا احساس ہوا جس میں ایک ہلکا سا، نامحسوس سا خوف بھی شامل تھا، پھر اسے خیال آیا کہ شرافت بیگم نے کبھی اسے اجازت دینی ہی نہ تھی..... انہوں نے تو کبھی اسے میکے بھی رات گزارنے کی اجازت نہ دی تھی، کجایہ کہ دو تین کی رخصت..... ایسا بھلا کہاں ممکن تھا؟“ علمہ سوچ کر اداس ہو گئی۔

”اچھا امی سے میں کہہ دوں گا.....؟“ زر باب بولا تو علمہ بے طرح چونکی۔
 ”تم تیاری کر لو..... میں کل تمہیں ٹرین میں بٹھا دوں گا.....“ علمہ بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی، اس کی کھلی کھلی آنکھوں میں گیلا پن آ گیا۔ ہونٹوں پر نمی۔

”کتنا سادہ اور آسان ہے تمہیں خوش کرنا.....“ زر باب نے ایک دم اس کا ماتھا چوما۔

”میں پتہ نہیں کیوں اتنی دیر کرتا ہوں.....“ علمہ بری طرح شرما گئی۔

☆

علمہ کو خبر نہ تھی کہ زر باب نے شرافت بیگم سے کیا کہا، انہوں نے بنا کسی تردد کے علمہ کو دو دن اپنی بہنوں کے ساتھ گزار آنے کی اجازت دے دی تھی۔ شادی کے بعد تو باہر کی دنیا کو وہ گویا بھول ہی گئی تھی، اب اتنے عرصے کے بعد باہر نکلنے اور اپنی بہنوں سے ملنے کے خیال نے عجب آسودگی سی ہو رہی تھی۔ تیاری اس کی بے حد مختصر تھی، دو جوڑے اس نے اپنے اور دو افنان کے رکھ لیے تھے۔ ساتھ ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ تھا، جس

میں سیما کی بچی کیلئے کچھ گفٹ تھے جو زرباب نے لا کر دیئے تھے، اتنا ہی زادِ راہ تھا..... اتنے میں ہی وہ خوش تھی۔ زرباب آفس سے مختصر سی رخصت لے کر اسے ٹرین میں بٹھانے آیا تھا، علمہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی، زرباب باہر کھڑکی میں کھڑا تھا، ٹرین بس چلنے کو تھی۔

”وہاں پہنچنے پر فون کر دینا.....“ وہ فکر مند سا تھا۔

”جی.....“ وہ مسکرائی۔

”ڈر تو نہیں لگ رہا ہے نا؟“

”نہیں..... بالکل نہیں.....“ اس نے بچوں کی طرح نفی میں سر ہلایا۔

”اُداس تو نہیں ہو؟“

”نہیں.....“

”کیوں.....؟ اُداس کیوں نہیں ہو، مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو..... اور اُداس بھی نہیں ہو؟ اور میرا جی چاہ رہا ہے میں ابھی تمہیں واپس لے جاؤں.....“

”دو دن کی تو بات ہے زرباب.....“

”دو دن..... تمہارے بغیر.....؟ دوپل گزارنا مشکل ہوتے ہیں.....“

ٹرین نے وسل دی..... اور پھر رینگنے لگی، زرباب ساتھ ساتھ چلنے لگا، اس نے علمہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

”دور جا رہی ہو تو اندازہ ہو رہا ہے..... تم کیا ہو میرے لیے.....“ ٹرین رفتار پکڑ رہی تھی، علمہ نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

”جلدی آ جانا علمہ..... آئی ول مس یو.....“

”خدا حافظ زرباب.....“

”علمہ..... آئی ول مس یو۔“ اس کا ہاتھ زرباب سے چھوٹ گیا۔

”خدا حافظ.....“ اس نے ہاتھ ہلایا۔ زرباب بھی ہاتھ ہلا رہا تھا، علمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس کا جی چاہا، ٹرین اسے کوڈ جائے مختصر سے جدائی کے لمحوں میں محبت کس قدر طاقتور ہو جاتی ہے، علمہ کو احساس ہوا تھا، وہ اور زرباب آج بھی اسی طرح ایک دوسرے کو چاہتے تھے، اسے احساس ہوا..... وہ مسکرائی، اس کی مسکراہٹ میں خوشی بھی تھی، اُداسی بھی۔

☆

تینوں بہنیں آپس میں گلے مل کر پہلے روئیں، اور پھر مسکرانے لگیں، جیسے بارش کے بعد نکھر کر موسم مزید خوبصورت ہو جائے..... سیما کی بیٹی بہت پیاری تھی، علمہ نے اسے خوب چوما..... وہ دونوں افغان کے صدقے واری ہو رہی تھیں۔

”اپنا..... یہ تو بالکل چینی کا گڈا بن گیا ہے.....“ ارمانے اس کے پھولے پھولے گالوں پر خوب پیار کیا۔ اسے تو شوکیں میں سجانا چاہیے۔

”اپنا داماد بنالوں اسے.....؟“ سیما شرارت سے ہنستے ہوئے بولی۔

”پھر میں اپنی بہنو کو ابھی لے جاؤں.....؟“ علمہ بھی ہنس دی۔ خود ہی پال لوں گی.....

پروین خالہ اور ساجد بھی علمہ سے بہت گرجوٹی سے ملے تھے، علمہ نے ان دونوں کو مبارکباد دی۔ <http://k.taa>

”زر باب بھائی کیوں نہیں آئے.....؟“ ساجد کو سخت حیرت تھی۔ دو دن وہ بھی ہمارے ساتھ گزارتے تو ہمیں بھی خوشی ہوتی۔“

”دراصل وہ چھٹی نہیں لے سکتے تھے..... ورنہ ضرور آتے.....“ علمہ کے ذہن میں رواں گی کا منظر آ گیا، اس کے اندر ایک ہوک سی اٹھی۔

”یہ اچھی رہی..... ایک وہ ہی ”صاحب“ لگے ہیں جنہیں چھٹی نہیں ملتی.....“ ارمانہ بسور کر بولی۔ ”باقی دنیا کے لوگ بھی تو ضرورت بے

ضرورت چھٹی کرتے ہی ہیں۔“

”تم بے پوچھوں گی.....“ اس نے ارمانہ کو گدگدایا، ابھی کچھ دن ہی اور ہیں، پھر چکھنا تم بھی گھر داری اور ذمہ داری کا مزہ۔“

”اپنا..... اس کا منگیتر تو واقعی ”صاحب“ ہے۔“ سیما مسکرائی۔ دو مرتبہ چھٹی لے کر صرف اسے ملنے کیلئے شیخوپورہ سے یہاں آیا ہے۔“

”واقعی.....“ علمہ کو حیرت ہوئی۔ سیما اثبات میں سر ہلا کر ہنس دی اور ارمانہ کو کمرے سے نکل گئی، وہ علمہ سے شرماتی تھی، سیما اسے ارمانہ

کے سسرال والوں کے بارے میں بتانے لگی، اچھے لوگ تھے، لڑکا بہت زیادہ اچھا تھا، اور پھر ارمانہ سے بہت پسند آئی تھی، وہ اسے فون بھی کرتا تھا، اور

ملنے بھی آتا تھا۔“

”رامش بھائی نے یہ ایک اور بڑا احسان کیا ہے، ہم پر.....“ سیما احسان مندی سے بولی۔ ورنہ پروین خالہ نے تو ارمانہ کیلئے جو رشہ ڈھونڈا

تھا اسے دیکھ کر خوف آتا تھا مجھے..... خدا نخواستہ ارمانہ کی شادی اس بونگے سے ہو جاتی تو ساری زندگی میں خود کو معاف نہ کر پاتی.....“

”سب قسمت ہے سیما! ارمانہ کی قسمت اللہ نے اچھی بنائی..... ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے.....“ وہ آہستگی سے بولی۔

”وہ لوگ جلد ہی شادی کی تاریخ رکھیں گے.....“ سیما بولی۔ علمہ نے سیما کو دیکھا، اس کی نظروں میں کئی سوال تھے۔

”آپ بے فکر رہیں اپنا..... یہ ساری باتیں اب حل شدہ ہیں۔“ سیما اس کی نظروں کے سب سوال پڑھ کر بولی۔

”لیکن سیما..... آخر تک تک..... کب تک ہم.....“

”بہن اپنا..... یہ آخری ذمہ داری ہی تو ہے نا..... اور پھر پہلے ہی اتنے مقروض ہیں ہم ان کے کہ چاہیں بھی تو یہ سارے قرض ادا نہیں ہو

سکتے..... اب یہ آخری قرض ہی باقی ہے نا.....“ علمہ خاموش ہو گئی، سیما شاید ٹھیک ہی کہتی تھی، اس شخص کے بے شمار احسانات تھے ان لوگوں پر.....

اتنے کہ اب انہیں یاد رکھنا بھی مشکل لگتا تھا..... وہ شاید خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی مدد تھا ان کیلئے..... اسے انکار کرنا بھی کبھی ممکن نہ لگتا تھا.....“

”ابو نے..... زیادتی کی تھی اپنا.....“ سیما بڑبڑائی،

”بس خاموش رہو“ وہ بولی۔ ”جو ہوا، ٹھیک ہوا.....“

”ہم سب کیلئے شاید ٹھیک ہی ہو..... لیکن ان کیلئے.....؟“

”ان باتوں سے حاصل بھی کیا؟“

”کتنا چاہتے تھے وہ آپ کو اپنا..... جتنا کہ..... اس دنیا میں کوئی کسی کو چاہ سکتا ہے..... سچ ہے نا، علمہ نے بے بسی سے سیماکو دیکھا، اس بات کی نفی کیسے کر سکتی تھی وہ۔“

”کتنے ارمانوں سے انہوں نے ابوجی کے سامنے دست سوال دراز کیا تھا..... ابوجی نے کیسے توڑ ڈالا ان کی امیدوں کو.....“

”ٹھیک کیا انہوں نے..... ورنہ دنیا یہ کہتی، وقار صاحب کی بیٹی نے جان بوجھ کر کمپنی کے مالک کے بیٹے کو..... اپنی اداؤں کے جال میں پھنسایا۔“ علمہ کے حلق میں گولے بننے لگے۔

”کہتی رہتی دنیا..... دنیا کب خاموش رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی محبت میں کوئی ریا کاری کوئی کھوٹ نہیں تھا.....“

”ان کی محبت میں نہ ہوگا..... لیکن ان کے گھر والے؟ ساری عمر میرے اندر کھوٹ اور ریا کاری ڈھونڈتے رہتے..... اپنے بیٹے کیلئے میرے جیسی کم مایہ لڑکی انہیں کیسے قبول ہو جاتی؟“

”رامش بھائی کے باقی سارے ہی بھائیوں نے اپنی پسند کی شادیاں کی ہیں.....“ سیماسچ کر بولی

”کی ہوں گی..... ان کی شادیوں سے..... میرے باپ کے سر تو کوئی الزام نہیں آیا نا.....“

”نہیں سمجھا سکوں گی.....“ سیمابے بسی سے بولی۔ جیسے کبھی ابو کو نہ سمجھا سکی، کتنی کوشش کی تھی میں نے اور ارمانے..... لیکن ابوجی.....“

”ابوجی نے اپنا بھی سراونچا رکھا اور میرا بھی..... مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے.....“ علمہ سراونچا کر کے بولی تھی۔

”جو بھی ہو۔ رامش بھائی کی زندگی تو خراب ہوئی۔“ وہ بڑبڑائی۔

”اپنی زندگی گزارنے کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔“

”کتنی کٹھور ہیں آپ اپنا!“ علمہ نے بے بسی سے سیماکو دیکھا۔



عشق کا عین

عشق کا عین..... علیم الحق حتی کے حساس قلم سے، عشق مجازی سے عشق حقیقی تک کے سفر کی داستان، ع..... ش..... ق کے حروف کی آگاہی کا درجہ بہ درجہ احوال۔ دورِ حاضر کا مقبول ترین ناول..... ایک ایسا ناول جو آپ کے سوچنے کا انداز بدل کر آپ کی زندگی میں مثبت تبدیلی لے آئے گا۔ کتاب گھر کے معاشرتی اصلاحی ناول سیکشن میں دستیاب ہے۔

وہ سو رہی تھی..... اربانے اسے جگا دیا، تھکی ہوئی علمہ نے مشکلوں سے آنکھیں کھولی تھیں۔
 ”اربانہ..... کیا ہوا۔ سب خیر تو ہے نا.....“ وہ رات کے تین بجے اربانہ کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔
 ”زر باب بھائی کا فون ہے.....“ اس نے علمہ کو رسیور تھمایا۔

”ہیلو..... ہیلو زر باب.....“

”علمہ..... تم صبح ہی ٹرین میں بیٹھ جاؤ.....“ زر باب کی آواز بہت بھاری بھاری سی تھی۔

”خیریت ہے ناز زر باب..... سب ٹھیک تو ہے؟“

”امی کی طبیعت بہت خراب ہے..... ہم لوگ ہاسپٹل میں ہیں..... تم جتنی جلدی ممکن ہو سکے، پہنچو.....“
 ”اوہ.....“ علمہ گم صم سی ہو گئی۔ ٹھیک ہے..... میں صبح ہی آتی ہوں..... ”بے جان ہوتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے فون رکھا تھا۔“

☆

علمہ جانے کیلئے تیار تھی، سیما اور اربانہ حد اداں ہو رہی تھیں، دو دن کے مختصر سے قیام کیلئے آئی تھی وہ..... اور وہ قیام بھی سکڑ کر محض ایک

رات کا ہی رہ گیا تھا۔

”میں پھر آؤں گی سیما.....“ اس نے تسلی دینا چاہی تو سیما محض اداں سے مسکرا کر ہی رہ گئی۔
 ”یہ ساجد کب آئے گا.....؟ ٹرین نکلنے میں صرف آدھا گھنٹہ ہی تو ہے.....“ علمہ بے چینی سے بولی

”بس آتے ہی ہونگے..... کہہ رہے تھے آفس میں حاضری لگوا کر آ جاؤں گا.....“ اسی لمحے ساجد کے چھوٹے بھائی زاہد کی ہمراہی میں

کوئی اندر آیا تھا۔

”بھابھی..... یہ رامش بھائی آئے ہیں کراچی سے.....“ زاہد بھی خود کو بہت معتبر محسوس کر رہا تھا، علمہ کی نظریں بے ساختہ انھیں اور پھر جھک گئیں۔ کافی براؤن کوٹ کے نیچے براؤن لائمنگ کی شرٹ اور براؤن پینٹ میں وہ اتنا وجیہ اور شاندار لگ رہا تھا۔ گولڈن نازک فریم کے گلاسز سے جھانکتی آنکھوں نے ایک بارنی اسے دیکھا تھا، سیما اور رامش خوشی سے بھرپور انداز لیے اس سے مل رہی تھیں۔ وہ سیما کو بیٹی کی پیدائش کی مبارکباد دے رہا تھا، وہ تینوں آپس میں مل کر خوش نظر آتے تھے۔ علمہ کو اپنا آپ اس ماحول میں اجنبی لگنے لگا، وہ اٹھ کر جانے لگی۔

”آپ کیسی ہیں علمہ.....“ تبھی وہ بولا تھا۔

”میں ٹھیک ہوں..... شکر ہے خدا کا.....“ وہ آہستگی سے بولی۔

”اوہ.....“ سیما کو خیال آیا۔ ”ٹرین کا ٹائم تو ہونے ہی والا ہے اپنا..... آپ کی ٹرین نکل جائے گی۔“ علمہ کو اس خیال کے ہی گھبراہٹ

ہونے لگی، اس نے زر باب کو اسی ٹرین کے ٹائم کے حساب سے اسٹیشن آنے کیلئے کہا تھا۔

”رامش بھائی..... آپ اگر اپنا اسٹیشن چھوڑ دیں..... پلیز.....“ سیما بولی۔

”ضرور.....“ وہ آہستگی سے بولا۔ علمہ خفگی بھری نظروں سے سیماکو دیکھنے لگی، اسے سیمائے اس بچپنے کی توقع نہ تھی۔
 ”ارما..... تم بھی ساتھ چلی جاؤ.....“ سیمائے علمہ کی خفگی سے بچنے کیلئے کہا۔ ارما بخوشی راضی ہو گئی تھی، علمہ کے پاس اور کوئی چارہ بھی نہ تھا، خاموش خاموش سی وہ اس بڑی سی گاڑی کی پچھلی نشست پر جا بیٹھی، ارما بھی اس کے قریب بیٹھ گئی، تبھی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھا، Channel 5 کی خوشبو چپکے سے ارد گرد پھیلی تھی، علمہ جیسے نیند سے چونکی۔

☆☆☆

سیمائے گھر سے اسٹیشن تک کا راستہ اتنا طویل نہ تھا لیکن علمہ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پل صراط سے پہلے ہی پل صراط کا سفر ہو.....
 وقت تمام ہو کر نہ دیتا تھا۔

<http://kitaabghar.com>

ناہموار سڑکوں پر جو چپکولے آتے ہوئے اس نے سہے تھے اب اس عالیشان لکڑی گاڑی میں ان کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ سفر رواں اور ہموار تھا..... لیکن علمہ کی سوچیں غیر ہموار اور ست پڑ گئی تھیں۔ ارما اگلی نشست پر جھک جھک کر، ہنس ہنس کر مسلسل اس سے باتیں کیے جاتی تھی جن کے نپے تلے، شگفتہ، شائستہ جوابات وہ دے رہا تھا کبھی کبھی وہ ارما کو اس کے منگیتر کے حوالے سے چھیڑنے لگتا تو ارما جھک کر بالکل پیچھے ہو کر بیٹھ جاتی تھی..... علمہ ان دونوں کی گفتگو سے لاتعلقی ہوئی بیٹھی تھی! اسے کبھی زرباب کا خیال آ جاتا، کبھی شرافت بیگم کا..... اور کبھی اس ٹرین کا جو شاید اسٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔ خدا خدا کر کے وہ سفر تمام ہوا..... علمہ کا اندازہ درست تھا۔ ٹرین رائٹ ٹائم پر آئی تھی اور اب روانگی کے لیے بالکل تیار تھی۔
 وسل ہوئی تو علمہ کا دل دھک سے رہ گیا..... یہ ٹرین یقیناً مس ہو جانی تھی..... اگلی ٹرین رات کو ملتی اور پھر..... اس سے آگے اس سے سوچا نہ گیا!
 رامش نے ہراساں، پریشان کھڑی علمہ پر ایک نگاہ ڈالی۔ پھر اس نے گاڑی کی پچھلی نشست پر پڑا ہوا اس کا سیاہ بیگ اٹھا کر کاندھے سے لٹکایا، افنان کو گود میں لیا اور ایک دم علمہ کا ہاتھ تھام لیا۔

”میرے ساتھ چلیں..... جلدی!“

پھر اس نے مڑ کر ارما کو دیکھا تھا۔

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

”ارما! تم گاڑی میں ہی بیٹھو!“

”جی رامش بھائی!“ اس نے جلدی سے گردن ہلائی

ایک ہاتھ میں افنان کو لیے، دوسرے ہاتھ سے علمہ کا ہاتھ تھامے، وہ تیزی سے لوگوں کے جھوم میں رستہ بناتا گزر رہا تھا..... علمہ کو اب کچھ احساس نہ تھا۔ وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح اس کے ساتھ ساتھ کھنچی جا رہی تھی۔ اس کے سامنے چہرے ہی چہرے تھے۔ لوگوں کے چہرے! ہنستے مسکراتے، پریشان ہوتے، بنتے، بگڑتے زاویوں والے نت نئے چہرے۔ یکے بعد دیگرے نظروں کے سامنے سے گزرتے جا رہے تھے۔
 علمہ نے ٹرین کے آہنی پہیوں کی گڑ گڑاہٹ سنی۔ وہ اپنی پٹری پر رینگنے لگی تھی۔ رامش کے قدموں میں مزید تیزی آ گئی۔ علمہ اب اس کے ساتھ تقریباً بھاگنے لگی تھی۔ تب انہوں نے چلتی ہوئی ٹرین کے ست روی سے گزرتے کمپارٹمنٹس کو دیکھا۔

رامش نے علمہ کو سہارا دیا تب وہ سوار ہو پائی۔ پھر وہ خود اس کا بیگ اور افنان دونوں کو سنبھالے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوا۔ علمہ اس قدر حواس باختہ ہو گئی تھی کہ اسے کچھ بھی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ اسے کیا کرنا تھا، کہاں بیٹھنا تھا..... جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔

رامش نے اسے سیٹ پر بٹھایا۔ افنان کو اس کی گود میں دیا..... بیگ اس کے ساتھ رکھا اور اس کے ہاتھ میں ٹکٹ تھا کہ محض ایک کترائی سی نگاہ اس پر کی۔

”میں چلوں..... اور کوئی پرالیم تو نہیں؟“

”آپ..... اب..... کیسے.....“ علمہ محض ہکا کر رہ گئی۔

رامش نے اسے دیکھا۔

<http://kitaabghar.com>

ٹرین کی رفتار کافی تیز تھی..... علمہ کا دل گھبرانے لگا۔ رامش اس کی نظروں سے اوجھل ہوا تو وہ گھبرا کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔ تب وہ اسے پلیٹ فارم پر نظر آ گیا۔ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا وہ باہر کی طرف جا رہا تھا۔ پھر لمحہ بھر کو رک کر اس نے ٹرین کی جانب دیکھا۔ نجانے علمہ اسے دکھائی دی یا نہیں..... علمہ اسے دیکھ سکتی تھی۔ پھر وہ رخ موڑ کر انہی مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ علمہ کی خالی نظریں، لوگوں سے خالی ہوتے پلیٹ فارم کو الوداع کہنے لگیں۔

اس کی بہنوں کا شہر بھی جیسے اسے الوداع کہہ رہا تھا۔ فضا میں عجب یاسیت سی تھی۔ افنان کی غوں، غاں نے اسے متوجہ کیا تو وہ اپنے حال میں لوٹی!

اس نے خود کو، اپنے آس پاس کو دیکھا۔ وہ بہت محفوظ اور بہتر انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا سامان اس کے پاس رکھا تھا، اور اس کے ہاتھ میں ٹکٹ تھا!

علمہ نے بہت تعجب سے وہ ٹکٹ دیکھا۔ اتنی افراتفری میں اسے تو یہ علم تک نہ ہو پایا تھا کہ رامش نے وہ ٹکٹ اتنی عجلت میں کب اور کیونکر لیا۔ نجانے کیوں، بہت دیر تک وہ اس ٹکٹ کو دیکھتی رہی! پھر ایک سانس بھر کر اس نے اسے پرس میں رکھ لیا!

<http://kitaabghar.com>

”ہر بار یونہی ہوتا ہے نا!“ زندگی کی بھیڑ میں..... تم یونہی غم ہو جاتی ہو.....“

”ہمارا ساتھ ہی بس اتنا سا ہے..... مجبوری ہے.....“

”اتنے سے ساتھ پر بھی، میں بہت خوش ہوں۔ تم خوش ہو؟“

”میں؟ میں تمہارے ساتھ پر تو خوش نہیں ہوں.....“

”نہیں نہیں..... میں اپنی بات تو نہیں کرتا!“ میں تو صرف تمہاری خوشی کا پوچھ رہا ہوں!“

<http://kitaabghar.com>

”زندگی کی بھیڑ میں..... تمہیں یوں تنہا چھوڑ کر جانا ہی میری خوشی ٹھہرا ہے..... اس میں میرا کیا قصور!“

”تم خوشی سے جاؤ..... میں نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔“ اور مجھے لگتا ہے تم بھی میرے جیسی ہو۔ تمہیں بھی شکوہ کرنا نہیں آتا، لیکن نہیں! تم بھلا

میرے جیسی کیوں ہونے لگیں۔ خدا کرے، تم کبھی میرے جیسی نہ بنو..... جیت ہمیشہ تمہارا مقدر رہے۔ وقت ہمیشہ تمہارا ہوا! لا ایلہ الا انت

”اور تمہارا؟“ لا ایلہ الا انت

”میرا! محض انتظار لا حاصل!“



علمہ اسٹیشن پر اتری تو اسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ کوئی شناسا چہرہ اس کا منتظر نہ تھا! وہ منتظر، متلاشی نظروں سے یہاں وہاں دیکھتی، افنان کو سنبھالتی ڈیننگ روم میں آ بیٹھی۔ لا ایلہ الا انت

و کافی دیر کے انتظار کے بعد وہ مایوس ہو گئی۔ شاید زر باب کسی ضروری کام میں الجھا ہوا تھا اسی لیے اسے لینے نہ آ سکا! علمہ کو رات کی گہری ہوتی ہوئی تاریکی سے خوف محسوس ہونے لگا۔ وہ گھر سے نکلنے کی عادی نہ تھی۔ اسے دن میں بھی اپنے گھر سے باہر ایک انجانا خوف محسوس ہوتا تھا اب رات کی تاریکی تو اسے اور بھی خوفزدہ کر رہی تھی۔

اس نے خدا کو یاد کیا۔ دل کو سنبھالا دینے کی کوشش کی اور خود کو سمجھاتی بہلاتی، باہر کھڑے ہوئے رکشوں میں سے ایک رکشہ میں آ کر بیٹھ گئی۔ اپنے بڑے سے دوپٹے میں اس نے خود کو اور افنان کو چھپا لیا تھا۔ افنان سفر سے تنگ آ چکا تھا۔ وہ مسلسل اس کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبھی رونے لگتا اور کبھی تھک کر خاموش ہو جاتا۔ شاید اسے بھوک لگی ہوئی تھی۔ بھوک علمہ کو بھی لگ رہی تھی۔ گھر سے چلتے ہوئے بھی اس نے ڈھنگ سے چائے تک نہ پی تھی، لیکن اسے صرف افنان کی بھوک اور تھکن کا احساس تھا۔

بالآخر وہ سخت تھکا دینے والا سفر تمام ہوا۔ روانگی کے وقت وہ جس قدر خوش اور ہر جوش تھی اب واپسی میں اتنی ہی اُداس اور پڑمردہ ہو رہی تھی۔ اپنے دروازے پر پہنچ کر علمہ کو دھچکا لگا! تالا لگا ہوا تھا! علمہ کو وہ تالا دیکھ کر سخت وحشت نے آ گھیرا۔ نجائے کیا معاملہ تھا..... زر باب اسے اسٹیشن لینے نہ آیا تھا پھر بھی گھر بند پڑا تھا۔ شرافت بیگم کا خیال آنے پر علمہ کا دل مزید خراب ہونے لگا۔ وہ بہت تیزی سے چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے زبیدہ خانہ کے گھر کی بیل بجانے لگی۔ کچھ دیر بعد اپنے شہر کا پہلا شناسا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے آیا تھا! علمہ نے سکون سے بھری سانس لی۔ کسی پیاسے کو جیسے لب دریا نظر آیا تھا! لا ایلہ الا انت

”اندرا جاؤ بیٹی۔“ زبیدہ، آنٹی نے افنان کو اس کی گود سے لے لیا، ”بہت تھکی ہوئی ہوگی!“



تازہ بنے ہوئے چاولوں کی پلیٹ اور گرم چائے کے کپ نے اسے دوبارہ سوچنے سمجھنے کے قابل بنایا تھا۔ افنان بھی پیٹ بھر جانے پر مطمئن ہو کر اس کی گود میں نہی دب کر سو گیا تھا۔ لا ایلہ الا انت

علمہ گھونٹ گھونٹ کر کے وہ آب حیات جیسی چائے پی رہی تھی۔ زبیدہ آنٹی کے پاس اس کے گھر کی چابیاں تھیں۔ زبیدہ آنٹی نے اسے بتایا تھا کہ شرافت بیگم کی طبیعت بگڑ جانے پر زر باب انہیں ہسپتال لے گیا تھا جہاں ڈاکٹرز نے انہیں ایڈمٹ کر لیا تھا اور اب ان کے مختلف ٹیسٹ

وغیرہ ہو رہے تھے۔ ٹیسٹ رپورٹس آنے تک ڈاکٹر ز نے انہیں ہاسپٹل میں ہی روک لیا تھا۔
 ”تم اگر اکیلے گھر میں خوف محسوس کرو تو یہیں میرے پاس رک جاؤ!“ زبیدہ آنٹی نے اسے پُر خلوص آفر کی۔
 ”نہیں آنٹی۔ میں گھر جا کر زرباب کو فون کروں گی۔ وہ ہاسپٹل میں تھک گئے ہوں گے۔ گھر آ کر آرام کر لیں۔ امی کے پاس وہاں رات کو میں رک جاؤں گی۔“ وہ کھڑی ہو گئی۔

”لیکن تم تو خود بہت تھکی ہوئی ہو!“ انہوں نے محبت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”زرباب کا آرام میرے آرام سے زیادہ ضروری ہے۔“ وہ مسکرا دی، ”انہیں تو آفس بھی جانا ہوگا!“
 ”ماشاء اللہ۔“ زبیدہ آنٹی نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، ”خدا تم جیسی ہیرا لڑکی ہر گھر کا نصیب کر دے۔۔۔۔۔ میرا کوئی بیٹا ہوتا تو میں اس کے لیے تمہاری بہن کا رشتہ مانگتی!“ علمہ مدھم سی اداسی سے مسکرائی۔ افغان کو کاندھے سے لگایا اور زبیدہ آنٹی سے چابیاں لے کر ان کا شکریہ ادا کرتی وہاں سے نکل آئی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلا کام زرباب کو فون کرنے کا کیا۔

”ہیلو علمہ۔۔۔۔۔“ زرباب کی تھکی تھکی آواز سنائی دی، ”خیریت سے تو پہنچ گئیں نا۔۔۔۔۔ کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی؟“
 زرباب کی آواز نے فون کی تاروں سے اس کے دل کے تاروں تک سفر بہت نرمی سے طے کیا۔ علمہ کو اس کی آواز اپنی رگوں میں دوڑتی محسوس ہوئی۔ اسے احساس ہوا، وہ کتنی دیر سے زرباب سے دور تھی۔ اپنی ساری تھکن وہ اس کے کاندھے پر سر رکھ کر اتارنے کی عادی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ اب وہ تھکن چادر بن کر اس کے وجود سے لپٹی اسے جو جھل کر رہی تھی علمہ۔۔۔۔۔“ زرباب نے اسے پکارا

”جی زرباب۔۔۔۔۔ میں خیریت سے پہنچ گئی ہوں۔۔۔۔۔ کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ خدا کا بہت احسان ہے۔۔۔۔۔ آپ اپنی خیریت کا بتائیں۔۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ! امی کیسی ہیں۔۔۔۔۔“ وہ سہولت اور آہستگی سے بول رہی تھی۔

”امی ٹھیک نہیں ہیں علمہ۔۔۔۔۔“ زرباب انہی تھکن زدہ انداز سے بولا، ”کل سے اب تک ٹیسٹ ہی ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ ہاسپٹل اور لیبارٹریز کے چکر لگا کر میں۔۔۔۔۔ میں بہت تھک گیا ہوں!“

”آپ کچھ دیر کے لیے گھر آ جائیں۔ آرام کر لیں۔ امی کے پاس میں آ جاتی ہوں!“

”نہیں یار۔۔۔۔۔ یہ بھاگ دوڑ کہاں کر سکو گی تم۔۔۔۔۔ اور پھر افغان بھی تو ہے۔۔۔۔۔ اسے کون دیکھے گا۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ تو مجھے ہی کرنا ہے!“

”عارف؟؟؟“ علمہ بس اتنا ہی بول سکی تھی۔

”عارف؟“ زرباب تلخی سے ہنسا، ”مہنا تو ان کی طرح آیا تھا اپنی رانی بیوی کے ساتھ۔۔۔۔۔ ماں کی مزاج پر سی اس طرح کر گیا ہے جیسے کسی پڑوسی کی عیادت کرتے ہیں۔۔۔۔۔“

علمہ کو زرباب کی تھکن، دکھ اور پڑمردگی کی گہرائی کا اندازہ ہوا۔

”زر باب..... آپ کو پیسوں کی ضرورت تو ہوگی.....“

”میری ہر مشکل میں..... تمہارے مہربان چہرے کی جگہ گاہٹ سے آسانی ہو جاتی ہے.....“ وہ آہستگی سے بولا..... علمہ کا رواں رواں تشکر اور خوشی سے مسکرا اٹھا۔ یہ چند الفاظ جیسے ہر ریاضت کا صلہ تھے!

”علمہ.....“

”جی..... جی زر باب..... کہیں!“

”میں نے..... تم سے پوچھے بغیر ہی.....“ زر باب بے چین ہو کر خاموش ہوا اور پھر مزید بے چین ہو کر دوبارہ گویا ہوا، ”میں نے..... تمہاری دو انگلیاں سیل کی ہیں علمہ..... اور..... اپنی گھڑی..... تب کہیں جا کر یہ سارے ٹیسٹ ہو پائے ہیں!“

<http://ktaa>

علمہ چند لمحے خاموش کھڑی رہی۔ پھر آہستگی سے بولی

”جو کچھ میرا ہے..... وہ آپ کا ہے زر باب! پوچھنے یا کسی اجازت کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اور پھر امی صحت یاب ہو جائیں، اس سے زیادہ اہمیت کس بات کی ہے؟ آپ بے فکر رہیں مزید پیسوں کی ضرورت ہوئی تب بھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا!“

”علمہ..... تم میرے پاس ہوتیں تو..... میں تمہاری پیشانی چوم لیتا!“ زر باب آہستگی سے بولا

”خدا حافظ!“ علمہ نے جھینپ کر فون بند کر دیا۔

<http://ktaa>

☆

چند دن بہت مشکل سے کٹے تھے۔ علمہ گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ زر باب آفس، ہاسپٹل اور گھر کے بیچ ایک مہنور میں پھنسے شخص کی طرح گھومتا تھا۔ شرافت بیگم کو لے کر وہ گھر لوٹا تو وہ دونوں ہی بیمار نظر آتے تھے۔ شرافت بیگم ایک یکسر تبدیل شدہ ہستی تھیں..... وہ جیسے کوئی اور ہی تھیں۔ وہ شرافت بیگم جسے علمہ نے اپنی شادی پر دیکھا اور جانا تھا..... شاید وہیں ہاسپٹل میں ہی کہیں رہ گئی تھیں..... یہ نحیف و نزار، ست مزاج اور دھیسے لہجے والی خاتون تو گویا کوئی اور ہی تھی! جس سے علمہ واقف نہ تھی!

زر باب گھوڑے بیچ کر سو گیا۔ علمہ شرافت بیگم کی خاطر داری میں لگ گئی۔ اس نے نہانے اور لباس تبدیل کرنے میں ان کی مدد کی۔ انہیں سیب کا جوس نکال کر دیا پھر ان کے لیے سبزی بنانے لگی۔

”عارف..... جی مجھے عارف سے بات کرنی ہے.....“ لاؤنج سے شرافت بیگم کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ فون پر عارف کے گھربات کر رہی تھیں۔

”موباائل تو اس کا بند ہے۔“ پھر وہ قدرے مایوسی سے بولیں، ”اچھا..... جب وہ سو کر اٹھیں تو میری بات ضرور کروادیں اس نے..... جی میں؟ میں اس کی امی ہوں، شرافت بیگم!“

<http://ktaa>

علمہ ٹرے میں سبزی کا تازہ سالن اور گرم گرم روٹیاں لے کر نکلی تو شرافت بیگم ہنوز فون کے قریب بیٹھی کسی سوچ میں گم تھیں۔

”امی..... کھانا کھالیں.....“ علمہ نے فرے ان کے سامنے رکھی۔ وہ چونکیں۔

”تم اور زرباب نہیں کھاؤ گے کیا؟“

”زرباب سو رہے ہیں۔ انہیں جگانے کو جی نہیں کرتا.....“

”اور تم؟“

”میں؟ میں بھی..... بعد میں کھالوں گی!“ علمہ سے کہا نہ گیا کہ اتنے دن کے بعد وہ زرباب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی خواہش مند تھی۔

”نہیں میرے ساتھ کھاؤ۔ ورنہ میں بھی نہیں کھاتی!“ وہ بچے کی طرح روٹھ کر بولیں۔

”اچھا آپ شروع کریں.....“ علمہ ان کے قریب بیٹھ گئی، ”میں بھی کھاتی ہوں!“

شرافت بیگم گھر کے کھانے کو ترس گئی تھیں۔ بے تابی سے کھانا کھانے لگیں۔ علمہ بھی ان کا دل رکھنے کے لیے لقمے لے رہی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے اس کی نگاہ اٹھی تو وہ نوالہ منہ میں رکھنا بھول گئی! شرافت بیگم کی آنکھوں میں آنسو زور رہے تھے..... ان کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ علمہ نے نوالہ رکھ کر انہیں پانی کا گلاس تھمایا۔ انہوں نے چند گھونٹ پئے۔

”کیا بات ہے امی!“ علمہ نے آہستگی سے پوچھا، ”کیا ہوا!“

”کچھ نہیں.....“ وہ سر جھکا کر بولی تھیں!



”امی کو..... کینسر ڈائیکنوس ہوا ہے علمہ.....“ رات، اپنے کمرے میں، تکیوں کے سہارے نیم دراز زرباب نے اداسی سے اسے بتایا تھا!

”معدے کا کینسر ہے انہیں..... ان کے پاس صرف چند ماہ ہیں..... اس سے زیادہ نہیں!“

علمہ ایک شاکہ کیفیت میں بیٹھی اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی! اور اس کی صرف نظریں ہی زرباب کے چہرے پر تھیں..... ذہن کے پردے پر شرافت بیگم کا چہرہ تھا!

”امی کو..... اس کا علم ہے؟“ اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

”پتہ نہیں۔ بعض ٹیسٹوں کی نوعیت ایسی تھی کہ انہیں شک تو ہو گیا ہے۔ رپورٹس میں نے ان سے چھپالی ہیں اور یہی کہا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے..... پھر بھی..... شاید ڈاکٹر زکی باتوں سے وہ بہت کچھ سمجھ گئی ہیں.....“ زرباب نے تھکن سے آنکھیں موندیں۔

”بہت بڑا کرائس ہے ہماری زندگی کا یہ! دعا کرو علمہ..... ہم اس امتحان میں سرخرو ہو سکیں!“

”علمہ بالکل ہی غم صم سن ہو گئی تھی۔“

”آپ نے..... آپ نے عارف کو بتایا؟“

”ہاں!“

”پھر..... اس نے کیا کہا؟“

زر باب نے نظروں کا زاویہ موڑ کر علمہ کو دیکھا۔ اس کی نظروں میں بہت کچھ تھا۔
<http://kitaabghar.com> رشتے کھونے کا دکھ، بے اعتباریوں کے ملال، خفت سے بھرا کوئی اعتراف.....

”اس نے کہا کہ..... خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے! صبر کریں!“ پھر وہ تلخی اور آہستگی سے بولا، ”اور جو اس نے نہیں کہا..... میں وہ بھی سمجھ گیا ہوں علمہ..... یہ کہ اس کی غمی، خوبصورت، خوشیوں سے بھری زندگی میں ہم لوگ اپنی پریشانیوں کے روڑے نہ اٹکائیں، تو بہتر ہے۔ وہ جہاں ہے بہت خوش ہے..... اور ہم لوگ..... اسے ڈسٹرب نہ کریں!“

علمہ نے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا..... ایک باپ، ایک ماں کی اولاد! اور دونوں بیٹوں میں اتنا فرق، اتنا تضاد!!
<http://kitaabghar.com>

”امی تو عارف کو بہت miss کر رہی ہیں.....“ وہ آہستگی سے بولی، وہ اسے فون کر رہی تھیں شاید بلانا چاہ رہی تھیں اسے.....
 ”میں امی کو سمجھا دوں گا!“ زر باب گہری سانس بھر کر بولا، ”اب ہم لوگ اسے ”ڈسٹرب“ نہ ہی کریں تو..... اچھا ہوگا!“

اس نے سیدھے لیٹتے ہوئے تکیے پر سر رکھ لیا اور آنکھوں پر بازو۔ علمہ اس کے پیردبانے لگی۔

”آپ اس قدر پریشان نہ ہوں زر باب..... خدا خیر کرے گا!“
 ”جانتی ہو علمہ..... امی کا اب دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا کس قدر مشکل ہے!“ وہ یونہی آنکھوں پر بازو رکھے رکھے بولا، ”لیکن ہم اتنے بے حس تو نہیں کہ انہیں اس طرح لمحہ لمحہ مرتا دیکھ سکیں جو کچھ بھی اپنی ماں کے لیے مجھ سے بن پڑا..... میں کروں گا!“

”میں آپ کے ساتھ ہوں زر باب..... اور ہمارے ساتھ خدا ہے!“

زر باب نے بازو ہٹا کر اسے دیکھا..... اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔

”کینسر کا علاج اتنا مہنگا ہے علمہ..... ہمارے گھر کے برتن تک بک جائیں گے!“

”پھر کیا ہوا..... اس ڈر سے ہم امی کا علاج تو نہیں بند کر دیں گے!“ وہ ایک حوصلے سے بولی تھی! زر باب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آہستگی سے اپنے پاس کھینچ لیا۔
<http://kitaabghar.com>

”تمہاری جگہ..... یہاں میرے دل میں ہے..... اور تم وہاں قدموں میں بیٹھی رہتی ہو..... پاگل لڑکی..... اپنی جگہ پر رہا کرو نا!“

علمہ اس کے سینے پر سر رکھ کر مسکرا دی۔

☆

زر باب نے درست کہا تھا! شرافت بیگم کی بیماری ان لوگوں کے لیے ایک آزمائش کی صورت اتری تھی ان کی صرف ایک ہفتہ کی دوائیاں ہی اتنی مہنگی تھیں کہ زر باب کو ملنے والی تنخواہ کسی بھی دوسری جگہ استعمال ہوئے بغیر ہی ختم ہوگئی۔ گولیاں، انجکشنز، مختلف ٹریٹمنٹ اور ڈاکٹرز کی فیس مل ملا کر لگ بھگ زر باب کی ایک تنخواہ سے زیادہ ہی بن گئے تھے۔ ایک بہت حوصلہ شکن صورتحال تھی جو ان کی فیملی کو درپیش تھی!

علمہ نے گھر کی اشیاء کا دل ہی دل میں جائزہ لیا۔ سودا ختم ہونے کو تھا۔ آٹا، چاول، چینی برتنوں کے پیندوں سے جا لگے تھے۔ بجلی، گیس اور ٹیلی فون کے بلز برآمدے کے شیلف میں سامنے ہی پڑے منہ چڑانے لگے تھے، اور علمہ کے پاس جو معمولی سی رقم تھی اس میں پورا مہینہ نکالنا ایک ناممکن امر تھا! زر باب سے وہ کہا کہتی۔ اسے زر باب کی کیفیت کا پورا پورا اندازہ تھا۔ اس کے پاس تو شاید موٹر سائیکل میں پٹرول ڈلوانے کے لیے بھی بہت کم رقم بچی تھی۔ موٹر سائیکل پر سفر کرنے کے علاوہ دوسری کوئی ”عیاشی“ وہ کرتا ہی نہ تھا جس کے لیے اسے مزید پیسوں کی ضرورت پڑتی۔ علمہ اپنے خیالوں سے چونکی۔ شرافت بیگم اسے پکار رہی تھیں۔ وہ تیزی سے کچن سے نکل کر ان کے قریب پہنچی۔

”جی امی! کہیے۔ علمہ نے جھک کر نرم لہجے میں پوچھا۔ ”درد ہو رہا ہے تو گولی دے دوں؟“

”نہیں..... نہیں.....“ انہوں نے سر اُدھر اُدھر کیا، ”میری ثوبیہ سے بات کرادو..... مجھے اپنی بچی سے بات کرنی ہے.....“

”جی..... اچھا!“ علمہ کی نظروں نے فون سیٹ کو دیکھا!

بچھلے دنوں سے فون بہت زیادہ استعمال ہو رہا تھا..... شرافت بیگم کا دل رکھنے کے لیے وہ کبھی ثوبیہ، کبھی عارف اور کبھی ان کے دوسرے رشتہ داروں سے ان کی بات کر داتے رہتے تھے اس مرتبہ بھی فون کا بل ان کے بجٹ سے کافی زائد آیا تھا جواب تک واجب الادا تھا۔

”جلدی کرو علمہ..... اس سے پہلے کہ میرا دم نکل جائے..... میری ثوبیہ سے میری بات کرادو!“

علمہ لپک کر فون تک گئی۔ شرافت بیگم کو اس حال میں کوئی تکلیف پہنچانا اسے بہت غیر انسانی عمل لگتا تھا۔ ریسور اٹھاتے ہی وہ دھک سے رہ گئی۔ سمیٹنی کی طرف سے ریکارڈ شدہ آواز اسے بتا رہی تھی کہ بل ادا نہ کیے جانے پر ان کا فون عارضی طور پر منقطع کر دیا گیا تھا! اس نے آہستگی سے ریسور واپس رکھ دیا۔

”علمہ..... علمہ.....“ شرافت بیگم نے نحیف آواز میں اسے پکارا

علمہ اپنے خیالوں سے چونک کر ان کے قریب چلی آئی۔

”کیا ہوا۔ نمبر نہیں ملا ثوبیہ کا؟“ وہ ادا اس نظروں سے اس کا چہرہ سکنے لگیں۔

علمہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

”نہیں امی..... نمبر نہیں ملا.....“ وہ آہستگی سے بولی

”اچھا۔ مجھے کھیر بنا دو علمہ..... میں نے کھیر کھانی ہے۔“ وہ ملتی سے انداز میں بولیں۔

علمہ نے بے بس سی نظروں سے انہیں دیکھا۔ بیماری کی وجہ سے ان کی ذہنی کیفیت بہت عجیب ہو گئی تھی۔ وہ یا تو کسی عزیز سے بات کرنے کی خواہاں رہتی یا پھر کچھ کھانے کی فرمائش کرتی تھیں۔ علمہ پورا دن ان فرمائشوں سے نمٹ کر ادھ موٹی ہو جاتی تھی۔ اب وہ کھیر کی فرمائش کر رہی تھیں اور پتیلی میں محض کلو بھر دودھ تھا جو افان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بھی نا کافی تھا۔ اسے سوتے وقت دودھ نہ ملا تو وہ پوری رات روتا رہتا تھا۔

”تم خاموش کیوں ہو۔“ وہ خفگی سے بولیں، ”نہ تم ثوبیہ سے بات کرواتی ہو..... نہ مجھے کھیر بنا کر دے رہی ہو..... تم چاہتی ہو..... میں

ایسے ہی ترستی مری جاؤں..... مجھ سے کوئی انتقام لینا چاہتی ہو؟“

علمہ خاموشی سے اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ دودھ کے نیچے آنچ کی اور چاول صاف کر کے بھگونے لگی۔ صحن میں دروازے کی آواز ہوئی اور پھر کسی کے ہنسنے کی آواز پر علمہ نے باہر نکل کر دیکھا۔ عارف اور رانیہ آئے تھے۔ دونوں خوشگوار موڈ میں ہنستے مسکراتے چلے آ رہے تھے۔ علمہ نے آگے بڑھ کر انہیں خوش آمدید کہا۔

”کیسی ہیں بھابی۔“ عارف نے مسکراتے ہوئے پوچھا، ”وہی ہمیشہ کی طرح اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ..... مونالیزا.....“

رانیہ نے بے تکلفی سے عارف کے شانے پر ایک ہاتھ رسید کیا تھا۔

”اتنے جلدی نہ بنو..... بھابی ہیں تمہاری.....“ پھر وہ خود علمہ سے بہت تکلف سے معاف کرنے لگی تھی۔ <http://kitaabgohar.com>

”اچھا ہوا آپ لوگ آگئے..... امی بہت اداس ہو رہی تھیں.....“ علمہ انہیں شرافت بیگم کے پاس لے آئی۔ ”اب امی کا دل لگ جائے گا!“

”ماں..... میری ماں..... یہ کیا حال بنا لیا ہے.....“ عارف بہت لاڈ سے ان سے ملنے لگا۔ شرافت بیگم نے بہت بے تابی سے اس کا چہرہ چوما۔

”آگیا میرا بیٹا..... میرا عارف..... میرے دل کا چین.....“

پھر انہوں نے اشارے سے رانیہ کو قریب بلا کر اس کا بھی ہاتھ چوما تھا۔

”خوش رہو..... آباد رہو..... علمہ..... علمہ.....“ وہ علمہ کو پکارنے لگیں۔

<http://kitaabgohar.com>

”جی امی۔“ علمہ آگے بڑھی۔

”کچھ لاؤ علمہ ان کے لیے..... کچھ اچھا سا بناؤ..... دیکھو..... میرے بچے آئے ہیں مجھ سے ملنے.....“ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔

علمہ نے فریزر کے ہوئے کباب نکال کر تلے۔ کھیر ڈونگے میں نکال کر چاندی کے ورق سے سجائی، بسکٹ رکھے اور چائے کے ساتھ

سارے لوازمات لا کر انہیں پیش کیے۔

”اتنی دیر میں زرباب بھی آگیا تھا۔ کپڑے تبدیل کر کے وہ بھی ان کے درمیان آ بیٹھا۔ وہ سب چائے پی رہے تھے۔ علمہ افغان کا منہ

دھلا کر کپڑے تبدیل کروانے لگی۔ اس نے انا، عارف، زرباب کو ہنگے ہنگے ہسپتالوں کے نام گنوا رہا تھا جہاں شرافت بیگم کا ٹریٹ منٹ ہو سکتا تھا۔

زرباب خاموشی سے بیٹھا اس کی باتیں سن رہا تھا اور محض ہوں، ہاں میں جواب دے رہا تھا۔ شرافت بیگم عارف کی باتوں سے بہت خوش اور مطمئن

نظر آ رہی تھیں۔ وہ بار بار مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھتی تھیں۔

”پھر ہم چلیں بھائی۔“ کچھ دیر کی گپ شپ کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

زرباب آہستگی سے سر ہلا کر اپنے سیلینر زینٹنے لگا تاکہ ان کو دروازے تک رخصت کر آئے۔ اچانک ہی شرافت بیگم نے عارف کا ہاتھ تھاما تھا۔

<http://kitaabgohar.com>

”عارف..... میں بھی تمہارے ساتھ چلوں!“

عارف ایک دم ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے گھبرا کر رانیہ کو دیکھا۔

زرباب اور علمہ نے خیرانی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

”کیوں..... رانیہ.....“ عارف کے لبوں سے بمشکل نکلا۔

”لیکن عارف..... ہم تو..... خود..... مری اور بھور بن جا رہے ہیں نا..... اس ویک اینڈ پر.....“ رانیہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ شرافت بیگم نے مرے مرے انداز میں عارف کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”اوہ..... یاد آیا!“ عارف کی جان میں جان آئی تھی، ”رانیہ ٹھیک کہہ رہی ہے..... دراصل شادی کے بعد..... اب تک ہم لوگ کہیں گئے نہیں..... تو اس مرتبہ ہم نے سوچا..... کیوں نہ اپنے ملک کی حسین اور خوبصورت جگہیں ہی گھوم پھر کر آجائیں..... بعد میں سنگاپور اور ملائیشیا کا پروگرام ہے!“

”اچھا جی..... خدا حافظ.....“ رانیہ نے سب کی جانب دیکھا، ”عارف..... میں گاڑی میں بیٹھتی ہوں..... آپ آجائیں!“

رانیہ کے باہر جانے کے بعد عارف نے مجرمانہ سی خاموشی کے ساتھ سب کو دیکھا اور زرباب کے ساتھ باہر جانے لگا۔

علمہ اپنی جگہ کھڑی اور شرافت بیگم ساکت بیٹھی انہیں دیکھ رہی تھیں۔ نجانے زرباب نے بہت آہستگی سے عارف سے کیا کہا تھا۔

”بھائی..... میں تو خود بھی ڈیپنڈنٹ ہوں..... ابھی تو..... میرا اپنا علیحدہ اکاؤنٹ بھی نہیں ہے۔“ عارف کا معذرت خواہانہ لہجہ سنائی دیتا تھا۔

”اور پھر ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں جو میں کسی ضرورت کے لیے ان کے آگے ہاتھ پھیلاؤں..... سمجھنے کی کوشش کریں میری

زرباب نے ہولے سے اس کا شانہ پھپھایا اور اسے رخصت کر کے اندر آ گیا۔ اس کے چہرے پر تاریکی تھی۔ علمہ نے نظریں چرائیں۔



جیولر نے رقم گن کر علمہ کے سامنے رکھی اور اس کی چین اور بالیاں اٹھا کر شوکیس میں رکھ لیں۔ علمہ نے رقم گنی۔ پرس میں رکھی، اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”شکریہ بھائی!“

”ابو جی کیسے ہیں بہن؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

علمہ لمحہ بھر کے لیے پتھر کی ہوئی۔ وہ ان کا بہت پرانا شناسا تھا۔ وقار صاحب کو علمہ کے بچپن کے دور سے جانتا تھا۔ انہیں بہت عزت دیتا تھا۔

علمہ نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا اور بہت سے آنسوؤں کو پی کر بولی

”ابو جی..... اس دنیا میں نہیں رہے بھائی..... انہیں گزرے تو..... کافی عرصہ ہو گیا۔“

”اوہ.....“ وہ سکتے میں رہ گیا تھا۔ ”بہت افسوس ہوا بہن!“

علمہ خود پر قابو پا کر شاپ سے نکل آئی۔ اب اس کے پرس میں اتنی رقم تھی کہ وہ کم از کم مہینہ ڈیڑھ مہینہ گھر کے اخراجات کو کھینچ تان کر پورا کر سکتی تھی۔

رکشہ میں بیٹھ کر وہ یہی سوچتی رہی کہ اگر چند ماہ مزید اسی طرح گزارنے پڑے تو شاید اس کے پاس زیور نام کی کوئی چیز نہ رہے گی۔ پھر اسے زرباب کا خیال آیا۔ زرباب ساقیتی زیور تھا اس کے پاس! اس سے زیادہ قیمتی تو کچھ بھی نہ تھا۔ زرباب کی خوشی اور اطمینان کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی..... اپنا سب کچھ دے کر..... خالی ہاتھ..... اس کے ساتھ ساتھ آخری سانس تک چل سکتی تھی..... یہ دنیاوی اشیاء تو بے وقعت تھیں زرباب کی خوشی کے سامنے!

”کتنی محبت ہے تمہیں اس سے! اس سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں ہو سکتا!“

”ہاں محبت تو ہے..... مگر میری محبت میں اتنی طاقت کہاں کہ کسی کا نصیب بدل سکے!“

”ایسا کیوں سمجھتی ہو تم؟؟ تمہاری محبت تو پاس ہے..... پتھر کو چھوئے گی تو سونا کر دے گی!“

”مجھے سونا چاندی نہیں چاہیے..... مجھے تو جواب میں صرف اس کی محبت درکار ہے!“

”محبت کے جواب میں محبت نہیں مانگتے پلگی! مجھے دیکھو..... میں نے کب محبت مانگی تم سے؟؟“

”میرا تمہارا رشتہ ایسا نہیں کہ تم مجھ سے محبت مانگو!“

”آہ..... یہ دنیاوی رشتے!!“

”یہی حقیقت ہے..... آہے قبول کر لو!“

”اسی حقیقت کو قبول کر لینے والے انتظار لا حاصل کیا کرتے ہیں!!“

☆

وہ شرافت بیگم کے قریب بیٹھی ان کا سرد بار ہی تھی..... جب سے ان کا ٹریٹ منٹ شروع ہوا تھا انہیں ہر وقت ایک عجیب سی بے چینی لاحق رہتی تھی۔ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے علمہ کو مصروف رکھا کرتی تھیں۔ کبھی وہ ان کے لیے کچھ پکاتی، انہیں کھلاتی رہتی اور کبھی ان کا سر پیر دبانے میں مصروف رہتی تھی۔ اپنا آپ اس نے جیسے کہیں گردی رکھ دیا تھا جسے چھڑانے کی کوشش میں مزید سودر سود چڑھ رہا تھا۔

”اچانک ہی شرافت بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔“

”یہ خالی ہاتھ کیوں؟؟“ انہوں نے نحیف سی آواز میں پوچھا، ”تمہاری انگوٹھیاں کہاں گئیں؟؟“

”آٹا گوندھتے..... یا افنان کا منہ دھلاتے ہوئے تنگ کرتی تھیں..... افنان کے گال چھل جاتے تھے میں نے اتار کر رکھ دیں.....“ وہ آہستگی سے بولی۔

”اور..... یہ تمہارے کان؟ بالیاں بھی تنگ کرتی تھیں؟“ وہ نجانے کیوں اسے اتنے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ علمہ نے نظریں چرائیں۔

اب کہ کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا تھا۔

”تمہاری گردن بھی خالی ہے..... وہ تمہاری چین تو بہت خوبصورت تھی..... وہ کہاں گئی؟؟“

”آج آپ بہت غور سے دیکھ رہی ہیں مجھے!!“ علمہ بات بدلنے کے لیے ہنس کر بولی۔

”ہاں! ایسا لگتا ہے جیسے آج تمہیں پہلی بار دیکھ رہی ہوں!“ وہ آہستگی سے بولیں۔
 ”بیاتہاڑکیاں تو سچی بنی اچھی لگتی ہیں علمہ..... تمہیں یوں زیور کے بغیر دیکھ کر..... میرا دل بہت خراب ہو رہا ہے.....“ کچھ دیر بعد وہ بولی
 تھیں، ”چوڑیاں تمہاری..... ہم نے ہتھیلیاں تھیں..... اب باقی کا زیور بھی شاید..... یونہی خراب ہو گیا ہے..... ہے نا!“

”زیور کا کیا ہے امی..... پھر بن جاتا ہے اگر نصیب میں ہو تو۔“ وہ لا پرواہی سے بولی
 ”ہاں۔ ٹھیک کہتی ہو..... یہ بات میں نے نہیں سمجھی تھی..... وہ زیور اگر میرے نصیب میں ہوتا تو آج اس بیماری میں شاید میرے کچھ کام
 آتا..... جسے ساری عمر سنبھال سنبھال کر، چھپا چھپا کر رکھا..... اپنی بیٹی تک کو نہیں دیا..... وہ کس کے کھاتے میں گیا بھلا؟ ایسے بے حس انسانوں کے
 جنہیں ماں کی اہمیت کا بھی احساس نہیں!“
 وہ دسکھی ہوئی تھیں۔ آنسوؤں کی آنکھوں کے گوشوں میں جمع ہونے لگے۔

علمہ خاموشی سے بیٹھی ان کا سر دباتی رہی۔ اس شکوے کا جواب اس کے پاس تھا بھی، ”میں بہت تنگ کر رہی ہوں تم لوگوں کو.....“ اب کی
 بار ان کی آواز رندھی ہوئی تھی، ”اب تمہیں اور نہیں سناؤں گی.....“
 ”کیسی باتیں کر رہی ہیں امی جی.....“ علمہ دکھ سے بولی

”ہاں علمہ..... میں اب اور نہیں سناؤں گی تمہیں..... میری ثوبیہ سے کہو..... آ کر مجھ سے مل جائے۔ اپنی بیمار ماں سے آخری بار مل
 جائے..... پھر میں.....“
 آگے ان سے بولا نہ گیا۔ وہ ہچکیوں میں رونے لگی تھیں۔ علمہ کا حوصلہ بھی جواب دے گیا۔ وہ بھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔
 دونوں کے پاس ایک دوسرے کو دینے کے لیے سوائے آنسوؤں کے کچھ بچا بھی نہ تھا۔



بساط

کتاب گھر پر پیش کیا جانے والا علیم الحق حقی کا پہلا ناول **بساط** جو انگریزی فکشن سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ناول میں بدنام
 زمانہ امریکی تنظیم سی آئی اے کی من مانیوں، دوسرے ممالک میں سیاسی و معاشرتی بد امنی پھیلانے کے لیے قتل و غارت اور دیگر ہتھکنڈوں کو
 بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔ امریکی انتظامیہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کس حد تک جا سکتی ہے، اس ناول کو پڑھ کر بخوبی اندازہ کیا جاسکتا
 ہے۔ **بساط** کو **ناول** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سیما اور ساجد آئے تھے۔ اربا کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی۔ اگلے ماہ کی درمیانی تاریخوں میں شادی تھی۔ وہ لوگ اربا کی شادی کا کارڈ بھی لائے تھے اور شرافت بیگم کا مزاج پرسی بھی مطلوب تھی۔

اتفاق سے اسی روز عارف اور رانیہ بھی آگئے۔ وہ دونوں پورے ملک کی سیر کر کے لوٹے تھے دونوں کے چہرے فراغت، خوشی اور بے فکری کی چمک سے روشن تھے۔ رانیہ نے بیش قیمت اور بہت خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے ہر ہر انداز میں بانک پن اور دلآویزی تھی وہ شادی سے پہلے اتنی خوبصورت نہ تھی جتنی کہ اب لگ رہی تھی۔

شرافت بیگم بہت کمزور ہو چکی تھیں۔ زیادہ دیر بیٹھنا یا دیر تک بات چیت کرنا اب ان کے لئے ممکن نہ تھا پھر بھی اس وقت وہ سب کچھ بھلا کر ان سب کے درمیان بیٹھی بات چیت کر رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر قدرے چمک تھی۔

”اپنا..... اس بار خدا کے لیے کوئی بہانہ نہ کیجیے گا۔“ سیما بولی تھی، ”ہر بار آپ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ساری تقریبات گول کر جاتی ہیں..... ہماری کسی خوشی یا غمی میں آپ نے شرکت نہیں کی!“

علمہ نے سیما کو خوب آنکھیں دکھائیں کہ وہ محفل میں ایسی باتیں نہ کرے..... لیکن وہ اس کی آنکھوں کی پروا کیے بغیر ہی بولتی رہی۔

”ٹھیک کہہ رہی ہو سیما تم.....“ شرافت بیگم بولی تھیں..... ”لیکن اس میں بے چاری علمہ کی کسی کوتاہی کا دخل نہیں ہے..... قصور وار شاید میں ہوں!“

سب ایک دم خاموش سے ہو کر شرافت بیگم کو دیکھنے لگے تھے۔

”لیکن اب کی بار میں خود اسے سمجھوں گی تمہاری خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے..... بے فکر رہو..... اس بار علمہ تمہارا ساتھ ضرور دے گی!“

خوشی کے مارے علمہ جیسے سانس لینا بھی بھول گئی تھی! پلکیں ”جھپکائے بغیر وہ ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔“

”علمہ جیسی بہنو تو مقدر والوں کو ملتی ہے۔ سب کی خاموشی کے بیچ شرافت بیگم کی آواز گونجی، ”میں..... بہت مقدر والی ہوں..... میرے لیے تو شاید..... کبھی ثوبیہ نے بھی اتنا کچھ نہیں کیا.....! جتنا اس نے کیا ہے۔ دولت، شان، رنگ، روپ..... کسی شے کی کچھ اہمیت نہیں ہوتی..... اہمیت انسان کے اندر موجود حسن اور نیکی کی ہوتی ہے..... اور میری علمہ باہر سے جتنی خوبصورت ہے..... اس سے زیادہ خوبصورت اندر سے ہے۔“

علمہ نے دیکھا، زرباب ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ زرباب کی آنکھوں میں محبت، یقین اور گھنے اعتبار کی روشنی تھی۔ علمہ کو لگا..... وہ اب تک اسی روشنی کی سمت سفر کر رہی تھی..... سب کچھ بہت مکمل اور خوبصورت تھا!!

”ہم لوگ اب چلیں گے!“ رانیہ ایک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے لہجے میں اکٹاہٹ اور بے زاری تھی۔ عارف جواب تک اپنی ماں کی گفتگو میں کھوکھو کر جیسے سب کچھ بھولا بیٹھا تھا، ہڑبڑا کر اٹھا۔

”آں ہاں.....“ وہ بولا، ”کافی دنوں سے اپنے گھر کا آرام نہیں ملا..... آج تو ریسٹ کا موڈ ہے۔“

”جاؤ بیٹا.....“ شرافت بیگم بولیں، ”تم لوگ رینٹ کرو..... خدا آرام ہی آرام دے..... سازنے سکھ پاؤ اپنے گھر میں!“

عارف کا چہرہ دعائیں پا کر بھی دھواں دھواں ہو گیا۔ اس کے گلے میں جیسے کچھ پھنسنے لگا تھا اس نے رانیہ کو دیکھا جس کے چہرے پر دنیا جہان کی بے زاری پھیلی ہوئی تھی۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کی معیت میں باہر کی سمت بڑھ گئے تھے۔

شرافت بیگم کا سانس ایک دم پھولنے لگا۔ وہ بستر پر لیٹ گئیں۔ زر باب ان کے قریب بیٹھ کر ان کے ہاتھ سہلانے لگا۔

”زر باب..... میرے بیٹے..... میرے لال.....“

”جی امی جی..... کیسے..... حکم!“

”تم نے میری جتنی خدمت کی ہے..... اس کا صلہ خدا دے گا تم لوگوں کو.....“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں، ”میں تو..... دنیا سے خالی ہاتھ جا رہی ہوں..... تمہاری خدمتوں اور محبتوں کی مقروض بن کر.....“

”خدا کے لیے امی..... ایسی باتیں نہ کریں..... ہم نے وہی کیا جو ہمارا فرض تھا.....“

”خدا تمہیں بہت دے گا!“ وہ آنکھیں موند کر بولیں، ”میری ثوبیہ سے کہو..... آ کر مل جائے مجھ سے۔“

☆

سیمہ اور ساجد ایک روز قیام کر کے اگلے دن روانہ ہو گئے تھے۔ علمہ زر باب کے ساتھ انہیں اسٹیشن تک چھوڑنے نہ گئی تھی۔ ”وہ شرافت بیگم کے پاس ٹھہر گئی تھی۔ جاتے جاتے سیمہ سے یاد دہانی کرانا نہ بھولی تھی۔“

”ضرور آئیے گا آپ..... ایسا نہ ہو..... آپ پھر معذرت کر کے.....“

”میرے بس میں ہوا..... تو ضرور آؤں گی سیمہ..... تم نے دیکھی ہے نا امی جی کی حالت.....“

علمہ بے بسی سے بولی تھی۔

”انہوں نے خود مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کو ضرور بھیجیں گی!“ سیمہ ضدی پن سے بولی، علمہ اس کے بچنے پر مسکرا کر رہ گئی۔

سیمہ اور ساجد کے آنے سے گھر میں جو رونق ہوئی تھی، ان کے واپس جاتے ہوئے ان کے ساتھ ہی رخصت ہوئی۔ گھر میں ایک جامد شٹا ہوا گیا۔ چند دن ایک عجب بے کیفی اور مردنی گھر کی فضا پر چھائی رہی۔ شرافت بیگم کی ضد سے مجبور ہو کر ثوبیہ کو کئی مرتبہ فون کر دیا گیا، لیکن وہ فرقان کی جاب کی تبدیلی کی وجہ سے نئی نئی شارجہ شفٹ ہوئی تھی۔ اس کے سر پر کئی ذمہ داریاں تھیں جنہیں چھوڑ کر آنا اس کے لیے ممکن نہ تھا اس لیے اس نے فون پر ہی ماں سے بات کر کے انہیں کئی جھوٹی سچی تسلیاں دے ڈالی تھیں۔ نہ آنے کی کتنی ہی وجہیں بیان کی تھیں۔

”ماں سے ضروری کام اور کچھ نہیں ہوتا ثوبیہ.....“ شرافت بیگم نے آخری بار فون پر ٹوٹے ہوئے لہجے میں اس سے کہا تھا۔ علمہ

”میں چاہتی ہوں۔ مرنے سے پہلے ایک بار تمہیں دیکھ سکوں.....“

”اوہو..... کیسی باتیں کرتی ہیں امی جی..... حوصلہ کریں..... اگلے ماہ میں اور فرقان ضرور آئیں گے..... دراصل فرقان کی نئی نئی نوکری

ہے نا..... ابھی چھٹی نہیں مل سکتی..... اور میں فریقان کو اکیلا چھوڑ کر کیسے آؤں؟؟“

”اچھا..... جیتی رہو بیٹی..... شادا آباد رہو.....“ انہوں نے فون بند کیا تو ان کے چہرے پر بہت مایوسی تھی۔

علمہ ان کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ وہ کچھ دیر علمہ کا چہرہ دیکھتی رہیں۔

”علمہ.....“

”جی امی جی..... کہیے!“

”مجھے معاف کر دینا..... میں نے شاید تمہیں بہت دکھ دیے ہیں.....“

علمہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

<http://kitaabghar.com>

”کچھ دنوں سے نجانے کیوں..... تمہارے مرحوم والد کا چہرہ بار بار ذہن میں آ جاتا ہے..... ان کی وفات سے پہلے..... تم بھی نہیں مل سکی تھیں ان سے..... انہیں بھی..... تمہاری..... ایسی ہی یاد آتی ہوگی نا!“

علمہ ساکت بیٹھی رہ گئی۔ شرافت بیگم کو نجانے کون کون سے ملال ستارے تھے!

☆

کتاب خانہ گھر

چند روز بعد..... علمہ صبح اٹھ کر انہیں چائے دینے کے خیال سے ان کے بستر تک آئی تھی۔ عموماً روز ہی ایسا ہوتا تھا کہ علمہ نماز پڑھ کر سب سے پہلے انہیں دودھ یا چائے کا کپ دیتی تھی۔ اس روز بھی وہ ٹرے میں چائے اور سکٹ لے کر انہیں جگانے کے خیال سے ان کے چہرے پر جھکی تھی!

”امی جی.....“ اس کے لبوں سے ٹوٹ کر نکلا۔

اس نے ٹرے آہستگی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی اور سکتے کے عالم میں ان کے قریب بیٹھ گئی شرافت بیگم کی کھلی ہوئی آنکھیں قضا کے فرشتے کی صورت اپنی پتلیوں پر نقش کر چکی تھیں! ان کے لب وا تھے جیسے وہ کچھ کہتے کہتے رہ گئی تھیں..... نجانے آخری وقت میں انہوں نے کسے پکارا تھا!!

☆

کتاب خانہ گھر

علمہ اور زرباب بہت دنوں انے چلی منزل پر ہی شفت ہو چکے تھے تاکہ شرافت بیگم کسی بھی وقت انہیں پکار سکیں، لیکن وہ انہیں پکارے بغیر خاموشی سے چلی گئی تھیں۔

علمہ کو ان کا چہرہ دیکھ کر ان کی وہ ساری دعائیں یاد آئیں جو وہ اپنے آخری وقت میں اسے دیتی رہی تھیں۔ اس نے آہستگی سے ان کی آنکھیں بند کیں۔ پھر زرباب کو ماں کی رخصتی کی غزدہ خبر سنانے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگی۔

☆

کتاب خانہ گھر

۲۲ روزے والوں میں عارف اور ثوبیہ پیش پیش تھے۔ دونوں بلک بلک کر دھاڑیں مار مار کر زوئے تھے اس طرح کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئی تھیں! علمہ اور زرباب کے آنسو تو شرافت بیگم کے لحد میں اترتے ہی خشک ہو گئے تھے ان دونوں نے اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کیا تھا۔

ان کے دلوں پر قرض نہ تھا۔ ان کی زوجیں شانت تھیں اس لیے وہ ہر سکون تھے، اور دوسروں کو بھی تسلی دے رہے تھے۔ شرافت بیگم کے سوئم تک کے اخراجات کے لیے بھی ان لوگوں کو زبیدہ خالہ سے رقم ادھار لینی پڑی تھی۔ کہ اس آخری کام کے لیے بھی پیسے نہ بچے تھے۔ ۱۱۷: ۱۱۸

علمہ کو زرباب کی بات یاد تھی! اس نے کہا تھا کہ اتنا مہنگا علاج کروانے کے بعد انہیں شاید اپنے برتن تک پہنچنے پڑ جائیں اور کم و بیش ایسا ہی تھا! علمہ کا سارا زیور بیچ دینے کے بعد انہوں نے کئی قیمتی اشیاء بھی فروخت کی تھیں تب کہیں جا کر اتنے بھرم کے ساتھ انہوں نے اپنی ماں کو سپردِ خاک کیا تھا۔ سامان بک گیا تھا لیکن ان کے ضمیر مطمئن تھے۔ ان سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی نہ ہوئی تھی!

غارف سوئم تک وہیں ٹھہرا تھا۔ دن رات سوکھا سامنہ بنائے اپنے کمرے میں لیٹا رہتا تھا۔ کھانا وغیرہ اس کے کمرے میں ہی کوئی دے آتا تھا۔ اس نے بھائی اور بھانج سے کچھ بھی پوچھنے یا ان کا کوئی بوجھ ہلکا کرنے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ یوں بھی اب جبکہ ماں بھی نہ رہی تھی تو باقی کس سے تکلف کا رشتہ تھا؟

ٹوبیہ البتہ غم سے نڈھال ہی تھی۔ اسے یقین نہ تھا کہ ماں جو کل تک اسے بلارہی تھی، یوں اچانک بنا کوئی شکوہ کیے خاموشی سے رخصت ہو جائے گی! علمہ نے غم سے نڈھال ٹوبیہ کو سہارا دینے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی۔ اس کا دل ہلکا کرنے کے لیے وہ اکثر اس سے شرافت بیگم کے آخری دنوں کی باتیں کیا کرتی۔

ٹوبیہ جلد ہی سنبھل گئی۔ گھر کے ہلکے پھلکے کاموں میں علمہ کا ہاتھ بٹانے لگی۔ ابھی اس کا چند روزہ قیام یہاں اور تھا پھر اس نے اپنے سرال چلے جانا تھا۔

شرافت بیگم کے انتقال کو ساتواں روز تھا۔ علمہ پورے گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد نہانے کے لیے واش روم میں گھس گئی۔ وہ نہا کر نکلی تو لاؤنج سے آتی ہنسی کی آوازوں پر ٹھنک کر رہ گئی۔ اتنے دنوں میں یہ پہلی بار تھا جب اس نے گھر میں اتنی بے فکر کھٹکتی ہوئی ہنسی کو سنا تھا۔

آسمیلے بال بکھرائے وہ لاؤنج میں آئی۔ اس کی نظروں کے عین مقابل زرباب کا مسکراتا ہوا چہرہ تھا۔ زرباب کی آنکھوں میں خوشی اور چہرے پر چمک تھی، علمہ نے اس کی نظروں کے مقابل دیکھا۔ زرباب کے سامنے حوریہ بیٹھی تھی۔ وہ شاید شرافت بیگم کی وفات پر تعزیت کے لیے آئی تھی..... لیکن اس کی ہنسی کی کھٹک سے ماحول بدلا ہوا تھا۔

☆☆☆

اپنے بستر پر لیٹ کر وہ سوئے ہوئے افنان کے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں پھیر رہی تھی۔ اتنے طویل عرصے کی مصروفیت کے بعد ملنے والی فراغت سے اس کا ذہن خالی خالی سا ہو رہا تھا۔ نظریں یونہی خلاؤں میں بھٹک رہی تھیں..... بھٹکتی ہوئی نظروں کے سامنے سے بار بار ایک چہرہ گزرتا تھا۔ وہ زرباب کا چہرہ تھا! ہنستا ہوا چہرہ! چمکتی ہوئی نظریں۔ سامنے بیٹھی حوریہ کے نقش نقش کو تو لیتی ہوئی، کھوجتی ہوئی، مسکراتی ہوئی وہ نظریں..... نیزے کی زہر میں بجھی ہوئی انی کی طرح علمہ کے دل میں گڑھی تھیں!

شرافت بیگم کی بیماری کے عرصے نے علمہ اور زرباب کو ذہنی، جسمانی، دونوں طرح سے تھکایا تھا۔ وہ دونوں جیسے ٹوٹ کر رہ گئے تھے اس پر مالی پریشانیوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔ اب شرافت بیگم کے انتقال کے بعد پڑمردگی اور افسردگی کے دن گزار کر زرباب کو پھر سے شگفتگی کی جانب لوٹتے دیکھنا یقیناً ایک خوش کن احساس ہوتا اگر یہ شگفتگی اور خوش مزاجی علمہ کے لیے ہوتی، لیکن وہ خوش مزاج نظریں کسی اور چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ شگفتگی کسی اور کے وجود کی عطا کردہ تھی۔ عرصہ پہلے کہے گئے ثوبیہ کے الفاظ رہ رہ کر اس کے کانوں میں گونجتے تھے۔ زرباب کے ناکام عشق کی داستان اس نے خوب نمک مرچ لگا کر علمہ کو سنائی تھی۔ علمہ کو وہ سارے الفاظ اب تک یاد تھے، نجانے کیوں؟

ایک گہری سانس بھر کر اس نے کروٹ بدل لی۔ اسی لمحے دروازہ کھول کر زرباب اندر داخل ہوا تھا۔ علمہ کی نظریں زرباب کی نظروں سے ٹکرائیں۔ زرباب کی آنکھوں میں اب تک گزری ہوئی ملاقات کی مسکراہٹ تھی۔ وہ ہشاش بشاش سالگتا تھا۔ علمہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ زرباب علمہ کی طرف آنے کی بجائے ڈرینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ کنگھا اٹھا کر بالوں میں پھیرتے ہوئے وہ اپنے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ہلکی ہلکی سی سیٹی بھی بجانے لگا۔ کنگھے کو یونہی پھونک مار کر صاف کیا پھر بستر کی جانب آ گیا۔

”کیا بات ہے۔ تم زیادہ دیر مہمانوں کے پاس نہیں بیٹھیں!“ وہ علمہ سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ آستیں کے بٹن کھول کر آستین

فولڈ کرنے لگا۔
فولڈ کرنے لگا۔
 علمہ سیدھی ہوئی۔ اس کی نظریں چھت سے جا ٹکرائیں۔ اس کی سجاوٹ اب جا بجا اکھڑ گئی تھی۔ چمک ماند پڑ گئی تھی۔ چھت اب اس سجاوٹ کے بوسیدہ ہو جانے سے بدنما لگتی تھی۔

”میں تھک گئی تھی زرباب!“ وہ آہستگی سے بولی، ”کئی دنوں کی تھکاوٹ اب اپنا اثر دکھا رہی ہے شاید زیادہ دیر بیٹھنے کو جی نہیں کرتا!“
 ”حوریہ اور اس کی امی تمہارا بہت پوچھ رہی تھیں..... کھانے پر تمہارا نہ ہونا انہیں شاید اچھا نہیں لگا!“ زرباب کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ پوشیدہ تھا۔

”آپ اور ثوبیہ انہیں کمپنی دے رہے تھے تو میں نے سوچا..... میں کچھ دیر ریٹ کر لوں!“ وہ کمزور سے لہجے میں بولی، ”افنان بھی رو رہا تھا وہاں!“

”چلو خیر!“ زرباب نے جمائی لی اور اس کے برابر لیٹ گیا، ”تقریباً سبھی جاننے والے تعزیت کر گئے ہیں.....“

”علمہ.....“ وہ کچھ دیر ٹھہر کر بولا

”جی.....“ علمہ نے اسے دیکھے بغیر کہا۔

”کتنے دکھ بھر دے، اداس، تھکن زدہ..... بوجھل دن تھے..... جو ہم نے گزارے! ہے نا!“
 ”جی..... شکر ہے خدا کا..... اس نے..... آزمائش میں ہمیں سرخرو کیا! کسی سے کوئی شرمندگی نہیں ہے ہمیں.....“ وہ دھیرے دھیرے بولی۔

زرباب نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی جانب کیا۔

”تمہارے جیسا جیون ساقھی خدا بہت قسمت والوں کو عطا کرتا ہے علمہ..... مجھے تو اپنی ایسی کوئی نیکی بھی یاد نہیں..... جس کے عوض مجھے تم ملی ہو!“

علمہ کے پاس ایک مدھم، اداس مسکراہٹ کے سوا اس بات کا کوئی اور جواب نہ تھا۔

”امی میری سگی ماں تھیں..... لیکن تم نے تو شاید مجھ سے زیادہ خدمت کی ہے ان کی.....“

”میں نے..... کوئی احسان تو نہیں کیا زرباب! میرا فرض تھا یہ!“

زرباب نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے چوما۔ پھر اسے خود سے قریب کر لیا۔

”میری متاع حیات ہو تم!“

علمہ نے چہرہ گھما کر زرباب کو دیکھا۔ کچھ دیر دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں۔ اس کے ہونٹوں کو..... اس کے خال خال کو اس نے دیکھا۔ سچ کیا تھا؟؟ وہ جو زرباب کے ہونٹوں پر تھا؟؟ یا وہ جو کچھ دیر قبل اس کی آنکھوں میں، اس کی شگفتگی میں تھا؟؟

ایک مرد کے ”اصل“ تک پہنچنا کس قدر مشکل ہے!

”کیا دیکھ رہی ہو ایسے؟“ وہ ہنس دیا، ”کچھ بدل گیا ہے مجھ میں؟“

”پتہ نہیں!“ اس کے لبوں سے نکلا۔

زرباب اپنی ہی مونچ میں تھا۔ اس نے علمہ کے بالوں میں چہرہ چھپا لیا۔ کچھ دیر کے لیے دونوں بالکل خاموش رہے۔ پھر زرباب بولا تھا۔

”میں نے تم سے کہا تھا..... بال کٹوا لو۔ تم نے میری بات نہیں مانی..... شاید آج تک یہی ایک بات ہے جو تم نے نہیں مانی!“

”میں..... بال کٹوا بھی لوں زرباب..... تو شاید ویسی نہ لگوں.....“ علمہ مدھم سی آواز میں بولی تھی۔

زرباب نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

”کیسی؟؟؟“ اس کے انداز میں خیریت تھی، ”کیسی نہ لگے گی؟“

”جیسی آپ..... دیکھنا چاہتے ہیں!“

زرباب ہنس دیا۔

”تم جیسی ہو..... مجھے اچھی لگتی ہو..... میں تو محض تمہاری فریش لک کے لیے ایسا سوچ رہا تھا۔ تھکی تھکی سی ہو گئی ہو۔ خیر جانے دو! خدا نے سارے مشکل دن نکال دیے ہیں۔ زندگی ایک نئے انداز سے شروع ہو رہی ہے۔ میں اور تم..... اور ہمارا بچہ۔“

علمہ کو احساس ہوا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ زندگی کی تصویر میں یہی رنگ تھے اور تصویر بہت مکمل اور خوبصورت تھی۔ اس نے گہری سانس بھر کر

اپنا چہرہ زرباب کے گریبان میں چھپا لیا۔

”علمہ..... تمہیں ایک بات بتاؤں!“ کچھ دیر بعد زرباب بولا تھا۔

”ہوں!!“ وہ غنودگی میں تھی۔ اسے نیند آنے لگی تھی۔

www.kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”یہ حوریہ ہے نا..... پہلے ہمارے پڑوس میں رہتی تھی.....“

علمہ کے نزدیک آ کر جھولے دیتی ہوئی نیند نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔ علمہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ سانس لمحہ بھر کے لیے رک سی گئی!

”اے..... تم سو گئیں!“ زرباب نے اسے ہولے سے ہلایا۔

”نہیں..... جاگ رہی ہوں..... آپ بولیں!“

www.kitaabghar.com

”شادی سے پہلے..... یہ حوریہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی!“ زرباب ہنس کر بولا تھا۔

”شادی سے پہلے اچھی لگتی تھی تو کوئی بات نہیں!“ وہ دھیرے سے بولی۔ زرباب نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا۔ وہ بہت ترنگ میں لگتا تھا۔

”اور اصل بات تو یہ تھی..... کہ حوریہ کو مجھ سے محبت ہو گئی تھی..... اسی نے میرا دھیان اپنی جانب کیا تھا..... میں یونیورسٹی جانے کے لئے

گھر سے نکلتا تو یہ مجھے اپنے گھر کے دروازے پر ملتی تھی۔ واپس لوٹتا، تب بھی وہیں کھڑی ملتی..... ٹوبیہ سے اس نے دوستی کی ہوئی تھی..... اس سے

میری پسند ناپسند پوچھتی..... میرے لیے نئی چیزیں پکا کر لاتی تھی.....“

”زرباب خوشی سے معمور لہجے میں اسے وہ سب کچھ بتا رہا تھا..... یوں جیسے وہ سب کچھ یاد کرنا اس کے لیے ایک بہت بڑی انجوائے منٹ تھی۔

”اور جب ایک خوبصورت، طرح دار لڑکی..... کسی مرد کو اس طرح جیتنے کی کوشش کرے تو ظاہر ہے اس کا انجام اکثر مثبت ہی نکلتا ہے۔

میں بھی..... مائل ہو گیا تھا اس کی طرف۔ تم..... جاگ رہی ہونا.....“ اس نے بے حس و حرکت علمہ کو ایک بار پھر سے ہلا کر تسلی چاہی۔

”جی!“ علمہ کی سرگوشی نما آواز نکلی تھی۔

”تو پھر..... ہم دونوں ملنے لگے..... کبھی حوریہ کے گھر..... کبھی امی کی غیر موجودگی میں یہاں اپنے گھر..... کبھی رات کے کسی پہرگی

میں..... کبھی پاکٹ منی ملنے پر کسی ریسٹورینٹ میں..... ہماری ان ملاقاتوں کا کسی کو علم نہ ہوتا تھا..... سوائے میرے چند دوستوں کے..... یا حوریہ کی

http://kitaabghar.com

قریبی سہیلی کے.....“

علمہ کے گلے میں کچھ پھنسنے لگا۔ اسے احساس ہوا اس کے آنسو اس کے گلے میں جمع ہو کر پھندا سا بنا رہے تھے۔ وہ انہیں پینے کی کوشش

کرنے لگی۔ زرباب کو تو شاید احساس ہی نہ تھا کہ اس کی باتوں سے اس کی دل آزاری ہو رہی تھی یا اسے تکلیف پہنچ رہی تھی۔

”حوریہ کی ماں کو جب احساس ہوا کہ بیٹی نے کہیں دل لگا لیا ہے تو اس نے بہت کوشش کی کہ ہم دونوں کا رشتہ ہو جائے..... ایک دو مرتبہ

www.kitaabghar.com

وہ خود آئیں..... ہمارے گھر..... امی سے بات کرانے..... بہت منت سماجت کی انہوں نے امی کی.....“

http://kitaabghar.com

زرباب بات کرتے کرتے سنجیدہ ہو چلا تھا۔ اس کے لہجے میں گہرائی در آئی تھی۔

”لیکن امی! امی تو کچھ اور ہی تھیں اس وقت! ایک سخت گیر، مطلق العنان، یک طرفہ بنیادوں پر معاملات کو اپنے ذہن کے مطابق پٹانے

والی خاتون..... انہوں نے بیک جنبشِ ابرو اس رشتے کو مسترد کر دیا۔ سب نے ان کی بہت منت سماجت کی..... انہیں منانے کی پوری کوشش کی..... لیکن امی کسی طور نہ مانیں..... اور میں نے امی کی رضامندی کے بغیر حوریہ کو اپنانے پر معذوری ظاہر کر دی۔ حوریہ کا دل ٹوٹ گیا، وہ اپنی ماں کو لے کر یہاں سے چلی گئی.....“

زر باب نے گہری سانس بھری۔ نجانے کیسے علمہ اور وہ قدرے دور ہو گئے تھے۔ الگ الگ لیٹے ہوئے تھے۔ زر باب نے سر کے نیچے بازو رکھ لیا۔ وہ خیالوں کی رو میں بہتا ہوا نجانے کہاں جا پہنچا تھا۔ علمہ اس سے بہت پیچھے کہیں رہ گئی تھی۔
 ”وہ وقت گزر گیا۔ دل بھی سنہل گیا اور زندگی میں..... کوئی ملال بھی باقی نہ رہا..... اب احساس ہوا کہ ماؤں کی نظریں..... کہاں تک دیکھتی ہیں..... کیا کیا سوچتی ہیں..... کیا کچھ جان جاتی ہیں..... تمہاری جگہ اگر حوریہ ہوتی تو کبھی امی کی اس طرح خدمت نہ کرا پاتی جیسی تم نے کی..... بے لوث خدمت..... خاموشی کے ساتھ..... اپنا فرض سمجھ کر.....“

علمہ خاموشی سے لیٹی سب کچھ سنتی رہی۔ اگر زر باب جو کچھ کہہ رہا تھا، درست تھا، تو پھر ان شوخ نظروں کا کیا مطلب تھا؟ علمہ جاننا چاہتی تھی! زر باب نے علمہ کی مسلسل خاموشی سے جیسے اکتا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ اسے علمہ کی آنکھوں کی سطح نم محسوس ہوئی تو اس نے انگلی سے اس کی پلک صاف کی۔
 ”تم..... زور ہی ہو؟“ بے چین سا ہو کر وہ بولا۔
 علمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”تمہیں..... حوریہ کے ساتھ ماضی میں قائم میرے تعلق سے دکھ پہنچا ہے؟“
 ”مجھے ماضی سے دل چسپی نہیں ہے!“ وہ بولی، ”میں حال پر یقین رکھتی ہوں!“
 ”لیکن اب تو..... اب تو ایسی کوئی بات نہیں رہی..... تم سے شادی کرنے کے بعد میں نے کبھی حوریہ کے لیے نہیں سوچا..... کبھی تنہائی میں اس سے ملاقات نہیں کی..... کبھی ملاقات کا سوچا بھی نہیں..... اب اگر یونہی کسی موقع پر وہ اپنی ماں کے ساتھ آ جاتی ہے..... تو اخلاق..... اخلاق تو فرض بنتا ہے نا..... اسے مہمان سمجھ کر اس کی عزت کی جائے!“

”میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا زر باب..... آپ یونہی پریشان ہو رہے ہیں.....!“ وہ اس کی جانب کروٹ لے کر دھیمے سے مسکرائی۔
 ”لیکن تمہاری آنکھوں میں یہ نمی کیوں ہے؟ اور تمہارا چہرہ..... ایسا دھواں دھواں کیوں ہو رہا ہے؟“
 ”مجھے نیند آ رہی ہے..... میں..... سونا چاہتی ہوں!“ اس نے آہستگی سے کہہ کر آنکھیں موند لیں۔ زر باب کچھ دیر اسکی بند پلکوں کو لرزتے ہوئے دیکھتا رہا پھر کروٹ لے کر خود بھی سو گیا! ۱۱

پکار

زُرخِ قبولیت پر پڑے اس حجاب کا قصہ جس کے اٹھنے سے پہلے ہر نادان اپنی دُعا کی نامقبولیت کے گمان کا شکار ہو کر بغاوت اور من مانی پر اتر آتا ہے۔ ناول ”پکار“ سرفراز احمد راہی کی ایک خوبصورت تخلیق ہے جس میں دُعا کی قبولیت میں دیر ہونے پر انسان کے ناشکرے بلکہ اللہ سے ناراض ہونے کو بہت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، اور اسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

پوچھے ہے جیا
تم کون پیا!!
تمہیں اپنا کر
دل سے چاہ کر
سب بھول گیا
تم کو پا کر
دنیا کا دکھ
نہ اپنی فکر
پر تم نے ہمیں
کب یاد کیا!!

پوچھے ہے جیا
تم کون پیا.....

<http://www.kitaabghar.com>

زندگی ایک نئی ڈگر پر گامزن ہوئی تھی۔ زرباب اور افنان کے ساتھ ایک پرسکون زندگی کی ابتدا۔ علمہ کے لیے سب کچھ بہت نیا نیا سا، خوش کن اور حیران کن تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وقت کی اسنی مٹھی میں مقید اس کا وجود یکدم آزاد ہو گیا تھا۔ رکی ہوئی، منجمد زندگی کسی اسم کی برکت سے اچانک ہی رواں ہو گئی تھی۔ مالی طور پر بے شک ان کی آزمائش ابھی جاری تھی لیکن علمہ جیسی صابر اور شاکر لڑکی کے لیے مالی بحران سے نبرد آزما رہنا معمول کی بات بن چکی تھی۔ وہ اپنی قسمت پر قانع تھی۔

ارما کی شادی کے دن نزدیک آرہے تھے۔ سیمائے روز ہی فون کرتی تھی۔ ہر روز وہ علمہ سے ایک ہی سوال کیا کرتی۔ کہ وہ کب آرہی ہے!! علمہ کے لیے ارما کی شادی میں شرکت کرنا ایک بہت دقت طلب مرحلہ تھا۔ پہننے کے لئے اس کے پاس ڈھنگ کا ایک بھی جوڑا نہ تھا۔ ارما کو دینے کے لیے کچھ بھی جمع شدہ نہ تھا اپنے جہیز کا سارا بیش قیمت سامان وہ ثوبیہ کی نظر کر چکی تھی۔ روپیہ پیسہ سب شرافت بیگم کی بیماری پر اٹھ گیا تھا۔ زیور تقریباً تمام کا تمام بک چکا تھا سوائے ایک بڑے سیٹ کے..... جو علمہ نے اپنی ماں کی نشانی سمجھ کر بچا رکھا تھا۔ پھر یہ موضوع چھیڑ کر وہ زرباب کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی، زرباب کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا تھا۔ ثوبیہ کی شادی پر لیا ہوا قرضہ جوں کا توں تھا اس پر مستزاد شرافت بیگم کے علاج کے لیے انہوں نے مزید کئی جگہوں سے قرضہ لیا ہوا تھا..... یہاں تک کہ شرافت بیگم کی آخری رسومات کے لئے بھی انہیں زبیدہ آنٹی کے سامنے ہاتھ پھیلا پڑا تھا۔ ان حالات میں جبکہ وہ محض اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھ رہے تھے علمہ بہن کی شادی میں شرکت کیسے اور کیونکر کرتی!

گھر میں سکون تھا لیکن علمہ کے دل کو بے سکونی تھی۔ اسے رات دن آرنا اور سیما کا ہی خیال رہتا۔ کیا سوچتی ہوں گی وہ دونوں! وہ ان کی بڑی بہن تھی۔ وہ دونوں کہتی تھیں کہ وہ انہیں ”ماں“ جیسی لگتی ہے، اور اس وقت جبکہ ان دونوں کو اس کی ضرورت تھی وہ اپنے مسائل میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

چند روز میں ہی سیما کا فون دوبارہ آ گیا!

”اپیا..... اب تو صرف پندرہ دن رہ گئے ہیں شادی میں..... آپ نے اب تک اپنے آنے کی کوئی تاریخ نہیں بتائی..... ارما تو سخت خفا ہے آپ سے! کہتی ہے آپ صرف مسز زرباب بن کر رہ گئی ہیں..... ہماری علمہ باجی سے آپ کا کوئی تعلق ہے ہی نہیں.....“

”پاگل ہے وہ.....“ علمہ زبردستی کی ہنسی دی۔ ”مجھے تو دن رات تم دونوں کا خیال رہتا ہے..... ہر وقت میرا دل تم دونوں کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہے!“

”ارما چاہتی تھی وہ اپنے کپڑوں کی شاپنگ آپ کے ساتھ کرے..... کہہ رہی تھی، اپیا نے ایک بار بھی مجھے کراچی آنے کے لیے نہیں کہا!“

علمہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بہن کو کیا کہتی..... گھر میں کسی مہمان کے آنے کے خیال سے ہی آج کل اس کا دل ڈرتا تھا۔ کس مشکل سے زندگی کی گاڑی گھسٹ رہی تھی وہی جانتی تھی! ”وہ تو بھلا ہو رامش بھائی کا..... ارما کی ساری شاپنگ کراچی کی مہنگی ترین شاپس سے کر کے یہاں بھیج دی انہوں نے..... ایک سے ایک جوڑا..... ایک سے ایک برتن..... کا سٹیکس شوز..... کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دی انہوں نے..... اب ہمارے لیے شاپنگ کا جواز ہی نہیں رہا..... رامش بھائی کہہ رہے تھے لڑکے والوں کو علم ہے کہ ارما ان کی منہ بولی بہن ہے اس لیے ارما کے لیے جو بھی خریدنا ہو..... ہم ان سے کہیں۔ سچ اپیا! ہمارا سگا بھائی ہوتا تو ہمارے لیے اتنا کچھ نہ کرتا..... رامش بھائی کے خلوص اور محبت نے تو سگے رشتوں کو مات دے دی ہے!“

علمہ خاموش رہی۔ یہاں تک آ کر الفاظ دامن چھڑا کر بھاگتے تھے اس سے!

”اچھا سنو سیما!“ پھر اسے خیال آیا، ”میں..... میں ارما کو شادی پر کیا تحفہ دوں؟“

سیما ہنس دی۔

”رامش بھائی نے کوئی کسر چھوڑی ہو تب نا..... کیا شے ہے جو ارما کے لیے نہیں خریدی انہوں نے..... آپ تو اب اپنی ساری دعائیں اور نیک تمنائیں پیک کر کے لے آئیں..... آپ کا آنا ارما کے لیے سب سے بڑا تحفہ ہوگا!“

”پھر بھی سیما..... دنیا تو دیکھے گی..... بڑی بہن نے کیا دیا!“

”اس دنیا نے ہمیں کیا دینا تھا اپیا!“ وہ بے پروائی سے بولی، ”وہ تو خدا نے کرم کیا ہم پر اور ہمیں رامش بھائی جیسا مخلص انسان ایک نعمت کی طرح مل گیا ورنہ تو نجانے یہ دنیا ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی.....“

علمہ خاموش ہو کر سوچنے لگی! سیما اگر کسی چیز کا نام لے بھی دیتی تو کیا ہوتا! علمہ کے پاس تو اپنے دو جوڑے بنانے کے لئے بھی گنجائش نہ

www.kitaabghar.com

نکلتی تھی۔

http://kitaabghar.com

”پھر کب آ رہی ہیں آپ!“

”میں..... زرباب سے پوچھ کر بتاتی ہوں!“ وہ آہستگی سے بولی

”شادی سے ہفتہ بھر پہلے ضرور پہنچ جائیں..... زرباب بھائی بے شک بعد میں آ جائیں!“ وہ تاکید سے بولی۔

”ہاں میں پوری کوشش کروں گی!“

”کوشش نہیں.....“ سیما نے اس کی بات کاٹ دی؛ ”آپ کی مرحومہ ساس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اربا کی شادی پر وہ آپ کو بہت

سے دنوں کے لیے بھجوائیں گی ہمارے پاس..... زرباب بھائی کو ان کی مرحومہ والدہ کا وعدہ یاد کروا دیجیے گا!“

علمہ نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کیا۔ اس کا دل بہت الجھن کا شکار ہو گیا تھا..... بے بسی کی کیفیت طاری تھی۔ زرباب سے کیا کہتی؟ زرباب کی حالت اس سے مخفی نہ تھی! وہ لاکھوں روپوں کا مقروض تھا جن کی ادائیگی کی کوئی تدبیر دکھائی نہ دیتی تھی۔ ایسے میں علمہ اسے مزید کیا کہہ سکتی تھی!!

☆

”سیما کا فون آیا تھا..... اربا کی شادی میں..... پندرہ دن باقی رہ گئے ہیں.....“
بلا آخرت کر رہی تھی۔ زرباب نوالہ منہ میں رکھتے رکھتے رہ گیا۔ ایک نظر علمہ کی جانب دیکھا اور سر جھکا کر کھانا کھانے لگا۔ علمہ کی منتظر نظریں اس کے چہرے پر بھٹکتی رہیں۔

”مجھے تو چھٹی نہیں ملے گی.....“ کھانا ختم کر کے وہ بلا آخر بولا، ”اپنے شہر کی بات ہوتی تب تو شرکت ممکن تھی..... لیکن دوسرے شہر جا کر محض شادی میں شرکت کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے..... ہاں..... تم ضرور جاؤ!“

علمہ جو اس کا لفظ لفظ غور سے سن رہی تھی۔ چونکی۔ چند لمحے انتظار کیا کہ شاید وہ مزید کچھ بولے..... لیکن زرباب شاید بات مکمل کر چکا تھا۔
”لیکن زرباب..... اربا کو دینے کے لیے..... سفر کے لیے..... اپنے اور افغان کے کچھ سوٹ بنوانے کے لیے رقم کہاں سے آئے گی؟“

زرباب چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا تھا۔

”ہاں..... یہ مسئلہ تو ہے علمہ..... رقم کہاں سے آئے گی..... سبھی کچھ تمہارے سامنے ہے..... میں نے تو تم سے کبھی کچھ چھپایا بھی نہیں!“
”پھر..... نہ جاؤں؟؟“ اس کا لہجہ نرم ہو گیا۔

”تمہاری مرضی ہے علمہ..... میں نہ روکتا ہوں..... نہ جانے پر اصرار کرتا ہوں..... جیسا تم مناسب سمجھو!“
وہ ہاتھ دھونے کے لیے اٹھ گیا تھا۔ علمہ کھانے کی خالی برتنوں والی ٹرے کے سامنے بیٹھی مختلف سوچوں سے برسرِ پیکار تھی!!

http://kitaabghar.com ☆ http://kitaabghar.com

وہ کچن میں کھانا پکانے کے بعد بکھری ہوئی چیزوں کو ترتیب سے رکھ رہی تھی جب دروازے پر تیل ہوئی علمہ کچن سے نکل کر آئی۔ افغان

اپنے جھولے میں سو رہا تھا۔ علمہ ہاتھ دوپٹے کے پلو سے صاف کرتی ہوئی دروازے تک آئی۔

”کون ہے؟“ علمہ نے دنگ سے پوچھا۔
 ”کھولو بیٹی۔“ باہر زبیدہ آنٹی تھیں۔

علمہ نے جھٹ پٹ دروازہ کھولا۔ باہر زبیدہ آنٹی کے ہمراہ ایک اور خاتون بھی تھیں۔ شفیق مسکراہٹ اور مہربان نظروں سے علمہ کو دیکھتی ہوئی..... علمہ کو نجانے کیوں ان سے اپنا پن محسوس ہوا۔

”علمہ! نے انہیں احترام سے اندر بلایا۔ اپنی ہمراہی میں لاؤنج میں لے آئی۔“
 ”تشریف رکھیے!“ علمہ ان کے مقابل بیٹھ گئی۔

”یہ سلیمہ ہیں.....“ زبیدہ آنٹی نے تعارف کرایا، ”یہ تمہاری سرالی رشتہ دار ہیں.....“
 ”جی.....“ علمہ کی نظروں میں سوال پوشیدہ تھا۔

”تمہارے مرحوم سر کی چچا زاد بہن.....“

”اوہ.....“ علمہ کو حیرت ہوئی، ”میں نے آج سے پہلے کبھی..... آپ کا ذکر نہیں سنا!“
 ”جانتی ہوں۔“ وہ مسکرائیں، ”یقیناً ایسا ہی ہوگا..... دراصل..... تمہاری مرحومہ ساس اپنے کسی سرالی عزیز سے کوئی ربط و تعلق رکھنا پسند نہیں کرتی تھیں..... میں تمہارے سر کی نہ صرف کزن تھی بلکہ اوائل عمری میں ان کی منگیتر بھی رہ چکی تھی..... اس لیے مجھ سے شرافت بیگم کو ایک خاص بغض تھا.....“

انہوں نے سانس بھری۔

”خیر..... اب مرے ہوؤں کو صرف مغفرت کی دعا میں یاد کیا جائے تو بہتر ہوتا ہے۔“

”علمہ کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ خیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔“

”اپنی ساس کے متعلق تم خود بخوبی جانتی ہو گی کہ وہ کیا تھیں..... میں کچھ کہوں نہ کہوں..... کوئی فرق نہیں پڑتا.....“ سلیمہ قدرے افسردگی سے بولیں۔

”وفات سے پہلے امی بہت بدل گئی تھیں!“ علمہ سر جھکا کر بولی۔

”ہاں۔ تبدیلی کا یہ وقت اکثر لوگوں پر آتا ہے..... اور کچھ بدنصیب تو..... اتنے مختصر عرصے کے لیے بھی تبدیل نہیں ہو پاتے..... اس

حوالے سے شرافت بیگم خوش قسمت رہیں..... خدا ان کی مغفرت فرمائے.....“

”وہ اپنا ہینڈ بیگ کھولتے ہوئے بولیں۔“

”میرے پاس تم لوگوں کی امانت بھی ہے!“

”امانت!“ وہ علمہ کو حیران پر حیران کیے جا رہی تھیں۔

”ہاں!“ انہوں نے ایک لفافہ نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ ”یہ زرباب میاں اور تمہاری امانت ہے میرے پاس“ <http://www.kitaabghar.com>

علمہ نے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کے اصرار سے مجبور ہو کر وہ لفافہ کھولا۔

”اس میں دو لاکھ روپے ہیں!“ وہ اطمینان سے ٹیک لگا کر بولیں، ”چاہو تو گن لو!“

علمہ کا ہاتھ کانپا۔ اس نے حیران نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔

”میرے بیٹے کے کینیڈا جاتے وقت یہ رقم تمہارے سر مرحوم نے اسے قرضِ حسنہ کے طور پر دی تھی۔ اس وقت ان لوگوں کے حالات بہت اچھے تھے اور میرے شوہر کے انتقال کی وجہ سے ہمارے حالات خاصے دگرگوں تھے۔ ایسے وقت میں تمہارے سر ہمارے بہت کام آئے۔ انہوں نے نہ صرف کاشف کو کینیڈا بھجوانے کے انتظامات کیے بلکہ یہ رقم بھی بطور قرضِ حسنہ دی۔ لیکن ان کی ایک شرط تھی کہ شرافت بیگم کو اس کا بالکل علم نہ ہو۔ بلکہ قسم دی تھی انہوں نے۔ اسی قسم کی وجہ سے اس قرض کی ادائیگی میں اتنی تاخیر ہو گئی۔ کیونکہ شرافت بیگم کو یہ رقم دیتی تو تمہارے سر سے کیا گیا اس بات کو مخفی رکھنے کا وعدہ وفانہ ہو پاتا۔“

علمہ ایک ٹک انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی آنکھوں پر اپنے کانوں پر یقین نہ آتا تھا!

”زبیدہ سے میری بھی اچھی دعا سلام ہے۔ اس سے بات ہوئی تو شرافت بیگم کے انتقال کا علم ہوا۔ اب اس امانت کی ادائیگی میں مزید تاخیر کا کوئی جواز نہ تھا۔ اسی لیے میں وقت نکال کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ میں زرباب میاں سے بھی ضرور ملتی لیکن دو بجے میری ٹرین ہے اسلام آباد کے لیے۔ میرے بھائی وہاں رہتے ہیں۔ ان سے ملنے جا رہی ہوں۔“

وہ گھڑی دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

”اب میں چلوں گی علمہ۔۔۔۔۔ ورنہ میری ٹرین مس ہو جائے گی!“

”آپ پلین بیٹھیں تو سہی۔۔۔۔۔ میں نے تو آپ کی کوئی خاطر بھی نہیں کی!“

<http://www.kitaabghar.com>

علمہ گھبرا کر کھڑی ہوئی تھی۔

”پھر سہی!“ انہوں نے محبت سے اس کا گال چھوا، ”تمہیں دیکھ کر ہی بہت خوشی ہوئی ہے مجھے۔۔۔۔۔ کیونکہ تمہیں دیکھتے ہی پتہ چلتا ہے کہ تم کس قدر اچھی اور نیک طبیعت ہو۔۔۔۔۔ ایسی پاکیزہ اور معصوم صورتیں روزِ نظر نہیں آتیں!“

علمہ نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

”ماشاء اللہ۔۔۔۔۔ اللہ تمہیں خوشیاں اور سکھ دے۔ آمین!“ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، ”شرافت بیگم اس معاملے میں واقعی خوش قسمت رہیں۔ وقت ملا تو کینیڈا جانے اسے پہلے تمہیں اور زرباب میاں سے ملنے ضرور آؤں گی۔ باقی! ثوبیہ اور عارف کے بارے میں تو زبیدہ سے کافی کچھ سنا ہے!“

انہوں نے سانس بھر کر کہا تھا۔
 ران دونوں کے جانے کے بعد علمہ نے حیرت اور خوشی سے اس لفافے کو دیکھا۔ بیٹھے بٹھائے قدرت کی طرف سے مدد آگئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ اب وہ یقیناً عزت کے ساتھ اپنی بہن کی شادی میں شرکت کر سکتی تھی!

اس نے بقیہ تمام دن زرباب کا انتظار کرتے ہوئے گزارا تھا! جلے پیر کی بلی کی طرح وہ پورے گھر میں گھومتی پھرتی تھی۔ گھر کے کام بھی اس نے نجانے کس طرح سرانجام دیے تھے۔ جی چاہتا تھا فون کر کے زرباب کو گھر بلوالے، لیکن پھر اس نے خود پر قابو پایا اور اس کا انتظار کرتی رہی۔
 افنان سو کر اٹھ گیا تو کچھ دیر کے لیے علمہ سب کچھ بھول کر اس کے کاموں میں لگ گئی۔ اسے کھلا پلا کر، نہلا دھلا کر وہ فارغ ہوئی تو شام ہو چکی تھی۔ زرباب کے آنے کا وقت ہو چکا تھا۔ علمہ نے خود بھی غسل کیا اور نسبتاً ایک بہتر لباس پہنا۔ وہ خوش تھی۔ وہ زرباب کو بھی خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ حالات کی اس مشکل ڈگر پر اس رقم سے ان کے کافی مسائل حل ہو سکتے تھے!

زرباب گھر میں داخل ہوا۔ علمہ نے اس کی افسردہ صورت پر غور نہ کیا۔ خوشی خوشی اس کے لیے کھانا نکالنے لگی۔ وہ لباس تبدیل کر کے خاموش خاموش سا کھانے کے سامنے آ کر بیٹھا تھا۔ علمہ اس کے سامنے رکھی پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی۔

”زرباب!“ اس نے پہلا نوالہ منہ میں رکھا تھا جب علمہ نے اسے پکارا۔
 ”ہوں۔“ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔
 ”ایک..... اچھی خبر ہے!“ وہ مسکرائی۔

”اچھا..... وہ کیا؟ ارا کی شادی ملتوی ہوگئی کیا!“

علمہ کے دل پر گھونسا سا پڑا..... وہ دم بخود رہ گئی۔

”تمہارے لیے تو فی الحال یہی خبر اچھی ہو سکتی ہے!“

”خدا نہ کرے.....“ اس کے لبوں سے سرگوشی میں نکلا تھا! ”جو میں کبھی ایسا چاہوں!“

”میرا مطلب ہے.....! حالات کچھ بہتر ہو جانے تک.....“ زرباب بھی اب شرمندہ ہو رہا تھا۔ علمہ نے خود پر قابو پایا۔ مسکرائی۔

”آپ کھانا کھائیں تو ایک چیز دکھاتی ہوں آپ کو!“ وہ اپنا زرباب کا موڈ خراب کرنا نہ چاہتی تھی۔

زرباب کو بھی اس کی باتوں سے کچھ اشتیاق سا ہوا تھا۔ وہ قدرے تیز رفتاری سے کھانا کھا کر فارغ ہوا تھا۔

”ہاں۔ بولو۔ کیا ہے تمہاری وہ اچھی خبر.....“

علمہ نے لفافہ اسے تھما دیا۔

”ذرا کھولیں!“

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

زرباب نے بے توجہی اور بے پروائی سے لفافہ جھکا تھا..... وہ دم بخود رہ گیا۔ ہزار ہزار کے کئی نوٹ اس کے آس پاس بکھرے تھے۔

کتاب گھر کا پتہ: <http://www.kitaabghar.com>

”علمہ..... یہ کیسے رقم.....“

<http://www.kitaabghar.com>

”آپ کی ہے!“ وہ مسکرائی۔ <http://www.kitaabghar.com>

زر باب جلدی جلدی نوٹ سمیٹنے لگا۔ رقم گن کر اس نے واپس لفافے میں ڈالی اور علمہ کو دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں بے یقینی، الجھن، بے اعتباری خوشی..... اور بہت سے سوال تھے!

”بولو علمہ..... کہاں سے آئے یہ دو لاکھ؟“

”یہ آپ کی رقم ہے زر باب..... آپ کے مرحوم والد کی..... جو انہوں نے کسی کو بطور قرض خسہ دی تھی.....“

علمہ نے کہا۔ پھر اس نے زر باب کو تفصیل سے پوری بات کہہ سنائی۔ زر باب بھی اسی حیرانی سے علمہ کو دیکھ رہا تھا جس حیرانی سے علمہ نے سلیمہ خاتون کو دیکھا تھا!

”او علمہ.....“ پھر اس کے لبوں سے نکلا تھا، ”خدا بھی کس کس طرح سے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے..... میں..... میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں کس پریشانی میں آفس سے لوٹا ہوں!“

”خیریت!“ علمہ بھی بے چین ہو گئی۔

”ثوبیہ کی شادی پر میں نے اپنے کو لیک ذوالفقار سے سو لاکھ روپیہ ادھالیا تھا..... آج اچانک ہی اس نے رقم کا تقاضہ کر دیا..... اور تقاضہ بھی ایسا کہ میں اتنے بہت سے لوگوں میں شرمندہ ہو کر رہ گیا..... اس نے مجھے دو روز کی مہلت دی ہے اور خدا کا کرم دیکھو کہ میں کل ہی اس کی رقم واپس کرنے کے قابل ہو گیا ہوں.....“

زر باب کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ علمہ اس کا چہرہ دیکھ کر دھیمے سے مسکرا دی۔

”لیکن علمہ.....“ زر باب یکدم چونکا، ”ایک بات کا ہمیں خیال نہیں ہے.....“

کتاب گھر کا پتہ: <http://www.kitaabghar.com>

”وہ کیا؟“

”یہ..... یہ رقم صرف ہماری نہیں ہے..... اس میں..... عارف اور ثوبیہ کا بھی حصہ ہے.....“ علمہ کھلی کھلی آنکھوں سے زر باب کو دیکھنے لگی۔

”لیکن زر باب.....“ وہ ہکلائی، ”وہ دونوں صاحب حیثیت ہیں..... انہیں اس رقم کی اتنی ضرورت نہیں ہے.....“

”پھر کیا ہوا..... یہ کوئی Justification نہیں ہے۔“

”لیکن زر باب..... ثوبیہ کی شادی کا قرض بھی تو..... سب کی مشترکہ ذمہ داری تھی.....“

”نہیں علمہ..... قرض میں نے لیا تھا..... اپنی مرضی سے..... چاہتا تو عارف کی طرح میں بھی انکار کر دیتا.....“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ دل ہی دل میں کچھ حساب جوڑ رہا تھا۔ <http://www.kitaabghar.com>

”اسی اسی ہزار..... میرے اور عارف کے ہیں..... بقیہ چالیس ہزار..... ثوبیہ کے حصے کے ہیں..... ہاں! ایسا ہی ہے۔“

وہ رقم کے حصے کرنے لگا۔ علمہ ایک ٹک بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ شاید وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ ”میں تو بیہ کوفون کر کے اس کے چالیس ہزار اس سے ادھالے لیتا ہوں..... یوں ایک لاکھ بیس ہزار بن جائیں گے جو میں ذوالفقار کو لوٹا دوں گا..... عارف کے اسی ہزار میں آج ہی جا کر اسے دے آتا ہوں..... ٹھیک ہے نا علمہ!“

”ہاں..... ٹھیک ہے!“ وہ بے جان انداز میں بولی۔

زرباب نے وہ رقم سیٹی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”تو بیہ کوفون کر لوں تو پہلے یہ بوجھ اتر جائے..... پھر میں عارف کی طرف جاتا ہوں.....“

لفافہ جیب میں اڑتا ہوا وہ وہاں سے چل دیا۔ علمہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ زرباب پریشان تھا۔ خدا نے اس کی سن لی تھی۔ وہ بھی پریشان تھی..... لیکن اسے کسی سے شکوہ نہ تھا۔

☆

”سیما..... اگر..... بحالتِ مجبوی..... میں..... نہ آسکوں..... میرا مطلب ہے.....“ وہ اتنا ہکلا رہی تھی کہ اسے خود اپنی بات اور اپنا مدعا

سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے اپنا..... جیسی آپ کی خوشی۔“ سیما کا لہجہ بتاتا تھا کہ اس کے اندر کچھ ٹوٹ گیا ہے!

”خوشی؟ نہیں نہیں سیما..... اس میں میری خوشی کیسے ہو سکتی ہے بھلا..... لیکن دراصل وہ زرباب کو چھٹی نہیں مل رہی ہے..... اور..... اور.....“

میری طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے..... پھر زرباب کے بغیر آنا بھی اچھا نہیں لگتا..... اور..... اور..... ہیلو..... ہیلو سیما!“

اسے لائن ڈس کنکٹ ہونے کی آواز سنائی دے رہی تھی پھر بھی وہ بہروں کی طرح سیما کو پکارتی رہی۔ پھر ریسور رکھ کر وہ رونے لگی۔ بسا اوقات رونے سے دل کو بہت تسلی ملتی ہے۔ قطرہ قطرہ دامن میں گرتے آنسو من کی ساری گرمی اپنے ساتھ لے کر بہہ نکلتے ہیں..... اندر صبر کی ٹھنڈک پھیل جاتی ہے۔ علمہ کے اندر بھی صبر کی ٹھنڈک پھیل گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ پرسکون سی ہو گئی۔

”تمہارے اس گیلے آچل میں کیسی ٹھنڈک ہے۔ جی کرتا ہے اسے آنکھوں پر پھیلا لوں۔“

”یہ ٹھنڈک نہیں ہے۔ بے بسی کی تپش ہے۔ تمہیں یہ ٹھنڈک لگتی ہے؟؟“

”ہاں..... تم اپنے سارے دکھ، ساری بے بسی، ساری تپش مجھے دے دو..... میں اسے چھاؤں بنا کر اوڑھ لوں۔“

”محبت کرنے والے چھاؤں نہیں ڈھونڈتے..... تم بھی مت ڈھونڈو!“

”چلو..... تم نے اتنا تو مانا..... لیکن تم نے تو میں نے دکھ ہی مانگے ہیں..... کیا مجھے اپنے دکھ بھی نہیں دوگی!“

”تمہیں کچھ دینا..... میرے اختیار میں کب ہے؟“

”اور..... اگر میں کچھ نذر کرنا چاہوں..... تو؟“

کتاب گھر کا شمار ہے

<http://kitaabghar.com>

”وہ کیا؟“

”خوشی..... مسکراہٹ..... خلوص! انکار تو نہ کرو گی؟“

”بدلے میں دینے کے لیے..... میرے پاس کچھ بھی تو نہیں ہے!“

”ارے..... یہ کیوں کہا؟ تم نے تو مجھے اتنی بڑی دولت دی ہے۔ محبت اور انتظار لا حاصل“

☆

کتاب گھر کا شمار ہے

<http://kitaabghar.com>

نیل بجی تھی۔ علمہ نے دروازہ کھولا۔

”علمہ زرباب؟“

”جی.....“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

”یہ آپ کے لیے..... یہاں سائن کر دیں!“ اس نے علمہ کو لفافہ تھا کر اس سے سکنچر لیے۔ علمہ لفافہ لے کر اندر چلی آئی۔ اسے کھول کر

دیکھنے لگی۔ کمپنی کی جانب سے بھیجا گیا لیٹر اور اس سے منسلک ایک چیک تھا جس پر کیے گئے دستخط وہ پہچانتی تھی!

کتاب گھر کا شمار ہے

<http://kitaabghar.com>

علمہ نے جا کر فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔

”سیما..... میں..... علمہ بات کر رہی ہوں!“ سیما کی آواز پہچان کر وہ آہستگی سے بولی۔

”جی اپنا۔ کیسی ہیں!“ سیما کی آواز میں کھٹک تھی۔

”تم نے..... میری بابت..... رامتھ سے کچھ کہا تھا؟“

”کچھ بھی نہیں۔“

”سچ کہو۔ تمہیں میری قسم!“

کتاب گھر کا شمار ہے

<http://kitaabghar.com>

”بس اتنا کہ آپ شادی میں نہیں آ رہیں!“

”انہوں نے ابو جی کا پراویڈنٹ فنڈ اور کمپنی کی جانب واجب الادا رقم کا چیک مجھے کیوں بھیجا ہے؟“

”اس لیے کہ آپ ابو جی کی بیٹی ہیں..... آپ کا ہی حق ہے!“

”تم اور ارمابھی ابو جی کی بیٹیاں ہو..... اور جتنا کچھ رامتھ ہم لوگوں کے لیے کر چکے ہیں اس کے بعد اس تکلف کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔“

”یہ تو آپ ان سے ہی پوچھیں۔ ویسے جو کچھ انہوں نے کیا..... اس کا بدلہ ابو جی کی وفات کے بعد ملنے والی یہ معمولی سی رقم تو ہو بھی نہیں

سکتی تھی۔ وہ یہ رکھ کر کیا کرتے؟“

<http://kitaabghar.com>

”پھر بھی سیما..... کیا میں سمجھ نہیں سکتی کہ ایسٹ کچھ کس لیے ہے!“

”آپ نہیں سمجھتیں اپنا..... آپ سمجھ سکتیں تو حالات بہت مختلف ہوتے!“

سیما! وہ زچ ہو گئی۔ ”میں بھی چیک تمہیں بھیجے دیتی ہوں!“

”میرا حصہ مجھے ضرور دیں۔“ وہ ہنس دی، ”وہ میں آپ کو کب معاف کر رہی ہوں..... آخر میرے ابو جی کی آخری عنایت ہے یہ..... لیکن آپ اپنا حصہ ضرور رکھیں اپنا..... اور یہ سمجھ کر کہ یہ پیسے کسی اور کے نہیں..... ہمارے والد مرحوم کے ہیں!“

علمہ نے فون رکھ دیا اور چیک کو دیکھنے لگی۔

”مانتے کیوں نہیں ہو تم.....“ وہ سرگوشی میں بولی، ”ہمارے بچ کچھ نہیں تھا..... کچھ نہیں ہے!“ چیک پر کئے گئے دستخط مسکرانے لگے تھے!

☆

سب کچھ بہت آسان ہو گیا تھا! اس نے اپنے اور افنان کے لیے شادی کے حساب سے کپڑے لیے۔ زرباب کے لیے بھی چند سوٹ لینا نہ بھولی۔ اراما کے لیے اس نے بہت خوبصورت نیلم کی انگوٹھی خریدی۔ اراما کا ککی اسٹون نیلم تھا اور اسے ہمیشہ سے شوق تھا نیلم کے رنگ پہننے کا۔ علمہ کو اب تک اس کی یہ خواہش یاد تھی!

اس ساری شاپنگ میں حسب معمول زبیدہ آنٹی اس کے ساتھ تھیں۔ جو اس خرید و فروخت کو سلیمہ آنٹی کی جانب سے ادا کی گئی رقم کا ثمر سمجھ رہی تھیں۔ علمہ نے ان کی سوچ کی نفی کی ضرورت نہ سمجھی۔ اگر وہ ایسا سوچ بھی رہی تھیں تو کیا خرابی تھی؟

دوسرے دن اس کی روانگی تھی..... وہ سامان پیک کر رہی تھی۔ زرباب بھی گھر پر تھا اور افنان نے دل بہلا رہا تھا۔

بیل بجی تو علمہ نے دھیان نہ دیا۔ وہ جانتی تھی، زرباب موجود ہے۔ پھر باہر سے آتی ہوئی آوازوں پر وہ چونکی۔ عارف اور رانیہ کی آوازیں تھیں۔ کافی عرصے کے بعد وہ لوگ آئے تھے۔ علمہ پکنگ ادھوری چھوڑ کر باہر چلی آئی۔ خوشگوار انداز میں ان لوگوں سے ملی۔ زرباب بھی بھائی اور بھابی کی آمد سے خوش نظر آتا تھا۔

علمہ علیک سلیک کر کے کچن میں آئی۔ ٹھنڈے پانی میں ٹینگ گھولنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کھانے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرنا چاہیے تھا۔ فریزر میں ایک مرغی پڑی ہوئی تھی۔ وہی پکانے کا سوچتے ہوئے وہ شربت کا جگ اور گلاس ٹرے میں رکھ کر باہر آ گئی۔ انہیں ٹھنڈا شربت سرو کرنے لگی۔

”مجھے اب بھی ان کی صورت یاد ہے۔“ عارف ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا، ”گول چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں، تھوڑی سی گڑھا..... ہے نا.....“

”ہے نا بھائی جان!“

”ہاں“ زرباب مسکرایا، ”ایسی ہی تھیں۔“

”اب بھی ویسی ہی ہیں۔ گول منول سی؟“ عارف نے ٹھنڈے ٹینگ کا گھونٹ بھر کر پوچھا۔

”پتہ نہیں۔ میں تو گھر پر نہیں تھا..... علمہ سے پوچھ لو..... یہی ملی تھی ان کے!“ زرباب نے علمہ کی جانب دیکھا، ”کیوں علمہ..... سلیمہ

آنٹی کیسی ہیں اب؟“

”عارف نے صحیح نقشہ کھینچا ہے.....“ علمہ مسکرا دی، ”وہ اب بھی ایسی ہی ہیں۔ گول منول سی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی۔ مجھے بہت اچھی

لگیں وہ.....

”ظاہر ہے ظاہر ہے۔“ عارف بھونڈے پن سے ہنسنے لگا، ”اچھی تو لگتی تھیں..... خطیر رقم کا لفافہ جو دے رہی تھیں وہ..... آں..... آں..... بھابی..... بھلا کتنی رقم تھی لفافے میں!“ وہ یونہی، برسبیل تذکرہ پوچھنے کی اداکاری کرنے لگا۔

گلاس لبوں تک لے کر جاتے ہوئے زر باب کا ہاتھ ٹھہر گیا۔ وہ شاگ سی کیفیت میں بھابی کا چہرہ دیکھنے لگا۔
”جتنی زر باب نے آپ کو بتائی!“ علمہ لمحہ بھر رک کر مضبوط لہجے میں بولی۔

عارف نے علمہ کا چہرہ دیکھا پھر کھسیانی سی ہنسنے لگا۔

”خوب..... خوب.....“ وہ بولا۔

”سلیمہ! آئی کینیڈا جانے سے پہلے آئیں گی یہاں۔ اس دن میں آپ کو اور رانیہ کو بھی کھانے پر بلواؤں گی..... ضرور آئیے گا!“

وہ متانت سے بولی اور شربت کے خالی گلاس ٹرے میں رکھنے لگی۔ عارف نے بد مزہ ہو کر سر کو جھٹکا۔

”بھائی“ وہ زر باب کو دیکھنے لگا، ”اب..... مزید کیا اسٹیپ لینے ہیں؟“

”کیا مطلب؟“ زر باب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

”میرا مطلب ہے..... اب گھر کا کیا کرنا ہے؟ ظاہر ہے..... سیل ہی کریں گے اسے!“

”سیل؟“ زر باب کا منہ حیرت سے کھل گیا، ”یہ گھر؟ سیل کریں گے؟“

”تو..... پھر..... میرا اور ثوبیہ کا جو حصہ ہے اس میں..... وہ کیسے دیں گے آپ؟“

عارف نے اب اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی۔ وہ تفصیلی گفتگو کے موڈ میں تھا۔ علمہ اور زر باب بے یقین نظروں سے سامنے بیٹھے

اس شخص کا چہرہ دیکھ رہے تھے!!

☆☆☆

محبت کا حصار

خواتین کی مقبول مصنفہ نگہت عبداللہ کے خوبصورت افسانوں کا مجموعہ **محبت کا حصار**، جلد کتاب گھر پر آ رہا ہے۔

اس مجموعہ میں انکے چار ناولٹ (تمہارے لیے تمہاری وہ، جلاتے چلو چراغ، ایسی بھی قربتیں رہیں اور محبتوں کے ہی درمیاں) شامل ہیں۔ یہ

مجموعہ کتاب گھر پر **ناول** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

زرباب نے کھنکھار کر گلا صاف کیا..... شاید وہ کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا..... علمہ نے دیکھا، اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا..... آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔
 ”لیکن عارف..... یہ بھی تو سوچو کہ گھریل کرنے کی صورت میں ہم لوگ آخر کہاں جائیں گے؟“ علمہ نے نرمی سے پوچھا۔
 ”وہ تو ہے بھابی..... لیکن جو اصولی، قانونی اور شرعی صورت ہے میں تو اس پر بات کر رہا ہوں“ عارف کو ایک دم ہی اصول اور مذہب یاد آنے لگے تھے۔

”دیکھیں نا..... یہ گھر ہمارے والد صاحب کی جائیداد ہے..... اس میں ہم تین بہن بھائیوں کا برابر کا حصہ ہے..... تو یہ تو ٹھیک نہیں لگتا..... کہ میں اور ثوبیہ..... اپنے حصے سے ہاتھ اٹھالیں۔ دنیا نے پھر آپ لوگوں کو ہی برا کہنا ہے..... کل کو سب کہیں گے کہ زرباب اپنے بہن بھائی کا قانونی حصہ بھی کھا گیا۔ ابھی چند روز قبل ہی رانیہ کے والد مجھ سے یہ بات پوچھ رہے تھے..... ان کا خیال ہے کہ اگر میں اس گھر سے اپنا حصہ لوں تو کم سے کم بھی پچیس سے تیس لاکھ کی رقم بنتی ہے..... وہ چاہ رہے ہیں میں جلد از جلد اس رقم سے کوئی کاروبار شروع کروں..... تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں گھر داماد بن کر صرف روٹیاں ہی توڑ رہا ہوں۔“

علمہ کو ایسا لگا جیسے زرباب کا چہرہ لمحہ بہ لمحہ زرد تر ہوتا جا رہا ہے..... اسے یوں لگا جیسے زرباب کو اس وقت ایک کاندھے کی ضرورت ہے جسے تمام کروہ اپنے حواس اور قویٰ کو مجتمع کر سکے۔
 ”ٹھیک ہے عارف!“ وہ دفعۃً بہت پرسکون سے لہجے میں بولی، ”اگر تم، رانیہ اور رانیہ کے گھر والے ایسا ہی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ایسے ہی کر لیتے ہیں۔ تم کسی اچھی ریل اسٹیٹ سے بات کر لو..... جب بھی اس گھر کی اچھی قیمت لگے گی ہم اسے بیچ کر تمہارا اور ثوبیہ کا حصہ دے دیں گے!“

عارف کے چہرے پر علمہ کی بات سے چمک پیدا ہو گئی۔ رانیہ کا موڈ بھی ایک دم خوشگوار لگنے لگا۔ شاید ان دونوں کو ہی امید نہیں تھی کہ انہیں اس قدر جلد اتنا مثبت جواب مل جائے گا۔ زرباب خیران پریشان نظروں سے علمہ کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے علمہ کی دماغی کیفیت پر شک ہو رہا ہو۔
 ”گھر کی قیمت لگوانا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے!“ رانیہ چمک کر بولی، ”پاپا کے بہت اچھے دوست ریل اسٹیٹس کا بزنس کرتے ہیں..... یوں سمجھیں چٹکی بجاتے ہی یہ مسئلہ حل ہو جائے گا.....“

اس کے یوں کہنے سے علمہ کا دل خشک پتے کی طرح کانپا..... اس نے خود کو تیز دھوپ اور موسلا دھار برسات میں بنا چھپت یا سائبان کے کھڑے دیکھا.....

تم کون پایا.....

پھر وہ اپنا لرزیدہ وجود سنبھال کر کھڑی ہو گئی۔

http://www.kitaabghar.com

”میں کھانا بناتی ہوں..... آپ لوگ کھانا کھا کر جانا۔“

”ارے نہیں بھابی..... ان تکلفات میں مت پڑیں!“ وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”آپ اپنی پیکنگ کریں..... ہم اب چلیں گے.....“ رانیہ گاڑی کی چابی کی رنگ انگلی میں گھماتے ہوئے بولی، ”ہو سکتا ہے چند ایک دنوں میں پاپا کے دوست گھر دیکھنے آئیں..... انہیں پلیز کوآپرٹ کیجیے گا.....“

”ہاں ضرور.....“ ہزار دل شکستگی کے باوجود وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

زر باب کسی سب کچھ ہار جانے والے جواری کی مانند سر اور کاندھے جھکائے بیٹھا تھا۔ شاید اس میں اتنی بھی ہمت نہ رہی تھی کہ وہ ان لوگوں کو دروازے تک سی آف ہی کر آتا۔ یہ ذمہ داری بھی علمہ نے ہی نبائی۔ وہ عارف اور رانیہ کو دروازے تک چھوڑنے لگی اور مسکرا کر انہیں خدا حافظ کہا۔ وہ پلٹ کر اندر آئی تو زر باب اپنی آنکھوں کو ہتھیلیوں سے صاف کر رہا تھا۔ اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو علمہ نے دیکھا اس کا پورا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ علمہ آہستگی سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔ پھر اس نے زر باب کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کن الفاظ میں زر باب کا دکھ سمیٹنے کی کوشش کرے!

”گھر بیچنے پر ہنسی خوشی راضی تو ہو گئی ہو..... یہ بھی سوچا کہ اس کے بعد ہمارا ٹھکانہ کدھر ہے؟؟“ زر باب زخم خوردہ لہجے میں بولا، ”ابھی تو حالات میں اتنی کشادگی بھی نہیں ہے کہ ہم چھوٹا موٹا گھر کرائے پر ہی لے سکیں۔ کیا ضرورت تھی ہامی بھرنے کی؟“

”کیا چارہ تھا اس کے سوا؟“ وہ آہستگی سے بولی، ”یہ طے ہے کہ وہ اپنا جائز حصہ مانگ رہے ہیں..... ہم انکار بھی کرتے تو وہ لڑ کر اپنا حصہ لیتے..... تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہنس کر، کشادہ روی سے، ہراٹھا کر انہیں ان کی چیز دے دی جائے.....“

زر باب خالی خالی نظروں سے علمہ کا منہ دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کمزور دھان پان سی لڑکی یہ سب کچھ کہہ رہی تھی۔

”اور اگر چند روز میں ہی یہ گھر بک گیا..... پھر؟“ وہ خوفزدہ سے لہجے میں بولا۔

”پھر.....“ علمہ کے حلق میں دھند کے گولے چھننے لگے تھے۔

یہ تصور کتنا جان لیوا، کس قدر بھیانک تھا کہ وہ دونوں ایک جھوٹے سے بچے کے ساتھ بے یار و مددگار..... کھلے میدان میں کھڑے تھے!

”اللہ مالک ہے!“ دفعۃً وہ بہت باہمت بن کر مضبوط لہجے میں بولی، ”اور میں آپ کے ساتھ ہوں..... ہر حال میں، ہر موسم میں.....“

سب ٹھیک ہو جائے گا..... آپ فکر نہ کریں۔“



اسے سامنے پا کر سیما اور ارما سارے گلے شکوے بھول کر بچیوں کی طرح دوڑ کر اس سے لپٹ گئیں ان کے چہروں پر خوشی اور چمک تھی۔ علمہ نے باری باری دونوں کو پیار دیا۔ ان تینوں میں عمر کا فرق زیادہ نہ تھا لیکن بے تحاشا محبت اور احترام نے علمہ کو ان کی ماں جیسا قیمتی اور انمول بنا دیا تھا۔

”کھانے سے فارغ ہو کر سیما، علمہ کو وہ لمبائی چیزیں دکھانے لگی جو ارما کے جہیز کے لیے خریدی گئی تھیں۔ علمہ شوق اور خوشی سے وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ یہ خیال بہت تقویت بخش اور خوش کن تھا کہ اس کی لاڈلی بہن کا مستقبل محفوظ اور تابناک نظر آ رہا تھا۔ وہ اتنی خوشیوں اور نیک

تمناؤں کو پلو میں باندھے ایک روشن رستے کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔ ارما کا رشتہ درحقیقت بہت اچھے خاندان سے جڑا تھا۔ سیمانے علمہ کو ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ بھی بتایا، علمہ کے لیے وہ سکون اور طمانیت کا باعث بنا تھا۔ علمہ پوری طرح مطمئن ہو چکی تھی۔

شادی میں چند دن ہی باقی رہ گئے تھے۔ گھر میں رونقیں اپنے عروج پر تھیں۔ وہ لوگ روز ہی اکٹھی ہو کر گانے گانے لگتیں۔ آس پڑوس کی کتنی ہی لڑکیاں سیما اور ارما کی سہیلیاں بن گئی تھیں۔ وہ سب شام ڈھلتے ہی رنگ برنگ چیزیاں اوڑھ، ان کے گھر جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ چھوٹا سا آنگن دلہن بن جاتا۔ ہنسی کی آوازیں سے مہک اٹھتا۔ علمہ نے تو اپنی نوعمری میں بھی اس طرح کے شوق نہ کئے تھے۔ وہ شروع سے ہی سادہ مزاج، کم آمیز شرمیلی طبع لڑکی تھی۔ اب بھی اتنی لڑکیوں کے بیچ بیٹھ کر زور و شور سے رنگین قسم کے گانے گانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ تو صرف کسی کرسی پر بیٹھ کر مزے سے یہ سب کچھ دیکھا کرتی۔ اسے اس میں ہی بے حد لطف محسوس ہو رہا تھا۔ یوں بھی اپنی شادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب وہ اس طرح کھلے ذہن اور احساس فراغت کے ساتھ اپنی بہنوں کے ساتھ ان کی خوشیوں میں شریک ہوئی تھی۔ ورنہ تو ایسی کوئی تقریب اس کے لئے ذہنی تکلیف اور سوحال روح بن جایا کرتی تھی۔

یہاں آئے اسے تیسرا روز تھا۔ شام میں ارما کی مہندی کی تقریب تھی۔ سیماتیاریوں میں بے تحاشا مصروف تھی۔ ارما کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ علمہ کبھی سیمہ کا ہاتھ پٹانے کی کوشش کرتی تو کبھی ارما کی تنہائی۔ اس وقت بھی وہ سیمہ کے ساتھ مل کر مہندی کے تھال سجا رہی تھی جب اسے زرباب کے فون کی اطلاع ملی۔ علمہ کا دل عجب انداز میں دھڑکا۔ اتنے دن کی جدائی میں زرباب کا خیال دل کی دیوار کے ساتھ سائے کی مانند جڑا رہا تھا۔ اب اس کے فون کی خبر سن کر علمہ کے اندر کلیوں کی مہک پھیلنے لگی تھی، ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا۔

”کیسے ہیں زرباب آپ.....“ وہ بولی تو اس کی آواز میں کھنک تھی۔

”میں ٹھیک ہوں..... تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں کہ تم کیسی ہو..... تمہاری آواز سے ہی پتہ چل رہا ہے۔“

زرباب پھیکے پھیکے سے انداز میں ہنسا تھا۔

”اچھا..... کیا پتہ چلا آپ کو؟“ وہ بھی ہنس دی۔

”کہ مجھ سے اتنی دوڑ جا کر بھی نہ بہت خوش ہوا!“

علمہ لمحہ بھر کے لیے خاموش سی رہ گئی۔ وہ کس قدر جلد بدگمان ہو جاتا تھا!

”میں آپ سے دور ہو کر کبھی بھی خوش نہیں ہو سکتی زرباب!“ وہ ہولے سے بولی، ”یہ خوشی تو آپ سے بات کرنے کی ہے جسے آپ نے

محسوس کر لیا۔“

”مجھے اس وقت تمہاری شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے علمہ!“ زرباب لمحہ بھر توقف کے بعد بولا، ”بہت ٹینس ہو رہا ہوں میں!“

”میں..... بس دو یا تین دن اور رکوں گی زرباب.....“ وہ جلدی سے بولی، ”پرسوں ارما کی شادی ہے۔ اس کے اگلے روز ہی میں واپس

آپ کے پاس لوٹوں گی۔ صرف دو دن کی بات ہے.....“

”وہ تو ٹھیک ہے علمہ..... لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں ٹینس کیوں ہوں!“ وہ بچھے بچھے سے انداز میں بولا۔

”خیر تو ہے نا.....“ وہ پریشان ہو گئی، ”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟“
<http://kitaabghar.com> علمہ..... اپنے مکان کی قیمت لگ گئی ہے.....“ زر باب توقف کے ساتھ بولا۔

علمہ ہاتھ میں ریسیور تھا مے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اسے لگا جیسے کمرے کی دیواریں گھوم رہی ہوں اور چھت اس پر گرنے والی ہو..... لمحہ بھر کے لیے اس نے آنکھیں بند کر لیں ”عارف کے سر کو ہمارا گھر بکوانے کی اس قدر جلدی ہے کہ انہوں نے دوسرے روز ہی اس کی قیمت لگوا دی۔ حالانکہ میرے حساب سے جو رقم مل رہی ہے وہ ہمارے گھر کی ویلیو سے کہیں کم ہے لیکن عارف بضد ہے کہ اسی قیمت پر گھر سیل کر دیا جائے۔ وہ لوگ انتظار کے لیے تیار نہیں ہیں۔“
<http://kitaabghar.com>

زر باب ٹوٹے ہوئے لہجے میں دھیرے دھیرے اسے بتا رہا تھا۔

”رقم کی ادائیگی کے بعد وہ ہمیں پندرہ دن کا نوٹس دیں گے جس کے اندر ہمیں.....“

زر باب خاموش ہو گیا۔

”مکان خالی کرنا ہوگا!“ علمہ نے آہستگی سے اس کا جملہ مکمل کیا۔

”ہاں علمہ.....“ اب کی بار زر باب کے حلق میں گرتے ہوئے آنسو اپنا سراغ دے رہے تھے، ”ہمیں یہ گھر خالی کرنا ہوگا..... یہ گھر جہاں میرے باپ اور میری ماں کی یادیں بکھری ہوئی ہیں..... یہ گھر جہاں تم..... دلہن بن کر آئیں..... جہاں ہمیں افنان ملا..... یہ گھر ہمیں چھوڑنا ہوگا.....“
 ”کوئی بات نہیں زر باب.....“ زر باب کو بکھرتا دیکھ کر وہ خود کو سنبھال کر بولی، ”انسان کو تو..... یہ فانی دنیا چھوڑ کر بھی جانا پڑتا ہے..... تو یہ گھر کیا چیز ہے..... عارف اگر سمجھتا ہے کہ وہ ہمیں یوں بے گھر کر کے اپنے لیے دائمی خوشیاں حاصل کر سکتا ہے..... تو اسے اس کی خوشیاں مبارک ہوں.....“
 ”اپنے لیے بھی کچھ سوچا ہے!!“ زر باب تلخ سا ہو گیا۔

”خدا ہے زر باب..... مجھے اور آپ کو اتنی زیادہ فکر کی ضرورت نہیں..... خدا کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا کر دے گا.....“

”تم جلد آ جاؤ علمہ.....“ وہ بے بسی سے بولا، ”مجھے کچھ بھائی نہیں دے رہا ہے..... سوچ سوچ کر میں پاگل ہو رہا ہوں!“

علمہ فون بند کر کے کمرے سے نکلی تو اس کی ذہنی حالت بالکل بدل چکی تھی۔ خوشی اور بے فکری کے یہ چند دن بھی اسے راس نہ آئے تھے۔
 کھوئی کھوئی سی علمہ ایک گوشے میں آ بیٹھی۔

”جب تم یوں اداس ہوتی ہو..... تو میرے آس پاس اندھیرا ہو جاتا ہے.....“

”میرے اداس ہونے سے تمہارے اندھیرے کی روشنی کا کیا تعلق ہے؟؟“

”سورج بادلوں میں چھپ جائے تو زمین پر اندھیرا ہو جاتا ہے نا!“
<http://kitaabghar.com>

”مجھے سورج مت کہو..... مجھے چاند مت کہو..... میں تو خود ایسا تار یک سیارہ ہوں جسے اپنے محور کی اداسی اداس کر دیتی ہے!!“

”ایسا نہیں ہو سکتا..... تم ستارہ ہو، روشنی ہو، زندگی ہو، امید ہو، خیال ہو، تمنا ہو..... تمہارے ہونے سے بہت کچھ ہے!“

”میرے ہونے سے..... تمہارے لیے..... کیا ہے بھلا؟؟“

”سب کچھ..... اور انتظار لا حاصل!“

علمہ اپنے خیالوں سے چونکی تھی..... دروازے سے کوئی اندر آیا تھا..... سیاہ کوٹ پیٹ اور بلیوہائی نیک شرٹ میں ملبوس، گولڈن فریم کی نازک عینک لگائے بے حد باوقار اور پُرکشش شخصیت کا مالک رامش حسن ہی تھا۔ علمہ نے نظریں جھکا لیں اور بناء کسی تاثر کے بیٹھی رہی۔ سیما اندر سے نکل کر آئی تھی۔

”رامش بھائی۔“ اس نے خوشی سے بھرپور انداز میں کہا، ”مجھے یقین تھا آپ آج ضرور آجائیں گے۔ ارمیا کتنی بار آپ کے بارے میں پوچھ چکی ہے۔“

”میری بہن کی شادی ہے۔ مجھے آنا ہی تھا.....“ اس نے دھیرے سے سیما کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا، ”اور جتنی بار ارمانے میرے متعلق پوچھا ہے..... اتنی ہی بار میں نے فون پر اسے بتایا کہ میں راستے میں ہوں.....“

”اچھا یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی..... آپ اندر چل کر بیٹھیں..... میں کھانا لگواتی ہوں۔“ سیما اسے اپنے ساتھ آنے کا کہہ کر مڑ کر اندر چلی گئی تھی۔ اس نے یہ غور ہی نہ کیا تھا کہ وہ سیما کی ہمراہی میں اندر جاتے جاتے رک گیا تھا!

”علمہ.....“ وہ آہستگی سے بولا، ”کیسی ہیں آپ!“

علمہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

”شکر ہے خدا کا..... میں ٹھیک ہوں!“ وہ آہستگی سے بولی

”اچھا..... مجھے ایسا لگا جیسے آپ کچھ پریشان ہیں۔“

”علمہ نے حیران نظروں سے اس شخص کو دیکھا..... جو اس کا کچھ بھی نہ لگتا تھا۔“

”پھر وہ کچھ کہے بغیر خاموشی سے زرخ موڑ کر اندر چلی آئی۔“

ارما کی مہندی کا فنکشن بہت جاندار تھا..... موسم بھی خوبصورت تھا..... ہوائیں معطر معطری ہو کر، مسرور مسروری پھرتی تھیں۔ جسے چھو تیں اسے گدگد جاتیں۔ ہر چہرہ پر رونق تھی۔ ہر چہرہ مسکرا رہا تھا۔ سوائے علمہ کے چہرے کے..... علمہ زرباب سے فون پر بات کرنے کے بعد سے مسکرا نہ پائی تھی۔ وہ کوسوں دور بیٹھے شوہر کی اداسی اور پریشانی میں شریک تھی۔ اسے بے گھر ہونے کا اتنا دکھ نہ تھا جتنا زرباب کے دکھی ہونے کا دکھ تھا! زرباب کا نام لہجہ، غمگین آواز اور بوجھل سانس اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ جتنی تسلی وہ اسے دے سکتی تھی، اس نے دی تھی لیکن محض طفل تسلیوں سے کام نہیں بنتا۔ یہ زرباب بھی جانتا تھا اور وہ خود بھی جانتی تھی!

وہ مہندی کی تقریب کے لیے خاص طور پر سجائے گئے حصے کے ایک گوشے میں بیٹھی تھی۔ رامش کو لڈو رک لیے اس سے قدرے فاصلے

پرا بیٹھا..... کولڈ ڈرنک اس نے علمہ کی سمت بڑھائی تھی۔

”بھنڈا پینے سے..... انسان وقتی طور پر ہی سہی، قدرے پرسکون ہو جاتا ہے!“

علمہ نے نظر اٹھا کر دیکھا..... پھر گھبرا کر نظریں جھکا لیں..... وہ ہمیشہ کی طرح بے حد شاندار نظر آ رہا تھا! اور بہت پرسکون۔

”لیجئے۔“ وہ مصر تھا۔

علمہ نے کولڈ ڈرنک تھام لی۔

”شکریہ!“ آہستگی سے کہہ کر اس نے سب بھرا تھا۔ اسے محسوس ہوا وہ کافی دیر سے پیاسی تھی۔ اس کا حلق بالکل خشک ہو رہا تھا۔ کولڈ

ڈرنک کے گھونٹ بھرنے سے اسے واقعی سکون سا محسوس ہوا۔ اعصاب قدرے پرسکون ہوئے تھے۔

”آپ کے شوہر نہیں آئے؟“ رامش کی مدھم، بھاری آواز فضا میں بکھرے ہوئے شور سے مختلف تھی

”نہیں..... انہیں آفس سے چھٹی نہیں مل سکی.....“

”اوہ..... پھر تو مجبوری تھی ان کی..... ورنہ تو انہیں آنا چاہیے تھا!“

علمہ نے کوئی جواب دینے کے بجائے خاموش رہنے کو ترجیح دی تھی۔

”علمہ آپ خوش ہیں نا..... کوئی فکر یا پریشانی تو نہیں ہے؟“ اسے نجانے کیا وہم ستارہ تھے۔ شاید علمہ کے چہرے پر اس کی دلی کیفیات رقم تھیں۔

”آپ میری فکر نہ کریں رامش!“ علمہ نے مسکرانے کی ناکام سی کوشش کی، ”جتنا آپ نے ہم لوگوں کے لیے کیا ہے..... ایک زندگی تو

اس احسان کا بدلہ دینے کے لیے ناکافی ہے.....“

”آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں علمہ..... میں نے کوئی احسان نہیں کیا..... آپ کے والد مجھے اپنا بیٹا کہتے تھے..... میں نے تو صرف ایک

بیٹے کا فرض ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے..... اور..... ہمیشہ کرتا رہوں گا.....“

علمہ کی پلکوں پر ستارے چمکنے لگے..... پل بھر میں نجانے کیا کچھ بجلی کے کوندے کی طرح نظروں کے سامنے سے گزرا تھا۔

ایک چھوٹا سا آنگن..... جس میں ہمیشہ موتیے اور جنگلی گلاب کی خوشبو بسی رہتی تھی! اس خوشبو کو لے کر مستانہ وار پھرتی پاگل شائیں.....

وہ بھینے بھینے، دھیمے دھیمے مہکتے روز و شب.....

کسی کی چاہت کا پیغام دیتی معطر معطر نکا ہیں۔

”آپ کی چاہت سے کتراتی، جواب سے گریزاں، اٹھتی گرتی پلکیں..... خاموش لب.....“

”ذہن کے دزد و یوار سے نکراتی..... پاگل پاگل سوچیں.....“

علمہ نے گھبرا کر دیکھا..... وہ نجانے کہاں جا پہنچی تھی۔ سب کچھ بدل چکا تھا..... سب کچھ! رامش حسن کے سامنے علمہ زرباب اپنے دو

سال کے بیٹے کو گود میں لیے بیٹھی تھی!.....
 ”اگر آپ سمجھتی ہیں کہ ہمارے درمیان اپنے پن کی کوئی بات، کوئی احساس ہے..... تو مجھے ضرور بتائیے گا..... آپ کیوں پریشان ہیں!
 میں..... آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے اپنے جینے کا احساس رہے گا!“

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ علمہ نے بے چین سی ہو کر اس کے دور جاتے قدموں کو دیکھا تھا..... وہ جانتی تھی، رامش حسن کوئی معمولی نام نہ تھا۔ وہ جانتی تھی، وہ اس کی اور زرباب کی ہر طریقے سے مدد کر سکتا تھا..... ان کی پریشانی کے کئی حل نکال سکتا تھا.....

علمہ کی نظروں کے سامنے زرباب کا سستا ہوا چہرہ پھرنے لگا..... اسے شاید رامش سے اس موضوع پر بات کرنی ہی تھی!!!

☆ <http://kitaabghar.com>

ارما دھوم دھام سے رخصت ہو کر پیاسنگ چل دی تھی۔ سیما بہن سے لپٹ کر بہت روئی تھی علمہ کی شادی ہو جانے کے بعد ان دونوں بہنوں نے زندگی کے کئی دکھ سکھ ساتھ مل کر کاٹے تھے دونوں میں ایک خاص طرح کا قلبی لگاؤ پروان چڑھ چکا تھا۔ اب ارما کے جانے سے سیما بے چین اور مضطرب ہوئی تھی تو یہ ایک فطری بات تھی۔

بے طرح روتی ہوئی سیما کو خاموش کرانا مشکل ہو رہا تھا۔ علمہ اس کی بیٹی کو گود میں لیے اس کے سامنے بیٹھی پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

دفعۃً کمرے میں رامش داخل ہوا تھا۔ سیما کا شوہر اسے بلالایا تھا۔ شاید وہ سمجھتا تھا کہ رامش کا دلاسا اور تسلی دوسرے کسی بھی دلا سے اور تسلی سے زیادہ اثر ثابت ہو سکتی ہے۔ رامش سیما کے مقابل آ بیٹھا..... اس نے روتی ہوئی سیما کے ہاتھ تھام لیے.....

”ارما کی شادی کے لیے..... پریشان تھیں نا تم!“ اس کی بھاری آواز اور مدھم لہجے میں ایک خاص اثر تھا۔

”بولو سیما..... کس قدر پریشان تھیں تم.....“

”سیما نے اثبات میں سر ہلایا اور دوپٹے سے آنسو خشک کرنے لگی۔

”تمہیں یقین ہے کہ وہ ایک اچھے لڑکے کے ساتھ ایک اچھے گھر میں گئی ہے!“

”جی رامش بھائی اوہ آہستگی سے بولی۔

”یہ دکھ کی بات ہے یا خوشی کی.....“

سیما نے نظر اٹھا کر رامش کو دیکھا پھر جھینپ کر قدرے مسکرانے لگی۔

”سیما..... دکھوں پر سب روتے ہیں..... خوشی میں بھی مسکراتے ہیں..... اکثر زور درخ..... تمہاری طرح کے..... خوشی میں بھی آنسو بہا

لیتے ہیں..... لیکن..... ان سب باتوں نے ہنسنے کو..... زندگی تو دکھوں پر بھی مسکرانے کا نام ہے!“

سیما اب بالکل خاموش ہو کر رامش کو دیکھنے لگی۔ علمہ جو کتنی ہی دیر سے چپ چاپ نظریں نیچی کیے بیٹھی تھی..... نظر اٹھانے پر مجبور ہوئی

تھی۔ سیمائے مقابل بیٹھا، اسے ایک بھائی کی طرح سمجھتا ہوا وہ بہت اپنا سا لگ رہا تھا۔
 ”یہ زندگی ایک بار ہی تو ملتی ہے سیمائے..... جو پل گزر جاتا ہے..... وہ بس ایک بار کے لیے ہی ہماری زندگی کا حصہ بنا ہوتا ہے۔ پھر کبھی نہ لوٹنے کے لیے..... اس لیے کوشش کرو..... جو پل بھی گزرے..... وہ آنسوؤں سے نہیں، مسکراہٹ سے سجا ہو۔ مسکراہٹ سے سجے ہوئے پل تو تمنے ہوتے ہیں سیمائے..... جو ہماری ذات کے کارنس پر رکھے کبھی پرانے نہیں ہوتے..... یوں بے وجہ آنسو بہا کر ان خوشیوں کی توہین نہ کرو!“
 ”آپ چائے پیسے گے رامش بھائی؟“

سیمائے اس کی ساری باتوں کے جواب میں بہت معصومیت اور سادگی سے پوچھا۔

<http://kitaabghar.com>

”ہاں ضرور..... اگر تم اپنے ہاتھ سے بنا کر پلاؤ تو..... اور چائے پی کر میں بھی چلوں گا اب“ سیمائے مستعدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر گئی تھی۔ اسی لمحے افنان ہاتھ میں کھلونا تھا، علمہ کو ڈھونڈتا ہوا کمرے میں چلا آیا۔ علمہ کو سامنے پا کر اس کی آنکھوں کی چمک لوٹ آئی۔ وہ مسکرانے لگا۔
 رامش نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود سے قریب کیا پھر اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔

”یہ باہر سے کپڑوں کو مٹی لگا کر آیا ہے.....“ علمہ گھبرا کر بولی تھی۔ ”آپ کے کپڑے خراب ہو جائیں گے رامش!“
 رامش نے مسکرا کر افنان کو پیار کیا تھا..... پھر وہ علمہ کی جانب متوجہ ہوا۔
 ”بہت پیارا بچہ ہے یہ..... میں نے اسے کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا..... ہمیشہ اسماں کرتا رہتا ہے۔“

افنان کی تعریف سن کر علمہ کے چہرے پر ممتا کی روشنی بکھر گئی۔ رامش نے لمحہ بھر کے لیے اس روشنی کو دیکھا تھا..... پھر نظریں چرائی تھیں۔
 ”آپ نے بتایا نہیں..... اپنی پریشانی کا سبب!“ وہ دھیرے سے بولا

علمہ نے قدرے ہچکچاہٹ سے اس کی جانب دیکھا۔

”آپ کو کیوں یقین ہے کہ میں پریشان ہوں؟“ وہ آہستگی سے بولی

”چند لمحے خاموشی میں گزرنے..... تب علمہ کو احساس ہوا کہ وہ اس سوال کا جواب نہیں دے گا۔“ میں پھر اپنی بات دہراؤں گا علمہ.....
 آپ کے کسی کام آسکا تو مجھے اپنے جینے کا احساس رہے گا.....“

علمہ کو اپنی پلکیں نم ہوتی محسوس ہوئیں۔ پھر اس نے دھیرے دھیرے رامش کو پوری بات بتادی۔ زرباب کی پریشانیوں کا سبب..... اپنی پریشانی اور فکر کی وجہ.....

”رامش خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔“ چند ایک بار گلاسز کے پیچھے سے کچھ سوچتی ہوئی آنکھوں نے آہے دیکھا تھا۔

”آپ پریشان نہ ہوں“ علمہ کے خاموش ہوجانے پر وہ بولا، ”یہ تو بہت معمولی سی باتیں ہیں۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس کے لیے آپ کو اتنے تردد کی ضرورت ہو۔“

اس کے الفاظ میں ایسا کچھ تھا جس سے علمہ کو عجیب سی تقویت محسوس ہوئی۔ اسے لگا وہ بالکل پرسکون ہو گئی ہے۔
 سیمہ چائے کے ساتھ مٹھائی لے آئی تھی۔ شادی کا کھانا ان میں سے کسی نے بھی ٹھیک طرح سے نہ کھایا تھا۔ اب بے فکر ماحول میں
 بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ مٹھائی اور بسکٹس کے ساتھ چائے بہت شوق سے پی گئی۔ سیمہ فریش ہو چکی تھی۔ رامش سے ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ وہ
 بھی اس کی باتوں کے برجستہ جواب دے رہا تھا۔ چائے پی کر رامش نے سیل فون پر رامہ سے بات کی۔ سیمہ اور علمہ کی بھی بات کروائی اور اپنے دولہا
 کے ساتھ بیٹھی تھی، سوشر ماشر مار کر، جھینپ جھینپ کر اس نے چند ایک جملے ہی کہے لیکن ان جملوں سے ہی اس کی خوشی اور دلی سکون کا اندازہ ہو رہا تھا

سو..... علمہ اور سیمہ بے حد مطمئن ہو گئیں۔

”میں اب چلوں گا۔“ رامش اٹھ کر کھڑا ہوا۔

<http://kitaabghar.com>

پھر اس نے اپنے والٹ سے کارڈ نکال کر علمہ کی سمت بڑھایا تھا۔

”علمہ۔ یہ رکھ لیں..... اس پر میرے آفس کا جوائڈریس ہے..... زرباب کو میرے پاس وہاں بھیج دیں۔“

علمہ نے کارڈ تھاما..... اس پر تحریر الفاظ پر نظر دوڑائی اور اسے اپنے پرس میں رکھ لیا۔ سیمہ رامش کو خدا حافظ کہنے پر باہر تک گئی تھی۔

☆
 زرباب علمہ کو اسٹیشن پر لینے آیا تھا۔ علمہ نے زرباب کو دیکھا تو بے ساختہ خوشی کی لہریں اس کے اندر یہاں سے وہاں تک موجزن ہو گئیں۔
 افغان بھی باپ کو دیکھ کر خوشی سے خوب اچھلنے لگا تھا۔

”بابا..... بابا.....“ وہ تالیاں بجا رہا تھا۔

زرباب نے افغان کو گود میں لے کر پیار کیا۔ محبت بھری نظروں سے علمہ کو دیکھا۔

”کیسی ہو جانم۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں.....“ علمہ کا دل کھل گیا۔ زرباب کے انداز اس قدر ہی والہانہ تھے۔ ”اور مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو یوں
 فریش اور مطمئن دیکھ کر.....“

”تم دونوں کو دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے اتنے دنوں سے میرے اندر پیاس ہی پیاس تھی اور ایک دم بہت سی برسات برسی ہے.....“

آنکھیں تک سیراب ہو گئی ہیں.....

وہ ایک کاندھے پر افغان کو اٹھائے دوسرا بازو علمہ کے گرد پھیلائے بولتا جا رہا تھا گھر پہنچ کر علمہ نے ہاتھ منہ دھو کر کھانا بنانے کے لیے کچن
 میں جانا چاہا تو زرباب نے اسے روک لیا۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے..... میں بازار اتنے لے آتا ہوں..... تھکی ہوئی آئی ہو، آرام سے بیٹھو!“

<http://kitaabghar.com>

”میں کون سا پیدل چل کر آئی ہوں زرباب.....“ وہ ہنس دی۔

”نہ سہی..... بہانے بہانے سے کچن میں گھسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھکی ہوئی نہیں ہو تو میرا ہی خیال کرو..... میں اتنے دن تم سے دور رہ کر کتنا تھک گیا ہوں!“

<http://kitaabghar.com>

زرباب نے اسے خود سے قریب کر لیا..... حسبِ عادت اس کے بالوں میں چہرہ چھپانے لگا۔ ”کتنی ظالم ہو تم..... اتنے دن مجھ سے دور رہیں۔“

علمہ نے الگ ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔

”مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی اس طرح آپ کو تنہا چھوڑ کر نہ جاتی..... اور آپ کا فون سن کر تو میں نہ وہاں کی رہی نہ یہاں کی..... یہ سارا وقت میں نے کس طرح گزارا ہے زرباب..... میں ہی جانتی ہوں..... آپ کی پریشانی کے خیال سے میں لمحہ لمحہ پریشان رہی ہوں۔“

<http://kitaabghar.com>

”لیکن میری پریشانی تو دور ہو گئی تھی۔“ زرباب ہنس دیا۔

علمہ نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”وہ کیسے.....“

”پھر بتاؤں گا۔ پہلے تم فریش ہو لو، کھانا وغیرہ کھا لو..... اطمینان سے بات کرتے ہیں“ زرباب اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”میں کھانا لے کر آتا ہوں.....“

☆

<http://kitaabghar.com>

شام کو زرباب نے علمہ سے بات کی تھی۔ اس نے اس پریشانی کا جو حل نکالا تھا، علمہ اسے سن کر حیران رہ گئی تھی۔

”نہیں زرباب..... یہ کیسے ہو سکتا ہے!“ اس کے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا تھا۔

زرباب نے حیران حیران سی نظروں سے علمہ کو دیکھا۔

”اس میں بھلا حرج ہی کیا ہے؟؟“

”زرباب! وہ گھر مجھ سے زیادہ سیما اور آزما کے لیے ہے..... وہ ہمارا میکہ ہے..... اور سیما اور آزما جب بھی یہاں اپنے شہر آئیں گی، وہیں ٹھہریں گی.....“

<http://kitaabghar.com>

”تم سے زیادہ ان کا کیسے ہو گیا؟“ زرباب خفگی سے بولا، ”جتنا تمہارا ہے اتنا ہی ان کا ہے..... تینوں کا اس پر برابر حق ہے۔“

”یہی تو میں آپ کو سمجھا رہی ہوں..... میں اور آپ وہاں رہیں گے تو ان کے سرال والے کہیں گے ہم نے اکیلے ہی پورے گھر پر قبضہ کر لیا۔ آپ نہیں جانتے سیما یوں تو اپنی خالہ کے گھر گئی ہے لیکن وہ لوگ بہت پرانی سوچ رکھتے ہیں۔“

”علمہ کے یوں انکار کر دینے پر زرباب کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ ناراض ناراض سا نظر آنے لگا۔“

”میں تو سوچ رہا تھا تمہیں بھی یہ آپشن پسند آئے گا..... بنا کسی پریشانی کے ہم لوگ وہاں شفٹ بھی ہو جائیں گے اور اس گھر کو بیچنے کے بعد میرا جو حصہ ملے گا میں اس سے کوئی کاروبار کر لوں گا.....“

”چند دن کی بات تو اور ہے زرباب لیکن ہم مستقل وہاں نہیں رہ سکتے..... ازما کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ کچھ عرصے بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ یہاں آئے گی تو وہیں قیام کرے گی“

”پھر یوں کرتے ہیں کہ اس گھر کو بھی سیل کر دیتے ہیں.....“ دفعۃً زرباب بولا۔

علمہ سہم کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.....“

”ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ وہاں سے تم اپنا حصہ لو..... اور اس ساری رقم سے ہم چھوٹا موٹا کوئی گھر دیکھ لیتے ہیں۔“

”یعنی ہم بھی سیما اور اما کے ساتھ وہیں کریں جو عارف نے ہمارے ساتھ کیا؟“ علمہ دکھ سے بولی۔

”نجانے تم کیا چاہتی ہو۔“ زرباب زچ ہو گیا، ”ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے علمہ یہی چند ایک روز ہیں پھر اس گھر کو خریدنے والے ہمیں دھکے دے کر یہاں سے نکال دیں گے!“

”ایسا کچھ نہیں ہوگا!“ علمہ یقین سے بولی

”اگر تم نے میری بات نہ مانی تو ایسا ہی ہوگا.....“ وہ ناراضگی سے بولا۔

علمہ نے اٹھ کر اپنا پرس کھولا اور اس میں سے رامش کا کارڈ نکال کر لے آئی۔ اس نے زرباب کی سمت وہ کارڈ بڑھا دیا۔

”یہ کیا ہے؟“ زرباب اسے تھامے بغیر بولا

”آپ دیکھیں تو.....“ وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

زرباب نے کارڈ دیکھا.....

”یہ تو تمہارے والد جس کمپنی میں کام کرتے تھے اس کے منیجنگ ڈائریکٹر کا کارڈ ہے..... رامش حسن..... یہ..... رامش حسن وہی صاحب ہیں نا جو تمہارے والد کے قریبی ساتھیوں میں شامل تھے؟“ میں نے اکثر وقار صاحب کے ساتھ انہیں دیکھا تھا؟“

”جی“ علمہ آہستگی سے بولی

”تو..... تو یہ اس کمپنی کے ڈائریکٹر میں سے ہیں؟“

”جی ہاں۔ ان کے والد کمپنی کے اوپر ہیں!“

”پھر تمہارے والد سے اتنے کلوز کیسے تھے؟“

”ابو جی ان کو اپنا بیٹا کہتے اور سمجھتے تھے۔ ساری عمر انہوں نے ابو جی کا ہر طرح سے ساتھ دیا اور ابو جی کے بعد ہم سب کا.....“

علمہ نظریں جھکائے جھکائے اس کے سبھی سوالات کے جواب دے رہی تھی۔

”اوہ.....“ زرباب کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ ”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم تینوں بہنوں کی شادی جواتنی دھوم دھام اور آسانی

کتاب گھر کی ویب سائٹ

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

”علمہ نے جواب نہ دیا۔ وہ اس موضوع سے الجھن محسوس کر رہی تھی۔
”میں اکثر سوچتا تھا کہ تمہارے ابو نے معمولی نوکری کے باوجود بھی تم لوگوں کے لیے بہت کچھ پس انداز کیا..... یہ تو مجھے اب پتہ چلا ہے کہ اصل بات کیا تھی!“

”رامش نے آپ کو اپنے آفس بلایا ہے۔“ علمہ اس کی باتوں سے بے چین سی ہو کر بولی، ”آپ جائیں گے نا!“

”ضرور جاؤں گا!“ وہ دفعۃً ہی چپک کر بولا، ”اگر تم نے آج سے پہلے مجھے بتایا ہوتا کہ رامش حسن سے تم لوگوں کے اتنے قریبی تعلقات ہیں تو میں کب کا ان سے مل لیا ہوتا“ علمہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔
”میں چائے بنا کر لاتی ہوں.....“ وہ اٹھنے لگی۔

زرباب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”میرے قریب سے اٹھ کر جانا نجانے تمہیں اتنا پسند کیوں ہے.....“ وہ شرارت سے بولا تھا اس کا موڈ بہت خوشگوار نظر آتا تھا..... علمہ

کتاب گھر کی ویب سائٹ

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

زرباب اگلے دن ہی آفس سے چھٹی لے کر رامش سے ملنے چلا گیا تھا۔ وہاں سے گھر لوٹا تو بے حد خوش نظر آتا تھا..... اس نے علمہ کو بازوؤں سے پکڑ کر گھما ڈالا۔

”علمہ..... میری جان..... میری زندگی..... تم میری زندگی بن کر آئیں تو سب کچھ بدل ڈالا..... میں کتنا لکی ہوں جو مجھے تمہارے جیسا

لائف پارٹنر ملا ہے.....“

کتاب گھر کی ویب سائٹ

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”اب بتائیں..... ایسا کیا ہو گیا ہے جو اس قدر خوش ہو رہے ہیں!“ علمہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ زرباب نے کہنی کی طرف سے ملا جوائنٹ لیٹر اسے تھمایا۔

”خود دیکھ لو.....“ وہ مسکرا رہا تھا۔

کتاب گھر کی ویب سائٹ

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

”علمہ! نے لیٹر کھولا..... وہ پڑھتی جا رہی تھی اور دم بخود ہوتی جا رہی تھی.....“
”زرباب! یہ تو.....“
”جی جناب۔“ وہ مسکرایا

”لیکن..... لیکن آپ U.K. کیسے جاسکتے ہیں.....!!“

”کیوں نہیں۔“ وہ بے حد مسرور تھا، ”میری زندگی بدل رہی ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ میں U.K. کیسے جاؤں گا؟ ابھی پلین میں بیٹھ کر جاؤں گا.....“

وہ خوشی سے ہنس پڑا تھا۔

”کیا نہیں ہے اس لیٹر میں..... گھر، گاڑی، مراعات اور اتنی ہر کشش تنخواہ..... بس علمہ اپنی آزمائش کے دن ختم ہوئے سمجھو..... اگلے

ہفتے ہم کمپنی کی طرف سے ملے بنگلے میں شفٹ ہو جائیں گے..... اور.....“

<http://www.kitaabghar.com>

”اور.....“ علمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”اگلے ماہ..... میں U.K. جا کر اپنی پوسٹ جوائن کروں گا۔ انگلینڈ میں کمپنی نے اپنا نیا آفس کھولا ہے، اور میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے طور

پر وہاں جا رہا ہوں۔ پرتین ماہ بعد پندرہ روز کے لیے میں پاکستان آؤں گا۔ یہاں کے آفس میں رپورٹ کے لیے۔“

علمہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا..... زرباب کے الفاظ اس کے ارد گرد بھٹک رہے تھے اور آنکھوں میں دھواں بھر رہا تھا۔ زرباب جا رہا تھا۔ اس قدر

خوش تھا۔ علمہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا!

☆☆☆

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>

میرے خواب ریزہ ریزہ

جو چلے تو جاں سے گزر گئے جیسے خوبصورت ناول کی مصنفہ ماہا ملک کی ایک اور خوبصورت تخلیق۔ میرے خواب ریزہ ریزہ کہانی ہے اپنے ”حال“ سے غیر مطمئن ہونے اور ”شکر“ کی نعمت سے محروم لوگوں کی۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ زمین سے آسمان تک پہنچ کر بھی غیر مطمئن اور محروم رہتے ہیں۔

اس ناول کا مرکزی کردار زینب بھی ہمارے معاشرے کی ہی ایک عام لڑکی ہے جو زمین پر رہ کر ستاروں کے درمیان جیتی ہے۔ زمین سے ستاروں تک کا یہ فاصلہ اس نے اپنے خوش رنگ خوابوں کی راہ گزر پر چل کر طے کیا تھا۔ بعض سفر منزل پر پہنچنے کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انکشافات کا یہ سلسلہ اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے رستوں کا تعین بہت پہلے کر لینا چاہیے۔

U.K. یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں چڑھا جاسکتا ہے۔

تاریکی کا احساس بہت زیادہ تھا..... تنہائی کا اس سے بھی سہوا..... لیکن علمہ ہر احساس کو نظر انداز کیے بے حس سی بی بی بیٹھی رہی۔ وہ اماوس کی راتوں میں سے ایک رات تھی۔ آسمان بنا چاند کے سونا اور اس لگتا تھا۔ علمہ نے سر اٹھا کر کچھ دیر اس اور سونے آسمان کو دیکھا۔ زرباب کے جانے سے اس کی زندگی بھی تو ایک ایسا ہی آسمان بننے والی تھی۔ اس چاند کے بغیر اس کی زندگی میں سونے پن کے سوا اور کیا تھا؟؟ پھر اسے خیال آیا۔ زرباب تو خوش تھا! اس نے تو ایک بار بھی علمہ سے جدا ہونے کے ملال کو محسوس نہ کیا تھا۔ اس کی ہر بات میں خوشی کا چمکتا ہوا رنگ تھا۔ اسے اپنے مستقبل کے روشن رستوں پر دوڑنے کی عجلت بھری خواہش تھی..... پیچھے کیا کیا رہ جائے گا، اس موضوع پر تو شاید وہ سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ اس موضوع پر تو صرف علمہ سوچ رہی تھی۔ ہلکی سی آہٹ پر علمہ چونکی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر زرباب باہر آیا تھا۔ شاید آنکھ کھل جانے پر علمہ کو کمرے میں نہ پا کر وہ اسے ہی دیکھنے آیا تھا!

<http://kitaabghar.com>

148 / 207

”علمہ“ اس کے قریب آ کر وہ سخت حیرانی سے بولا

”جی!“ وہ سر اٹھائے بغیر مدہم آواز میں بولی

زرباب اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”رات کے تین بج رہے ہیں۔ تم یوں اکیلی، صحن میں بیٹھی..... آخر کیا سوچ رہی ہو؟“

”کچھ نہیں.....“ اس نے نفی میں سر ہلایا، ”میں تو..... کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔ نیند نہیں آرہی تھی تو یہاں چلی آئی۔“

”سارا دن انان کے پیچھے پیچھے پھرتی ہو..... اتنا تھک جاتی ہو..... پھر بھی نیند نہیں آئی؟ میں تو بستر پر لیٹتے ہی گھوڑے گدھے سب بچ لیتا ہوں!“

زرباب کا انداز شگفتہ اور لہجہ فریش تھا۔ یوں بھی وہ شام ڈھلتے ہی سو گیا تھا۔ اس کی نیند پوری ہو چکی تھی۔ اور علمہ کی کھلی، تھکی ہوئی آنکھوں میں ویسے ہی نیند کا شائبہ نہ تھا۔ دونوں یوں بیٹھے تھے جیسے صبح ہو گئی ہو۔

”کل میں آفس جا کر ریزائن کر دوں گا!“ زرباب فریش ہو کر پھر سے اسی موضوع پر سوچنے لگا۔ ”نئی کمپنی میں جوائن کرتے ہی ہمیں ہمارے بنگلے کی چابی مل جائے گی..... اس سے پہلے کہ کوئی ہمیں آکر گھر خالی کرنے کو کہے، ہم عزت اور وقار کے ساتھ اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو جائیں گے..... ہے نا علمہ“

زرباب کی آواز میں دبا دبا سا جوش تھا۔ علمہ نے ذرا سارخ موڑ کر اسے دیکھا۔ اندھیرے میں بھی زرباب کی رنگت تمتائی ہوئی لگتی تھی۔ اس کی آنکھیں کسی دیرینہ خواب کی جگمگاہٹ سے روشن تھیں۔ لب مسکرا رہے تھے۔ شاید وہ ابھی سے خود کو فضا میں اڑان پھرتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ شاید ابھی سے اس تصور سے اس کے اندر تھر تھراہٹ سی ہو رہی تھی۔

”علمہ کے لبوں پر ایک مدہم، اداسی بھری، مسکراہٹ ابھری۔ زرباب من پسند کھلونا مل جانے والے بچے کی مانند خوش اور بے پرواہ تھا۔ پھر علمہ بھلا کیوں آدھی رات کو اس بیٹھی آسمان پر چاند نہ ہونے کا افسوس کر رہی تھی۔ اسے زرباب سے محبت تھی تو زرباب کی خوشی میں اسے بھی خوش ہونا چاہیے تھا۔ وہ خوش ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اپنا سر اس نے زرباب کے شانے سے ٹکا دیا۔“

www.kitaabghar.com

”علمہ۔“ وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”ایک بات کہوں!“

علمہ خاموشی ہی رہی۔ وہ جانتی تھی زرباب کو کچھ کہنے کے لیے اس کے اذن کی ضرورت نہ تھی۔ <http://kitaabghar.com>

”علمہ۔ کیوں نہ ہم ایک پارٹی اریج کریں۔ ایک گرینڈ پارٹی!“

”کس لیے؟“ علمہ نے حیرانی سے سراٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا

”کس لیے؟ زرباب نے بھی حیرت سے دہرایا، ”یہ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے تمہیں؟ بیوی! تم کس دنیا کی مخلوق ہو آخر؟ تمہیں اب

تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ تقدیر آج تک ہم پر کس طرح مہربان ہوئی ہے۔ بیٹھے بٹھائے ایسی نوکری مقدروالوں کو ملتی ہے..... ہم اب کبھی پلٹ کر اپنے ماضی

کی طرف نہیں دیکھیں گے..... اب تو ساری دنیا ہمارے شاندار مستقبل کو دیکھے گی اور رشک کرے گی!“ <http://kitaabghar.com>

”میں نے کبھی دنیا کی پرواہ نہ کی زرباب!“ علمہ آہستگی سے بولی، ہمارے دکھ بھی ہمارے اپنے ہیں اور خوشیاں بھی۔ نہ کوئی کسی کے دکھ

پر دکھی ہوتا ہے نہ کوئی کسی کی خوشی سے ہنستا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے دنیا کے لیے دکھاووں کا اہتمام کرنے کی؟“

”ضرورت ہے!“ زرباب زور دے کر بولا، ”کیوں نہ ہم سب کو بتائیں کہ ہمارے مشکل دن کسی بھی طرح گزرے لیکن گزر رہی

گئے..... کیوں نہ ہم اپنی بے تحاشا خوشی کا اظہار کریں۔ جو ہم سے سب کچھ چھین کر ہمیں بالکل بے آسرا کرنا چاہتے تھے..... کیوں نہ ہم انہیں بتائیں

کہ خدا صرف ان کا ہی نہیں ہے۔ وہ سب کے حصے کی خوشیاں انہیں دیتا ہے۔ ہے نا علمہ..... ٹھیک کہہ رہا ہوں نا“

<http://kitaabghar.com> علمہ مدہم سا ہنس دی۔ زرباب کے اندر اب تک ایک بچہ چھپا بیٹھا تھا!

”علمہ..... یہ سب ماں کی دعا کا کرشمہ ہے۔ ہم نے آخر وقت میں اپنی ماں کی دعائیں لی ہیں..... یہ سب کچھ اسی کا اعجاز ہے۔“

”جی.....“ علمہ بولی، ”اس میں کیا شک ہے!“

”پھر ہماری ماں کی دعا کا اعجاز سب دیکھیں اور سب جانیں۔ میں ضرور یہ پارٹی کروں گا اور ہم سب جاننے والوں کو مدعو کریں گے۔“

”جیسے آپ کی خوشی!“ علمہ کو جمانی آئی۔ اب اسے نیند کا احساس ہونے لگا تھا۔

”آفس سے ریزائن کے بعد میرے جو واجبات ملیں گے ان میں سے زیادہ تر تو لون کی مد میں کٹ جائے گی..... جو رقم باقی بچے گی اس

سے یہ پارٹی اریج کر لیں گے۔“

زرباب نے تو سارا پروگرام ہی طے کیا ہوا تھا۔ علمہ کے کچھ بھی کہنے کی گنجائش ہی کہاں تھی!

☆

وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ بہت سے شناسا چہروں کے درمیان بھی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کو بھی نہیں پہچانتی! ایک تھکن کا گہرا

احساس جسم و جان کو اپنی گرفت میں لے لے ہوئے تھا۔ اسے ایک کونے میں خالی کرسی دکھائی دی۔ علمہ اس پر جا بیٹھی۔ چہرے پر نمی کا احساس ہونے پر

اس نے ہتھیلی سے گال چھو کر دیکھا۔ شاید اسے پسینہ آ رہا تھا!

نجانے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ وہ نظریں کسی اور چیز پر دفور شوق سے لگی ہوں تو دل گہزنے، بہت گہرے پاتال میں کیوں اترنے لگتا ہے۔ روح اپنے پنکھ بند کر کے، یونہی بست سی ہو کر کیوں سر ڈال دیتی ہے..... کیوں.....
 ”ایسا..... یہ سب کچھ کتنا اچھا ہے نا..... جیسے کوئی خواب ہو!“ ارمانے اچانک ہی پیچھے سے آ کر اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈالی تھیں۔
 علمہ بے طرح چونکی پھر خود پر قابو پا کر مسکرانے لگی۔
 ”تمہیں اچھا لگا یہ سب کچھ؟“ وہ آہستگی سے بولی

”اچھا لگنے والی بات ہے۔ اچھا ہی لگے گا نا!“ وہ گھوم کر سامنے آ بیٹھی اور چمک چمک کر بولنے لگی۔
 ”اتنا پیارا، اسٹائلش گھر..... وہ بھی ویل۔ ڈیکوریٹڈ..... پورچ میں نئے ماڈل کی کار کھڑی ہے، اور ان سب چیزوں کا ذکر نہ بھی کریں..... تو آج اس نیو بلیوساڑھی میں یوں جی سنوری آپ کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں..... سچ اپنا! آپ کی شادی کے بعد فرسٹ ٹائم میں نے آپ کو اتنا ویل ڈریس اپ دیکھا ہے۔ آج آپ کی اور زرباب بھائی کی جوڑی کے اتنا شاندار ہونے کا احساس ہوا ہے مجھے..... زرباب بھائی ڈنر سوٹ میں کتنے ہینڈسم نظر آرہے ہیں..... ابھی جب آپ دونوں ساتھ ساتھ کھڑے تصویریں بنوا رہے تھے تو میں اور سیماسلسل ماشاء اللہ کا ورد کر رہے تھے“

علمہ مسکراتی نظروں سے ارما کو دیکھ رہی تھی۔ شادی اسے بہت راس آئی تھی۔ وہ نہ صرف پیاری ہو گئی تھی بلکہ چمکنے بھی کچھ زیادہ لگی تھی۔
 ”اور تم خود اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ میں دل ہی دل میں کتنی بار تمہاری نظر اتار چکی ہوں!“ علمہ محبت سے اس کا گال چھو کر بولی۔
 ”یہ..... زرباب بھائی کس لڑکی سے باتیں کیے جا رہے ہیں!“ سیماسخفگی سے ناک چڑھائے آئے تھی

”توبہ۔ پٹاخہ ہے پوری..... بولے جا رہی ہے بولے جا رہی ہے..... اور زرباب بھائی! آنکھوں ہی آنکھوں میں فدا ہو رہے ہیں.....“
 علمہ کو ایک بار پھر اپنا پورا وجود پسینے میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ تو یہ ایسی بات نہ تھی جو صرف اس نے محسوس کی تھی..... محفل میں سبھی آنکھوں، کانوں والے تھے!

”کون ہے یہ باجی؟“ سیمانے پھر پوچھا۔
 ”کون ہے یہ..... ان لوگوں کی کافی پرانی جان پہچان ہے ان سے!“ وہ بمشکل بولی
 ”ہاں..... اندازہ تو ہو رہا ہے!“ سیماجل کر بولی تھی۔

پھر وہ اور اراتقریب میں آئے ہوئے دوسرے لوگوں پر ہلکے پھلکے تبصرے کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ زرباب نے اچھا بھلا ہجوم اکٹھا کر لیا تھا۔ رشتہ دار، دوست احباب، پرانے پڑوسی وہ کسی کو بلانے سے نہ چوکا تھا۔ اچھی بھلی شادی کی تقریب لگتی تھی۔
 غارف اور زانیہ دور پرے کے رشتہ داروں کی طرح الگ تھلگ ٹیبل پر بیٹھے سب کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے انداز میں عجب بے نیازی اور بے پرواہی محسوس ہوتی تھی۔ گھر بک جانے کے بعد زرباب نے نہ صرف ان کا حصہ ان کو دے دیا تھا بلکہ ثوبیہ کا حصہ بھی بذریعہ بنک اسے بھجوا دیا

تھا۔ وہ بہت ہلکا پھلکا اور بے فکر ہو گیا تھا۔ یہی بے فکری آج کی تقریب میں بھی اس کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی۔ شاید اسی بے فکری کی رو میں بہہ کر وہ سب کچھ بھول بھال کر اپنے پرانے عشق کو چھینٹا دے کر تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا! <http://kitaabghar.com>

علمہ اس کی طرف سے رخ پھیر کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے علم نہ ہوا، زرباب کب اسے ڈھونڈتا وہاں تک آ گیا تھا۔

”علمہ۔“

”جی۔“ علمہ نے چونک کر دیکھا۔ پھر چند لمحے دیکھتی رہی۔ زرباب کے چہرے پر کیسی تازگی تھی!

”کافی دیر ہو گئی نا..... کھانا شروع کریں!“

علمہ

<http://kitaabghar.com>

”جیسے آپ کی مرضی!“ علمہ نے خود پر قابو پایا۔

”لیکن..... وہ.....“ وہ کچھ تذبذب کا شکار تھا، وہ رماش حسن صاحب نہیں آئے اب تک..... میں نے انہیں بطور خاص انوائٹ کیا تھا۔

چیف گیٹ کے طور پر.....“

”انہوں نے کہا تھا، وہ آئیں گے؟“ علمہ نے آہستگی سے پوچھا۔

”نہیں۔ کوئی خاص یقین دہانی تو نہیں کروائی تھی“ زرباب قدرے مایوسی سے بولا، ”بس یونہی سرسری سے انداز میں دعوت سن لی تھی!“

”پھر وہ نہیں آئیں گے!“ علمہ آہستگی سے بولی، ”اگر وہ ہاں بھرتے تو..... ضرور آتے!“

”بڑے لوگوں کی بڑی باتیں۔“ زرباب نے کانڈھے جھٹکے، ”خیر! میں کھانا شروع کر داتا ہوں“ <http://kitaabghar.com>

کھانا شروع ہوا۔ ایک اودھم سا مچ گیا۔ برتنوں کی آوازیں، ویٹرز کی بھاگ دوڑ، مہمانوں کی جلد بازیاں۔ علمہ کو نے میں بیٹھی سرسری سے انداز میں سب کچھ دیکھے جارہی تھی۔ آنے والے بھی لوگوں نے اسے اور زرباب کو مبارک بادیاں دی تھیں۔ گھر میں مٹھائی اور پھولوں کے ڈھیر لگ گئے تھے..... ایسا لگتا تھا جیسے یہ بہت بڑی خوشی کا موقع ہو..... لیکن نجانے کیا بات تھی..... علمہ کا دل بالکل بجھے ہوئے چراغ جیسا تھا۔ اس کے اندر خوشی کی کوئی رمت نہ تھی۔ سب کچھ کسی فلم یا کہانی جیسا اوپری اوپری لگتا تھا جس سے اپنی ذات کا کوئی تعلق اسے محسوس نہ ہوتا تھا! یہ سجا سجا، خوبصورت گھر اسے اپنا نہ لگا تھا۔ اس چھوٹے سے، پرانے گھر سے اپنا سامان سمیٹتے ہوئے وہ بار بار دیکھتی تھی۔ قدم قدم پر کیسی کیسی یادوں نے آگے بڑھ کر، ننھے بچوں کی طرح اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

چھت پر ایک گوشے میں بنا ہوا وہ کمرہ..... یہاں پر ہر آنے والا گرمی اور گھٹن کی شکایت کرتا تھا..... علمہ کو ایک جنت کی طرح آرام وہ اور ماں کی گود سا محفوظ محسوس ہوتا تھا جس میں قدم رکھتے ہی وہ اپنے سارے دکھ اور رنج فراموش کر دیا کرتی تھی۔ جس کی بجی ہوئی چھت ہر رات اسے مسکرا کر دیکھا کرتی تھی اور ہر صبح اسے جاگتاپا کر شرارت سے آنکھیں میچ لیا کرتی تھی۔ وہ چھت اس کی کتنی اچھی، کتنی پکی سیہلی تھی!

وہ سیڑھیاں جو اس نے اس عرصے میں کتنے ہی بار پار کی تھیں، اس کی قدم شناس اور ہمدرد تھیں۔ وہ چھوٹا سا بچن اس کے وجود کا کیسا عادی ہو گیا تھا۔ علمہ اس کے گوشے گوشے کا احوال جانتی تھی، اور کوئے کوئے کا خیال رکھتی تھی! وہ چھوٹا سا گھر چھوڑتے ہوئے اگر وہ بار بار دیکھتی تھی تو اس میں کیا عجب تھا؟

اسے یاد تھا۔ جب عارف اور رانیہ نے گھر کی قیمت لگوائی تھی تو زرباب مضطرب ہو کر تقریباً رو ہی پڑا تھا۔ اس نے علمہ سے کہا تھا کہ اس گھر کے چپے چپے سے اس کی یادیں وابستہ رہیں۔ اس کی مرحومہ ماں کی یادیں..... اس کے باپ کی یادیں..... اس کی اپنی جذباتی وابستگیاں..... لیکن گھر چھوڑتے وقت زرباب کے انداز میں کسی قسم کا کوئی ملال نہ تھا۔ بلکہ وہ ہر کسی کو تفاخر سے بتاتا تھا کہ جس گھر میں وہ جا رہے ہیں اس کے مقابلے میں وہ چھوٹا، پرانا گھر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کی ایسی ہر بات پر علمہ چونک کر اسے دیکھتی تھی اور پھر سر جھکا لیا کرتی تھی! اس کی نگاہوں نے پل بھر کے لیے اس ہجوم میں زرباب کو ڈھونڈا۔ پھر تھک کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

تم نے پوچھا ہی نہیں..... نہ آنے کا سبب!.....
میں کہاں کسی سے کچھ پوچھتی ہوں.....
ہوں! اس کا مطلب..... تم بناء پوچھے ہی سب سمجھتی ہو!
کچھ باتیں سمجھی نہ جائیں..... سمجھائی نہ جائیں تو اچھا رہتا ہے!
تم کتنی سمجھ دار ہو..... میں اتنا دیوانہ کیوں ہوں؟
دیوانہ تو بے چارہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے.....
مجھے نقصان کی پرواہ کیوں ہو؟ میں تو دیوانہ ہوں..... اچھا یہ کہو، تم تو خوش ہوتا؟
میں؟ کس لیے؟
جو کچھ بھی ہے.....
جو بھی کچھ ہے..... میں اس سے خوش نہیں ہو سکتی!
پھر بتاؤ، اور میرے اختیار میں کیا ہے؟
میں نے تم سے کوئی شکایت نہیں کی۔ شاید قسمت میں یہی درج ہے!
یوں ناخوش ہو کر مجھے اور دکھی نہ کرو..... میں تو صرف تمہاری مسکراہٹوں کی دعا کرتا ہوں!
میرنی مسکراہٹوں کی پروا کرتے ہو..... اور.....
اور.....
اور انتظار کی سولی پر میرا نام بھی لکھتے ہو.....
ارے..... تم انتظار سے خوفزدہ ہو؟ نہ ہو۔ یہ تو بہت پر لطف کام ہے..... میں جانتا ہوں کیونکہ تمہاری محبت سے یہی تو اخذ کیا ہے میں نے..... انتظار لا حاصل!
http://kitaabghar.com ☆ http://kitaabghar.com

زرباب کے جانے کے دن قریب آگئے علمہ اب پہلے سی بے چین نہ تھی۔ اس کے اندر ایک آگہی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ جب جوہنا ہو، ویسے ہی ہوتا ہے۔ بے چین یا پریشان ہونے سے کیا حاصل تھا۔ وہ خاموشی سے خود کو نئے گھر کا عادی بنانے میں مصروف ہوگئی تھی۔

زرباب کے جانے میں دو دن باقی تھے۔ علمہ اس کا سامان سیٹ کرنے میں مصروف تھی۔ بار بار اس کی آنکھیں دھندلا جاتی تھیں۔ پھر وہ خود پر قابو پا کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو جاتی۔ افنان اب کافی شرارتی ہو چکا تھا۔ نچلا بیٹھنا بھول گیا تھا۔ وہ ہر تھوڑی دیر بعد آکر چیزیں چھیڑنے لگتا۔ کبھی کچھ اٹھا کر بھاگ جاتا علمہ کو اس کے پیچھے لپکنا پڑتا۔

اس لمحے بھی وہ افنان کے ہاتھ سے زرباب کا پرفیوم لینے بھاگی تھی۔ سامنے سے آتے زرباب کو دیکھ کر ٹھہر گئی۔ زرباب کہیں باہر سے آیا تھا۔ اس کا موڈ خوشگوار تھا۔

<http://kitaabghar.com>

”کہاں گئے تھے آپ!“ علمہ نے یونہی پوچھا۔

”میں.....“ زرباب لمحہ بھر کر ٹھہرا، ”میں حوریہ کی طرف گیا تھا۔“

افنان کے ہاتھ سے اس کا پرفیوم لیتی علمہ کے ہاتھ لمحہ بھر کے لیے لرزے۔ اس نے مڑ کر زرباب کو دیکھا۔ وہ کھلی کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔

کتاب گھر

کتاب گھر

<http://kitaabghar.com>

<http://kitaabghar.com>

زرباب نے مڑ کر دیکھا اس کی آنکھوں میں بلا کی خوش گواریت تھی۔ علمہ کو احساس ہوا، پچھلے دن ہی دنوں میں زرباب بے تحاشا خوبصورت لگنے لگا تھا۔ ذرا سی فراغت اور بہت سی خوشی نے زرباب کا روپ ہی بدل ڈالا تھا۔ اس کی رنگت کھل گئی تھی۔ آنکھیں بے وجہ ہی دکتی رہتی تھیں۔ ہونٹ مسکراتے رہتے تھے۔

”علمہ..... کیا میں..... آج رات کا کھانا..... حوریہ کے ساتھ کھا سکتا ہوں..... دیکھو..... اگر تم مائنڈ نہ کرو تو.....“

”علمہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔ کچھ دیر کے لیے تو اس کے اندر پلکیں جھپکنے کی بھی سکت نہ رہی تھی۔ زرباب کو اس کے سفید پڑے ہوئے چہرے کو دیکھ کر احساس ہوا کہ اس کی بات نے علمہ کو دکھ پہنچایا ہے۔ وہ تیزی سے اس کے قریب چلا آیا۔“

”علمہ..... پلیز..... مجھے غلط مت سمجھنا۔ میں آج ان لوگوں سے یونہی ملنے چلا گیا تھا..... اس نے مجھے باہر ڈنر کی دعوت دے دی..... کہنے لگی، جانے سے پہلے ایک بار ساتھ مل بیٹھتے ہیں۔ پھر کون جانے..... زندگی میں پھر ملتے بھی ہیں..... یا نہیں.....“

علمہ سے اس کی بات کا کوئی مناسب جواب نہ بن پڑا۔ وہ اس کے سوٹ کیس کے پاس آ بیٹھی۔ سامان درست کرنے لگی۔ زرباب بھی قریب آ کر بیٹھ گیا اور اس کے چہرے کو تنگنے لگا۔ وہ علمہ کے جذبات کا اندازہ لگانا چاہ رہا تھا، لیکن علمہ کا چہرہ اب بالکل سپاٹ تھا۔

”آپ ضرور جائیں زرباب۔“ وہ کچھ دیر کے بعد بولی، ”جب آپ دعوت قبول کر چکے ہیں تو نہ جانا..... غیر اخلاقی سی بات ہے!“

ہر چند کہ حقیقت تو یہ تھی کہ یوں تنہا ایک لڑکی کے ساتھ ڈنر کرنے کے لیے جانا بھی ایسی ہی غیر اخلاقی بات تھی۔ لڑکی بھی وہ جس کے ساتھ

ماضی میں عشقیہ قسم کے جذبات بھی وابستہ رہے تھے، لیکن ہر انسانی ذہن کی طرح زرباب کے ذہن نے بھی اپنی ہی مرضی کے چند بہانے تراش لیے تھے۔ غیر حقیقی اور سطحی ہے۔

”علمہ۔ تم یقین کرو..... ہمارے درمیان..... ماضی کی کوئی بات ڈس کس نہیں ہوتی۔ ہمارے دلوں میں کوئی چور نہیں ہے۔“ وہ کچھ گھبرا کر بولا۔ شاید علمہ کی خاموشی سے اس کے اندر بحرمانہ احساس پیدا ہو رہا تھا۔

”میں نے کب ایسا کچھ کہا زرباب؟“ علمہ نے اسے دیکھ کر نرمی سے کہا۔

”لیکن تم..... ڈسٹرب لگ رہی ہو!“

”نہیں۔ ایسا تو نہیں ہے!“

”تم..... تم چاہو..... تو..... تم بھی میرے ساتھ چلو!“

”بغیر دعوت کے جانا تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔“ وہ مصروف سے انداز میں بولی

”آں..... ہاں..... تمہارا تو اس نے کہا نہیں..... شاید اسے خیال نہیں رہا.....“

علمہ نے اسی مصروف انداز میں ایک نگاہ تاویلیں گھڑتے زرباب پر ڈالی اور اپنے کام میں لگی رہی۔ زرباب نے پھر کچھ نہ کہا۔ وہ افغان کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گیا تھا۔



دیوانہ ابلیس

عشق کا قاف اور پکار جیسے خوبصورت ناول لکھنے والے مصنف سرفراز احمد راہی کے قلم سے حیرت انگیز اور پراسرار واقعات سے بھرپور، سفلی علم کی سیاہ کاریوں اور نورانی علم کی صوفشیائیوں سے مزین، ایک دلچسپ ناول۔ جو قارئین کو اپنی گرفت میں لے کر ایک ان دیکھی دنیا کی سیر کروائے گا۔ سرفراز احمد راہی نے ایک دلچسپ کہانی بیان کرتے ہوئے ہمیں ایک بھولی کہانی بھی یاد دلادی ہے کہ گمراہی اور اُن دیکھی قباحتوں میں گھرے انسان کے لئے واحد سہارا خدا کی ذات اور اس کی یاد ہے۔ کتاب گھر پر جلد آ رہا ہے۔

پوچھے ہے جیا

تم کون پیا

تم سورج ہو

تم چاند ہو

تم چاہت بھی

ارمان بھی ہو

تمہی دل کے مکیں

تمہی سر کی ردا

ہم تم سے رہیں

کسی طور خفا؟

پوچھے ہے جیا.....

تم کون پیا..... زرباب کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ علمہ اس کے انتظار میں اب تک جاگ رہی تھی۔ نیند تو یوں بھی کافی دن ہوئے آنکھوں سے جیسے رخصت ہی ہو گئی تھی۔

کھلی کھڑکی کے سامنے بیٹھی علمہ ہوا کے نرم جھونکوں کی سرگوشیاں سن رہی تھی۔
 ”ہوا کے یہ نرم رو جھونکے..... کتنے اچھے ہوتے ہیں نا..... یہ مجھ سے تمہارا احوال کہتے ہیں!“
 ”یہ تو وہ کچھ کہتے ہوں گے جو تم سننا چاہتے ہو..... ورنہ میں نے تو اپنے دل کی بات کبھی خود سے بھی نہیں کی..... بھلا ان سے کیا کہوں گی!“

”یہ بس اتنا ہی کہتے ہیں..... کہ تم سے مل کر آئے ہیں..... باقی سب کچھ تو میں خود ہی جان جاتا ہوں۔ اب کیا مجھے خبر نہیں ہے کہ مجھ سے بہت دور..... رات کے اس پہر..... ایک کھلے در پہ میں..... تم بیٹھی کسی کا انتظار کر رہی ہو.....“
 ”ہاں سچ ہے۔ شاید محبت اور انتظار لازم و ملزوم ہیں۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو!“

”دیکھ..... تھک نہ جانا..... کچھ انتظار طویل بھی ہو جاتے ہیں!“
 ”میں نے بھی محبت کی ہے۔ میں تنہا جانتی ہوں..... مجھے نہ سمجھاؤ..... اور اب تم واپس جاؤ انتظار کسی کا ہو، گفتگو کسی اور سے کی جائے۔ یہ مناسب نہیں!“

”تمہارے لیے یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں..... میرے لیے تو یہ دونوں ایک جیسی ہیں نا۔“
 ”چلو تم نہ سنو..... جو میں کہتا ہوں..... لیکن میں تو کہتا ہی رہتا ہوں۔“
 ”تمہاری مرضی۔ تم نے تو یوں بھی لا حاصل کو زندگی مانتا ہے!“

”گھاڑی کے ہارن پر علمہ چونکی تھی۔ زرباب آگیا تھا۔ علمہ اٹھ کر گیٹ کھولنے چل دی۔ اتنی رات گزرنے کے باوجود زرباب بٹاش تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی علمہ کو بانہوں کے گھیرنے میں لے لیا اور کوئی عشقیہ سا گیت گنگنا نے لگا۔ پھر اس نے چہرہ اٹھا کر علمہ کو دیکھا۔

”ناراض ہو مجھ سے؟“
 ”نہیں۔ میں کیوں ناراض ہوں گی؟“ علمہ اس کا کوٹ بیگلر میں لگانے لگی
 ”علمہ۔ میں بس آخری بار ملا تھا اس نے۔ آخری بار..... اس کی خواہش تھی..... میں نے اس کا دل تو زنا مناسب نہ سمجھا،“

”علمہ کو یوں ہی خیال آیا۔ زرباب کو اب تک ”اس“ کے دل کی کتنی پرواہ تھی!
 ”اچھا..... ٹھیک ہے۔ جو آپ نے مناسب سمجھا کیا، اب آپ سو جائیں۔ کل آپ نے آفس جا کر اپنا سارا کام سمجھنا ہے۔ پرسوں آپ کی

فلائیٹ ہے۔ آپ کے ذہن کو فریش ہونا چاہیے!“

”تم میرے ساتھ رہو..... یہی میری فریش نس ہے۔ فی الحال تو سونے کا کوئی پروگرام زیر غور نہیں ہے۔“ <http://kitaabghar.com>

”بہت خوش ہیں آپ!“ اتنے دنوں سے ذہن میں گردش کرتی سوچ نجانے کیسے علمہ کی زبان پر چلی آئی۔

”ہاں۔ خوش ہوں!“ وہ ہنس دیا۔ ”تمہارے جیسی بیوی پا کر کوئی گدھا ہی اداس ہو سکتا ہے۔ میں تو خدا کی اس عنایت پر جتنا خوش

ہوں اتنا کم ہے۔“

”لیکن اب تو آپ مجھ سے دور جا رہے ہیں..... پھر بھی.....“

”دور کہاں جا رہا ہوں..... ہر وقت، ہر لمحہ تم میرے ساتھ ہوتی ہو۔“ زرباب نے ایسا دالٹ نکالا اور اس میں لگی ہوئی علمہ کی تصویر اے دکھائی۔

”آپ شاید مذاق کر رہے ہوں..... لیکن میں نے تو بہت سنجیدگی سے ایک بات پوچھی ہے۔“

”ارے بیوی!“ زرباب نے گہری سانس بھری۔ ”اس دنیا میں اگر کچھ بن کر، کچھ کر کے دکھانا ہے تو ایسی چھوٹی موٹی جدائیاں تو سہنی ہی

پڑتی ہیں۔ چند سالوں کی بات ہے۔ یوں چٹکی بجاتے گزر جائیں گے..... پتہ بھی نہیں چلے گا، اور پھر ہر تین ماہ بعد پورے پندرہ دن کے لیے میں

یہاں ہوں گا۔ تمہارے پاس! اتنی سہولتیں پا کر بھی بندہ خوش نہ ہو تو یہ تو صریح ناشکری ہے..... خیر چھوڑو ان باتوں کو..... ان میں بھلا کیا رکھا ہے۔ اب

جتنے پل ہم ساتھ ساتھ رہیں کیوں نہ سب کچھ بھلا کر ایک دوسرے کو محسوس کریں۔ یہ لمبے پھر تین مہینے بعد ہی نصیب ہوں گے!“

علمہ کو احساس ہوا زرباب فی الوقت صرف اپنی من پسند باتوں پر ہی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ علمہ کیا سوچ رہی ہے۔ کیا کہنا، کیا سنا چاہتی

ہے۔ اسے سروکار نہ تھا۔

”زرباب!“ کچھ دیر بعد وہ ایک خیال کے تحت آہستگی سے بولی۔

”ہاں جان۔ کہو!“

”مجھے اکثر ایک خیال آتا ہے..... نجانے آپ ایسا سوچتے ہیں یا نہیں..... لیکن میں اکثر..... سوچتی ہوں..... اگر..... اگر ہمارے ایک

بٹی ہوتی۔“ <http://kitaabghar.com>

زرباب نے ایک دم، بے ساختگی سے سراٹھا کر اسے دیکھا تا۔ علمہ بھی اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے زرباب کی نگاہوں میں ایک ناقابل فہم سا تاثر نظر آیا۔

”کیوں۔ آپ کو کبھی خیال نہیں آیا، افان تو اب..... تیسرے برس میں ہے..... مجھے بیٹیاں بہت اچھی لگتی ہیں زرباب.....“

زرباب ایک جامد خاموشی سے علمہ کا چہرہ تک رہا تھا۔ علمہ نے آہستگی سے اس کا شانہ ہلایا۔ تب وہ چونکا۔ پھر وہ سیدھا لیٹ کر چھت

کو گھورنے لگا۔ <http://kitaabghar.com>

”آپ کچھ بول نہیں رہے۔ شاید..... شاید آپ بھی نوے فیصد مردوں والی سوچ رکھتے ہیں۔ آپ کو افان کے لیے بھائی چاہیے

ہوگا..... ہے نا؟“

”نہیں علمہ۔“ اب کے وہ مدہم آواز میں بولا ”ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ بیٹیاں تو اچھی ہوتی ہیں۔ جب ہم افغان کی دہن لائیں گے..... تو وہ ہماری بہنیں..... بیٹی جیسی ہوگی..... اتنا انتظار کر لو گی نا؟“

آخر میں وہ قدرے شرارت سے پوچھنے لگا تھا۔ علمہ نے خفگی سے اسے گھورا۔

”آپ کو شاید میں بہت بے وقوف لگتی ہوں۔“

”توبہ کرو۔“ ”وہ ہنس دیا،“ ”تم تو بہت چالاک ہو!“

”آپ میری ہر بات کا مذاق جو بنا ڈالتے ہیں!“ علمہ اس کی بے معنی گفتگو سے زچ ہو کر بولی۔ <http://kitaab>

زرباب ایک دم ہی سنجیدہ سا ہو گیا۔ کچھ دیر چمت کو دیکھتا رہا جیسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ کا چناؤ کر رہا ہو۔ پھر اس نے علمہ کو دیکھا۔

”علمہ..... دراصل بات یہ ہے کہ..... افغان..... افغان ہماری واحد اولاد ہے!“

علمہ کو ایک جھکالگا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”میں..... سمجھیں نہیں..... آپ کیوں کہہ رہے ہیں ایسا!“

”علمہ..... افغان کی پیدائش کے وقت..... کچھ..... ایسی پیچیدگیاں ہو گئی تھیں..... کہ اس وقت ہمیں..... یہ فیصلہ لینا پڑا..... ورنہ..... تمہاری جان کو خطرہ تھا!“

زرباب بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہمدردی سے علمہ کے شانے تھامے۔

”تم اب ماں نہیں بن سکتی علمہ!“

علمہ کا وجود تیز ہوا دوس کی زد میں آ گیا۔ اس کے اندر طوفان کا شور برپا ہوا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ دکھ اور تاسف کا طوفان تھا تو سناٹے گونجنے لگے۔ دائیں بائیں، آگے، پیچھے..... گہری مہیب کھائیاں۔ اور ان میں گونجنے سناٹے!

”علمہ..... علمہ.....“ زرباب کی آواز جیسے شیشے کی کسی دیوار کے پار سے سنائی دے رہی تھی۔ <http://kitaab>

”علمہ.....“ زرباب نے زور سے اسے ہلایا۔ تب وہ چونکی۔ پھر گہرے گہرے سانس بھرنے لگی اس کے دل و دماغ نے اس وقت بہت

گہرا دکھ جھیلا تھا۔ وہ اس وقت کچھ بولنے، کچھ سننے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ اسے خود کو سمیٹنے اور جوڑنے کے لیے تنہائی درکار تھی۔ علمہ اپنی جگہ سے

اٹھی۔ اس نے اپنا تکیہ اٹھایا اور دوسرے بیڈ روم میں چلی آئی۔ کارپٹ پر تکیہ رکھ کر وہ اس میں منہ چھپا کر لیٹ گئی۔ بہت سے آنسو بہت سی آہیں اور

سب کہاں کہاں سے بند توڑ کر نکلے تھے۔ علمہ کا پورا وجود ان میں ڈوب گیا تھا۔ وہ کب تک روئی اور کب سوئی اسے پتہ نہ چلا۔

اگلادین اپنے وقت پر طلوع ہو گیا تھا۔ زرباب اس کی نیند کا خیال کر کے اسے جگائے بیانی آفس چلا گیا تھا! <http://kitaab>



پھر اسی طرح اس سے اگلے روز کا سورج نکلا..... اور پھر اس سے اگلے روز کا سورج طلوع ہوتے ہی دیکھنے کے لیے علمہ تنہا تھی! زرباب اسے اور افنان کو چھوڑ کر اور علمہ کو ڈھیر سا اضطراب بخش کر ہواؤں کے سنگ دور دیں چلا گیا تھا۔
 سیمہ اور اراچندر روز کے لیے اس کے پاس چلی آئیں۔ انہیں علمہ کے یکا یک تنہا ہو جانے کا احساس تھا۔ عارف اور رانیہ نے تو جاتے ہوئے زرباب سے ملنے کی زحمت بھی نہ کی تھی۔ عارف نے رسما ایک فون کر کے اپنی نیک تمنائیں ضروری ساتھ کی تھیں اور زرباب کو تو خیر ایسی کسی رسمی بات کی بھی پروا نہ رہی تھی۔ چند ہی دنوں میں وہ بہت خوش اعتماد اور بے پروا ہو گیا تھا۔

سیمہ اور اراچہ کے آجانے سے واقعی گھر میں بے حد رونق ہو گئی تھی۔ افنان اور گڑیا مل کر خوب شور مچاتے، کھیلتے کودتے، لڑتے جھگڑتے۔ علمہ، سیمہ اور اراچہ دیکھ دیکھ کر خوب ہنستی اور انجوائے کرتیں۔ علمہ کو سیمہ کی بیٹی اب اور بھی اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ اسے گود میں اٹھا کر بھینچ بھینچ کر پیار کرتی تو اسے اپنے اندر ٹھنڈک سی اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اراچہ اکثر مذاق میں ان دونوں کو مشورہ دیتی تھی کہ وہ اب انگوٹھیوں کا تبادلہ کر ہی لیں۔ دونوں ہی اس کی بات پر ہنس دیا کرتی تھیں۔

”ایسا۔“ اراچہ ایک روز بیٹھے بیٹھے بولی تھی، ”فیملی پلاننگ والے بھی ”بچے دو ہی اچھے“ کا راگ الاپتے رہے ہیں۔ آپ تو ان سے بھی کچھ ہاتھ آگے نکل گئی ہیں۔“ ”بچہ ایک ہی اچھا“ کی پالیسی پر چل رہی ہیں ویسے ایک اطلاع دوں آپ کو؟ یہ چائنا نہیں پاکستان ہے!“
 خربوزہ کھاتے ہوئے وہ انجانے میں علمہ کے تازہ زخم کو چھیڑ گئی تھی، اسے احساس بھی نہ ہوا تھا۔ سیمہ قریب بیٹھی کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی میں اراچہ کی بات کی تائید تھی۔ دراصل سیمہ پھر سے پریکٹسٹ تھی اور اراچہ بھی اس سلسلے میں شکوک کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ اس لیے ان دونوں کو ہی اس موضوع کو چھیڑنے میں لطف محسوس ہو رہا تھا۔
 علمہ اس موضوع پر بالکل بات کرنا نہ چاہتی تھی۔ وہ سیمہ سے میگزین لے کر دیکھنے لگی۔

”ایسا۔ ایک بات کہوں آپ سے.....“ اراچہ پھر سے کچھ سوچ کر بولی۔ اب کی بار اس کے انداز میں قدرے تردید تھا۔
 ”ہاں..... کہو.....“ علمہ بے دھیانی سے بولی۔ اس کا ذہن اب تک اس کی پہلی بات میں ہی بری طرح الجھا ہوا تھا۔
 ”آپ مانیں گی؟“
 علمہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اراچہ اور اس کے درمیان لاکھ بے تکلفی کے باوجود بھی احترام کا ایک رشتہ تھا۔ علمہ سے کچھ خاص موضوع پر بات کرتے ہوئے وہ جھجک کرتی تھی۔

”ماننے والی بات ہوئی تو ضرور مانوں گی۔“ وہ بولی۔
 اراچہ چند لمحے خاموش رہی۔ پھر بولی۔
 ”آپ..... زامش بھائی نے کہیں کہ وہ شادی کر لیں! وہ کسی کی نہیں سنتے لیکن آپ کی ضرورت مانیں گے..... مجھے یقین ہے!“
 ”میں؟ میں کہوں؟“ علمہ جیسے کسی کنویں سے بولی۔

”ایسا۔ آپ ہی کہہ سکتی ہیں..... میں اور سیمہ تو کہہ کہہ کر تھک چکے..... بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ اس طرح تمہارے کرساری زندگی کسی کے نام پر گزاری دی جائے۔ عشق نہیں پاگل پن ہے.....“

ارما بہت جذباتی ہو کر کہہ رہی تھی۔ دراصل وقار صاحب کے گزر جانے کے بعد راماں حسن نے جس طرح ان کی فیملی کو ہر طرح سے سپورٹ کیا تھا، اس سے ارما خاص طور پر راماں سے قلبی لگاؤ محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ اسے ایک چھوٹی بہن کی محبت بھری نظر سے دیکھتی اور سوچتی تھی۔ اس کا دکھ اب اسے اپنا دکھ محسوس ہونے لگا تھا۔

”لیکن ارما۔ غیر مناسب لگتا ہے یہ.....“ علمہ نے چین ہو کر بولی۔

”اپنے دل سے پوچھیں اپنا۔ راماں بھائی نے جو کچھ بھی ہم لوگوں کے لیے کیا..... کیا اس کے بعد بھی یہ غیر مناسب ہے کہ ہم ان کی زندگی کی خوشیوں کے بارے میں سوچیں، کوشش کریں..... ان خوشیوں سے ان کا حصہ لینے پر اصرار کریں۔ زور دیں۔ یہ غیر مناسب کیسے ہے اپنا؟“

”لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ میری بات مانیں گے۔“ علمہ پسپائی سے بولی

”اس کا جواب میں کیسے دوں اپنا۔ آپ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں!“ ارما سر جھکا کر بولی علمہ بہت مضطرب سی ہو کر وہاں سے اٹھ گئی تھی، اور وہ جب بھی مضطرب ہوتی اسے تنہائی کی ضرورت پڑتی تھی۔

☆

گئے دنوں کی بات تھی۔ ہوا میں جنگلی گلابوں کی خوشبو تھی۔ شام ہوتے ہی رات کی رانی اپنا جادو جگانے لگتی تھی۔ موتیا اور چنبیلی کی مہک مدغم ہو کر محبت کے بھید کھولنے لگتی تھیں۔ پھول سر ہلاتے، گنگناتے، خود فراموشی کی کیفیت میں شعر کہتے معلوم ہوتے تھے۔ ایسی ہی ایک خوبصورت، بھینی بھینی خوشبو والی شام میں علمہ چھت پر بال سکھا کر دھیرے دھیرے سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے وہ چوتھی سیڑھی پر ٹھہری تھی۔ کوئی تھا جو وقار صاحب کی ہمراہی میں اندر آ رہا تھا۔

آنے والے نے چند لمحوں کے لیے نظر اٹھائی تھی۔ پھر علمہ کو جھینپ کر رخ موڑنا دیکھ کر وہ بھی ٹھنک کر اپنا رخ موڑ گیا تھا۔

”علمہ۔“ وقار صاحب نے اسے آواز دی۔

”جی ابوجی۔“ علمہ حوصلہ پا کر بقیہ زینہ طے کرنے لگی۔

”بیٹھک کھولو بیٹا..... اور چائے بناؤ..... راماں صاحب آئے ہیں.....“

”جی۔“ علمہ ان کے قریب سے گزر گئی

کٹھنک کا دروازہ دبا کر کے وہ مڑی تو اندر جاتے ہوئے راماں حسن کسی غیر مری طاقت کے زیر اثر..... اس کے قریب سے گزرتے گزرتے..... بجائے کیوں ٹھہرا.....

سنہری فریم کے گلاسز سے پیچھے..... دو کشادہ آنکھوں نے علمہ کے سفید، مومی چہرے کو اور سیاہ پلکوں والی آنکھوں کو دیکھا۔ پھر وہ آگے

بڑھ گیا تھا۔ ان کے اندر چلے جانے کے بعد علمہ نے آہستگی سے اپنے چہرے کو چھوا۔ ان نظروں میں نجائی نے کیا تھا۔ بارش کے پہلے پہلے گرتے ہوئے قطروں کا احساس۔ علمہ کو اپنا چہرہ بھیگا بھیگا محسوس ہوا۔ پھر چائے لے کر وہ اندر نہ گئی۔

☆☆☆

”اپیا!“ ارما کوئی کتاب پڑھتے پڑھتے اچانک ہی سر اٹھا کر بولی تھی۔
 ”علمہ! بہت دھیان سے سیمبا کے دوپٹے کے کناروں پر گردشیا بنا رہی تھی۔ ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ارما کی آنکھوں میں مدہم سی چمک تھی۔“
 ”اپیا۔ وہ جو آئے تھے..... ابو کے ساتھ..... کون تھے وہ؟“

”مظفر حسن صاحب کے بیٹے..... رامش حسن!“ وہ جواب دے کر پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔
 ”اوہ..... مظفر صاحب کے بیٹے! ارما کے ہونٹ حیرانی سے اب تک گول تھے۔“

”کیوں۔ کیا ہوا؟ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟“
 ”بس یونہی..... اچھے لگے تھے مجھے..... دیکھنے میں جتنے اچھے ہیں..... عادت کے اس سے بھی زیادہ!“
 ”تمہیں کیا پتا؟“ علمہ۔ مسکرائی، ”ذرا سی دیر میں کسی کی عادت کا کیا پتہ چلتا ہے بھلا؟“

”کیوں نہیں؟“ وہ جوش سے اٹھ کر بیٹھ گئی، ”مظفر صاحب کو بھی دیکھا ہے میں نے..... انھیں دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا ہے کہ بہت سخت مزاج انسان ہیں..... مغرو اور لیے دیئے رہنے والے..... کسی سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں ہوگا انہیں..... اور یہ رامش صاحب! کتنے سو براور نرم مزاج ہیں..... میں چائے لیکر اندر گئی تو مجھے اپنے پاس ہی بٹھالیا..... میرا نام پوچھا اسکول، جماعت، مشاغل..... سبھی پوچھتے رہے..... مسکرا کر باتیں کرتے رہے..... مجھے ان کی گاڑی کی چابی کارنگ پسند آگیا تو اسی وقت چابی نکال کر..... وہ کی رنگ مجھے دے گئے! پھر کیوں نہیں پتہ چلے گا ان کی عادت کا؟“

علمہ حیرانی سے ایک ناک ارما کو دیکھ رہی تھی۔

”کیا؟“ پھر وہ بولی، ”تم نے ان کا کی رنگ لے لیا..... تمہیں اچھا لگا اس طرح کسی اجنبی سے کچھ مانگتے ہوئے؟“

”میں نے کب مانگا اپیا۔ میں نے بس اتنا کہا کہ یہ بہت یونیک سا ہے..... پیارا لگ رہا ہے انہوں نے اسی وقت مجھے تھما دیا..... بولے تم رکھ لو..... ابوتی بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے..... میں نے ٹہرتا انکار کیا لیکن وہ مانے ہی نہیں..... بس دے گئے مجھے.....“
 ”ارمانے تیکے کے نیچے سے نکال کر کی رنگ اسے دکھایا۔ علمہ نے ہاتھ بڑھا کر وہ کی رنگ لے لیا۔ ہاتھی دانٹ سے بنا وہ یقیناً ایک نایاب سی چیز تھا۔ اس پر کسی یونانی دیوی کی شبیہ بنی ہوئی تھی۔ ذرا سا ہلانے پر وہ شبیہ بار بار نمایاں ہوتی پھر نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔“

”اچھا ہے نا آپ؟“ ارمانے اسے دل جیسی اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ بہت اچھا ہے۔ اب رکھو سنبھال کر۔“ علمہ نے اسے واپس ارمان کی جانب بڑھایا۔ <http://k.taa>

”آپ رکھ لیں۔ میں نے کیا کرنا ہے اس کا؟“

”میں کیوں رکھوں؟“ وہ معترض ہوئی۔

”کیونکہ میرے پاس تو کوئی چابی ہے ہی نہیں..... آپ الماری کی چابیاں اس میں لگالیں۔“

وہ سیدھی ہو کر لیٹتے ہوئے بولی۔ شاید اسے نیند آرہی تھی۔

چند لمحوں میں وہ بے خبر سو رہی تھی۔ علمہ نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس ہاتھی دانت کی رنگ پر ایک نظر ڈالی۔ وہ یقیناً کسی بازوق شخص کی پسند تھا۔ پھر اسے وہ نظریں یاد آئیں۔ خوبصورت، چمکتی ہوئی، خاموشی میں بھی کچھ کہتی ہوئی آنکھیں..... جیسے بارش کی بوندوں کی لہر کن من، کن من۔

سیما کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو گہری سوچ میں غمِ علمہ چوکی تھی۔ ایک گہرا سانس بھر کر وہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

☆

کدو! کھنڈرِ گلستاں میں گھرے رہنے کے دن..... من چاہے سینوں میں کھوئے رہنے کے دن..... مسکرانے کے دن، نگہنانے کے دن.....

کچھ ایسے ہی دن تھے وہ جب کچھ نہ ہونے پر بھی خوش تھی۔ بے فکری تھی۔ ایک ان چاہا سا انتظار تھا۔ یہ سب کچھ ہونے پر بھی وہ ایک محتاط، سنجیدہ مزاج سی لڑکی تھی۔ جس کے جذبے دل کی تہوں میں منہ بند سپیوں کی مانند پوشیدہ تھے۔ سیاہ پلکوں سے اس کی آنکھوں کا رستہ اکثر ڈھکا ہوا ملتا تھا۔ جس کے لبوں کے نرم کناروں میں کئی باتیں کئی مسکراہٹیں ان کہی سی، گمشدہ سی رہتی تھیں۔

ایسی لڑکی جسے چونکا نا مشکل تھا۔ ایسی لڑکی جسے کچھ کہنا، کچھ بتانا مشکل تر تھا۔ ایسی لڑکی جس سے کسی شبت ردِ عمل کی توقع نا ممکن تھی۔ مگر وہ ایسی لڑکی تھی جسے چاہنا آسان تھا۔ جسکی محبت میں مبتلا ہو جانا آسان تر تھا۔ جس کی چاہتوں کا حصول۔ اولین خواہش بن جانا عین ممکن تھا۔

کچھ ہی دنوں میں ایسا واضح ہونے لگا جیسے رامش حسن کی خواہشات میں علمہ نام کا خواب ایک گھنے بادل کی طرح گھنگھور گھٹائیں بدلنے کو تیار کھڑا ہے۔

وہ اکثر ان کے گھر آیا کرتا تھا۔ کبھی کوئی کام ہونے پر اور کسی کوئی کام نہ ہونے پر بھی۔

و قار صاحب دے پہلے بھی وہ بہت عزت اور احترام سے پیش آتا تھا اور کبھی نہیں یہ احساس نہ ہونے دیا تھا کہ وہ کمپنی کے اوزر کا بیٹا ہے

لیکن اب اس عزت اور اس احترام سے ایک نئے تعلق نے جنم لیا تھا۔ وقار صاحب اس کو بالکل اپنے بیٹے کی طرح عزیز رکھنے لگے تھے اور وہ بھی ایک بیٹے کی طرح ہی ان کی محبت اور چاہت پر پورا اترنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اب وہ تقریباً ہر شام ان کے گھر آ جاتا تھا۔ سیما اور اماں اس سے بہت

مانوس ہو گئی تھیں! وہ ننھی چڑیاؤں کی طرح اس کے آس پاس چہچہاتی پھرتیں اسے رامش بھائی، رامش بھائی پکارتیں۔ پر نجانے کیوں۔ علمہ ایسا کوئی بے تکلف شوخ تعلق استوار نہ کر پائی۔ وہ اس سے جھجکتی تھی۔ اس سے سامنا ہو جانے پر صرف سلام دیا کر کے ادھر ادھر ہو جایا کرتی۔ وہ اگر وقار صاحب کے پاس موجود ہوتا تو علمہ لاکھ کام ہونے پر بھی اس کمرے میں نہ جاتی۔ سیما اور ارمی کی مدد لے لیا کرتی تھی۔ پورے گھر کی وہ واحد ہستی تھی جس سے رامش کا واسطہ برائے نام ہی پڑتا تھا، اور وہ واحد ہستی تھی جسے دیکھنے کے لئے اس کی نظریں کبھی بکھار، چپکے چپکے ادھر ادھر بھٹکا کرتی تھیں۔ وہ اسے دیکھنے کا خواہش مند رہتا۔ وہ اس کی آہٹوں پر چونکا کرتا۔ وہ اس سے چند لفظ ہی سہی، سننے کا متمنی رہا کرتا تھا، لیکن علمہ منہ بند پیپی تھی۔ اس کے جذبے انمول موتی تھے۔ اس کی نظروں کے ثمر پلکوں کی باڑھ میں چھپے اپنا آپ محفوظ رکھنے کے قائل تھے۔ رامش کی پہلی نگاہ ہی نے وارنگلی کے جس جذبے کا اظہار کیا تھا۔ اسے سمجھنے کے بعد علمہ اسے بھلا پانے کی متحمل نہ تھی، اور دوبارہ اس نظر کا سامنا کرنا اسے اختیار سے باہر لگتا تھا۔ اس لیے اس کے آنے پر وہ اپنے کمرے میں قید ہو جاتی تھی۔ سیما اور ارمی اسے باہر آنے کے لیے کہتیں۔ مگر وہ اپنے کسی کام میں منہمک رہتی۔ وقار صاحب کئی بار اشاروں کنایوں میں رامش کی سنجیدگی طبع اور شرافت کا ذکر کرتے۔ اسے باور کرانے کی کوشش کرتے کہ رامش ایسا لڑکا نہیں ہے جس سے اس قدر گریز کیا جائے۔ وہ سب اس کے اس گریز کو اس کی شرمیلی طبع اور فطری جھجک پر محمول کیا کرتے تھے۔ وہ شروع سے ہی کم آمیز اور کم سخن تھی۔ اسے خود سے جو گفتگو رہنا اچھا لگتا تھا۔ وہ گھنٹوں خود سے باتیں کر کے بھی نہیں اکتاتی تھی۔ بلکہ بسا اوقات اسے اپنی ہی کئی ہر بات کا جواب بھی اپنے آپ سے ہی مل جایا کرتا تھا۔ وہ اکثر اپنی مرحومہ ماں کو مخاطب کر لیا کرتی تھی، اور پھر جواب ملنے لگتا تھا۔

وہ بیٹھے بیٹھے سوچوں میں گم کتنی کتنی باتیں کہہ سن لیا کرتی۔

کبھی آسمان پر گزرتے کسی بادل کو پکار بیٹھتی..... کبھی ہارسنگھار کی ڈال پر بیٹھی کسی بلبل کو..... ہر کسی نے ہمیشہ ہی اس کی بات کا جواب دیا تھا! پھر اگر گھنٹوں وہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی بھی رہتی تھی..... تو اس سے کم از کم خود اس پر کوئی منفی اثر نہ پڑتا تھا۔ وہ نہ اکتاتی، نہ خفا ہوتی، نہ کسی سے شکایت کیا کرتی تھی۔ البتہ دوسروں کو ضرور اس سے شکایت ہو جایا کرتی تھی۔

”توبہ ہے آپ!“ سیما اکثر چڑ جاتی تھی۔ ”اب ایسا بھی کیا پردہ..... اور ایسا بھی کیا گریز.....“

”آپ نے رامش بھائی کو ہوا ہی بنا لیا ہے! اتنا بڑا بھوت لگتے ہیں وہ آپ کو؟“

انہیں دیکھتے ہی آپ کونوں کھدروں میں چھپنے لگتی ہیں۔“

”مجھے لگتا ہے اپنا شرماتی ہیں ان سے۔“ ارمی اپنی رائے دیتی تو سیما اسے گھورنے لگتی۔

”کیوں بھلا اپنا کیوں شرمائیں گی ان سے؟ تم بھی ارمی بالکل بے وقوف ہی ہو..... بدھو!“

”بغیر سوچے سمجھے اگلے سیدھی باتیں کرتی ہو!“

”وہ ارنا کو خوب جھاڑتی۔ علمہ ان کی آپس کی گفتگو سے بے نیاز ہی رہتی۔ ان کے اندازوں اور اگلے سیدھے خیالوں سے سروکار نہ تھا۔ وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا میں گم رہتی۔ اندازوں، خیالوں، شک، وہمات، شبہات، یقین، بے یقینی اور وسوسوں سے دور کسی اس کے اندر کی دنیا میں

بہت سکون تھا۔ امن تھا۔ سرخوشی تھی۔ اس دنیا سے باہر کیا ہوتا ہے۔ علمہ کو سروکار نہ تھا۔ سیمہ اور ارما دوسری سازئی لڑکیوں کی طرح ہی تھیں۔ شوخ، چنچل، مسکراتی، کھل کھلاتی، لڑتی جھگڑتی، شور مچاتی لڑکیاں۔ اس کا زیادہ تر وقت باتوں اور لڑنے جھگڑنے میں ہی گزر جاتا تھا۔
علمہ سکون اور خاموشی سے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتی..... ان کے بھی کئی کام نمٹا دیتی تھی۔ علمہ کے لیے وہ گھر ایک جنت تھا..... اور اس گھر کے لیے علمہ ایک نعمت تھی۔



پڑوس کے گھر سے علمہ کے لیے پیام آیا تھا! لڑکا باسٹرز کے بعد ایک بھلی نوکری پر فائز ہوا تو لڑکے کی ماں کے ذہن میں پہلا نام علمہ کا ہی آیا تھا۔ علمہ جیسی کم گو، متین، سادہ مزاج اور شاکر لڑکی تو یوں بھی پہلی ہی نظر میں اپنا گرویدہ بنا لینے کی اہل تھی۔ وہ لوگ تو برسوں سے ساتھ ساتھ رہتے ہوئے اس کی ایک ایک خوبی سے واقف تھے۔

وقار صاحب خوش بھی تھے اور متذبذب بھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ کسی نے ان کی بیٹی کے لیے اپنا دست سوال دراز کیا تھا، لیکن وقار صاحب کو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ان کی بیوی کو ساتھ چھوڑے برسوں بیت چکے تھے، اور ایسا کوئی نہ تھا جس سے وہ اس اہم صورتحال میں کوئی صلاح مشورہ کر سکیں..... اب تک وہ اپنا ہر مسئلہ اور ہر معاملہ خود علمہ سے ہی ڈس کس کرتے آئے تھے اور یہ ایسا معاملہ تھا جس پر علمہ محض ”آپ کی مرضی“ کہہ کر، جھینپ کر ان کے پاس سے اٹھ گئی تھی۔

بہت غور کرنے کے بعد انہوں نے راجش سے یہ بات کی تھی۔

”میں چاہتا ہوں راجش میاں..... کہ لڑکے کے بارے میں ذرا میری تسلی ہو جائے.....“

کس کمپنی میں ہے، کس پوسٹ پر ہے، کیا کماتا ہے..... یہ ساری معلومات کوئی ذہین آدمی کرے تو بہتر ہے۔ میں تو سیدھا سادا انسان ہو جو سنتا ہوں اسی پر یقین کر لیتا ہوں، اور جہاں تک گھریلو معاملات کی جانکاری کی بات ہے اس کے لیے میں علمہ کی خالہ کو بلواؤں گا..... ایسے معاملات کی چھان بین یا تو ماں کر سکتی ہے یا پھر خالہ یا پھوپھی۔

کیا خیال ہے آپ کا؟“

انہوں نے راجش کو بالکل خاموش، سر جھکا گئے، کچھ سوچتا ہوا پا کر پوچھا تھا۔

”جی۔“ وہ آہستگی سے بس اتنا ہی بولا۔ ”دیکھتے ہیں!“

پھر نجانے کیا ہوا۔ اس روز وہ بیٹھا نہیں۔ یونہی خامشی سے بنا کچھ کہے، اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وقار صاحب لوٹ کر کمرے میں داخل ہوئے تو بہت حیران ہوئے۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ جاتے جاتے اس نے دعا سلام بھی نہ کی۔

”آج تو..... راجش میاں بہت ہی جلدی میں تھے شاید!“ وہ خود کو یہی تسلی دے سکے تھے۔



کچھ دن بہت سبک خرا می میں گزرے..... یوں کہ کوئی آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی۔ مگر ایک دن عجب ہلچل سی ہوئی۔ لاہور
ایک بڑی سی گاڑی میں سے ایک لمبی چوڑی خاتون اتر کر ان کے گھر میں داخل ہوئیں اور پھر گرم صم سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئیں۔ سیما اور
ارما سے محض چند گنتی کے جملے انہوں نے کہے جن سے اتنا ہی علم ہوسکا کہ وہ رامش حسن کی ماں اور مظفر حسن کی بیگم ہیں۔ ان کی نگاہیں بے یقینی سے
ایک بے بس سی کیفیت اپنے اندر چھپائے ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی رہیں۔

علمہ کو بار بار دیکھتے ہوئے وہ جیسے کسی ناقابل بیان اذیت کا شکار ہو رہی تھیں۔ پھر جس خاموشی سے وہ آئی تھیں، اسی خاموشی سے اٹھ کر
واپس چلی گئیں۔
”رامش بھائی کی امی؟“ سیما اور اربا کو یقین نہ آتا تھا، ”ایسی ہیں؟“
<http://kitaabghar.com>
”کیوں آئی تھیں جب انہیں کچھ بولنا ہی نہیں تھا؟“

وہ دونوں آپس میں حیران کن قسم کے سوال جواب کر رہی تھیں۔ علمہ بے حد خاموشی سے چائے کے برتن میز سے اٹھا رہی تھی۔ اسے ایسا
لگتا تھا جیسے ان تمام سوالوں کے جواب اسے آتے ہیں۔ ان سوالوں کے علاوہ بھی بہت سے ایسے سوال تھے جن کے جواب اسے ابھی سے معلوم
تھے۔ اس شام وقار صاحب آفس سے آئے تو وہ معمول سے زیادہ تھکے ہوئے لگتے تھے۔ ان کے کاندھے جھکے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ ان کے
چہرے پر اضمحلال تھا۔ ان کی آواز میں جھنجھلاہٹ سی پوشیدہ تھی۔ سیما نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آج رامش بھائی کی والدہ آئی تھیں، لیکن اس اطلاع
پر انہوں نے کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا تھا۔ وہ خاموش رہے لیکن اس خاموشی میں ایک تلخ سا اظہار پوشیدہ تھا۔
رات کے کسی پہر وقار صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی۔ پڑوسیوں کی مدد سے انہیں ہاسپٹل لے جانا پڑا۔ ابتدائی امداد سے ان کی طبیعت
سنجھل گئی تھی لیکن ایک اضمحلال جوان کے ہر انداز پر طاری تھا، دور نہ ہوسکا۔ وہ بہت نڈھال سے لگتے تھے۔

علمہ ان کے ساتھ تھی، لیکن وہ مجبور تھی۔ اس کے پاس اس کا علاج نہ تھا۔
”علمہ بیٹی۔“ وقار صاحب دفعۃً بولے ”تھے۔“
”جی۔ ابوجی!“ وہ ان کے کاندھے دبا رہی تھی۔
<http://kitaabghar.com>
”ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے..... اس کی بیٹی اپنی زندگی میں دنیا کا ہر سکھ پائے، ہر خوشی، ہر نعمت سے لطف اندوز ہو..... لیکن بچے! جانتی
ہو..... دنیا کا سب سے بڑا سکھ کیا ہے۔“

انہوں نے چند لمحے توقف کیا۔ علمہ کے ہاتھ خاموشی سے ان کے کاندھوں سے دور سیٹے رہے۔
”دنیا کا سب سے بڑا سکھ، سب سے بڑی نعمت انسان کی خودداری ہے۔ دولتیں کھا کر، اپنی عزت نفس کے ساتھ ایک چھوٹے سے
گھر میں رہنا..... ان لاکھوں نعمتوں نے کہیں بڑھ کر ہے جس کے بعد انسان کو یہ احساس ہو کہ یہ نعمتیں ایک بوجھ کی طرح اس کی خودداری پر
سوار ہیں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا بیٹی۔“

”جی بابا۔“ وہ آہستگی سے بولی۔

”تمہاری زندگی کا کوئی فیصلہ ایسا بھی ہے جس کا اختیار تم اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟“

”نہیں۔“ وہ اتنے ہی مدہم انداز میں بولی تھی۔

”جیتی رہو۔“ وہ آہستگی مگر اطمینان سے بولے۔ ایسے جیسے علمہ نے ان کا کوئی بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہو۔ پھر تکیہ سے سرٹکا کر انہوں نے آنکھیں موند لیں۔

☆

دنجانے کیوں ایسا ہونے لگا تھا۔ ہر دن اپنے دامن میں کوئی ایسا واقعہ لے آتا کہ اس کی بازگشت سے اگلے کئی دنوں میں ایک نامحسوس سی گونج چمکتی رہتی تھی۔

رامش حسن کی والدہ ایک بار پھر آئی تھی۔ اس مرتبہ وہ خالی ہاتھ نہ تھیں۔ ان کے ساتھ ان سب لوگوں کے لئے کئی تحفے تھے۔ خاص طور پر علمہ کے لیے وہ بہت کچھ لائی تھیں۔ تحائف قیمتی تھے، لیکن ان کا وہ گم صم سا انداز ہنوز قائم تھا۔ انہوں نے وقار صاحب کی عیادت کی اور پھر ایک دم ہی اپنے سب سے چھوٹے بیٹے رامش حسن کے لیے علمہ کا ہاتھ بھی یوں طلب کیا جیسے کوئی نیوز کا سٹراہم خبروں کے بعد اخیر میں یونہی سرسری سے انداز میں کوئی چھوٹی سی خبر بھی سنائی جائے۔ کمرے میں سبھی لوگ جمع تھے۔ علمہ، سپما، ارمیا.....

وقار صاحب اور بذات خود تمکنت بانو!

”میں یہ انگٹھی لے کر آئی ہوں.....“ انہوں نے قدرے بیزاری اور کوفت سے اپنے پرس میں ہاتھ مارے اور چند لمحوں بعد ایک ڈبیا برآمد کی۔ ”ادھر آؤ علمہ.....“

ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ان سب پر بہت بڑا احسان کر رہی ہوں۔

علمہ نے گھبرا کر اپنے باپ کی جانب دیکھا جو خود خیرت سے صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ لمحوں بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئے تھے۔

”لیکن بھابھی صاحبہ..... یہ کیسے ممکن ہے.....“ وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولے۔

علمہ ہنوز اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ باپ کی مرضی اور اجازت کے بغیر وہ قدم اٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

”اس میں ناممکن کیا ہے؟“ وہ کچھ نخوت سے ناک چڑھا کر بولیں، ”میرا بیٹا آپ لوگوں سے یہ رشتہ جوڑنا چاہتا ہے۔ میں خود چل کر آپ کے گھر آئی ہوں۔ اب بھی آپ کو کچھ ناممکن لگتا ہے؟“

”لیکن..... بیگم صاحبہ..... بات یہ ہے کہ میزری بیٹی..... یہ رشتہ پسند نہیں کرتی!“ وہ ایک ہی جست میں انہیں ”بھابی صاحبہ“ سے ”بیگم صاحبہ“ کہہ کر، اپنا اور ان کا فاصلہ بھی متعین کر گئے اور اپنی بیٹی کو ایک بلند مقام پر بھی بٹھا گئے۔

سیما اور راجن کے چہرے حیرانی اور خوشی سے چمکنے لگے تھے، مارے جوش اور ولولے کے جو ایک دوسری کو چٹکیاں کاٹ رہی تھیں۔ ایک دم بچھ کر رہ گئیں۔ دونوں نے تاسیف اور حیرت سے علمہ کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی! <http://kitaabghar.com> ”کیا؟“ تمکنت بانو کا منہ چند لمحوں کے لیے کھلا کا کھلا رہ گیا، ”کیا کہا آپ نے؟“

”جی..... میں نے عرض کیا..... میری بیٹی..... شاید یہ پسند نہ کرے کہ اس کے میسے اور سسرال میں زمین، آسمان جتنا فاصلہ ہو جائے۔ اسے اتنا بلند ہونا پڑے کہ اس کی جڑیں ٹوٹ کر مسخ ہو کر رہ جائیں۔ میری بیٹی..... اپنے برابر کے لوگوں میں جا کر..... شاید زیادہ خوش رہ پائے گی..... کیونکہ علمہ بیٹی!“

”جی ابوجی۔“ وہ آہستگی مگر استقامت سے بولی تھی۔
 ”یکنخت ہی تمکنت بانو کا چہرہ چمک اٹھا۔ ان کے ہونٹ نہ چاہتے ہوئے بھی کھلے کھلے لگے..... جیسے وقار صاحب نے یہ سب کچھ کہہ کر ان کا کوئی بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔“

انہوں نے یکدم انگوٹھی کی ڈبیا واپس اپنے پرس میں رکھ لی۔
 ”تو میں یہ سمجھوں کہ آپ لوگوں کی طرف سے انکار ہے۔“ وہ اطمینان سے بولیں۔
 ”میں معذرت خواہ ہوں..... آپ کو تکلیف ہوئی!“
 ”کوئی بات نہیں۔ یہ تو دنیا کا دستور ہے۔ لڑکی والوں کو انکار یا اقرار کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔“ وہ اٹھ کر کھڑی ہوئیں تو بالکل بدلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ ان کا وہ گم صم سا انداز کہیں پس پشت چلا گیا تھا۔

”ویسے ایک بات ضرور کہوں گی۔“ انہوں نے علمہ پر ایک خوشی سے بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا
 ”آپ کی بیٹی بہت عقل مند اور میچور ہے۔ زندگی کے فیصلوں کی بنیاد کیا ہونی چاہیے اسے ابھی سے علم ہے۔“
 ”پھر وہ منظم اور شادمان کسی واپس لوٹ گئیں۔“
 ”وقار صاحب بہت دل شکستہ نظر آ رہے تھے۔ جیسے انہیں علمہ کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جانے کا ملال ہو لیکن جب علمہ ان کے قریب بیٹھ کر ان کے شانے دبائے لگی تب اسے اندازہ ہوا کہ وقار صاحب کو کس کے ساتھ زیادتی ہونے کا ملال تھا!
 ”علمہ بیٹی۔“ علمہ کے لہجے میں اطمینان تھا۔

”میں نے تمہارا نام لے کر..... اپنے دل کی بات کہی تھی..... تمہیں برا تو نہیں لگا؟“
 ”میرے اور آپ کے فیصلے الگ الگ نہیں ہو سکتے..... آپ فکر نہ کریں..... آپ نے جو بھی کیا، ٹھیک کیا۔“
 ”ہاں۔ جو ہوا، ٹھیک ہوا..... لیکن..... راجن میاں! ان کا سامنا کرنا..... کس قدر مشکل ہو گیا ہے۔ اس فیصلے سے ان کے دل کو بہت ٹھیس پہنچے گی..... میں جانتا ہوں۔“

علمہ کے دل کے افق پر دو آنکھیں چمکنے لگی تھیں..... بہت کچھ کہنے اور سننے کی منتی آنکھیں۔ جن کی خاموشی میں بھی بارش کی بوندوں کا سا اظہار تھا۔ نرم، مدہم، مترنم سا اظہار۔.....
 ”میں رامش میاں کی بہت عزت کرتا ہوں..... بلکہ..... ایک باپ جیسی محبت کرنے لگا ہوں ان سے..... لیکن..... پھر بھی..... اس محبت میں خود غرضی شامل ہو گئی علمہ! میں تیری محبت پر ان کی محبت کو ترجیح نہ دے سکا..... میں جانتا ہوں..... رامش میاں خود بہت اچھے اور نیک سہی..... لیکن ان سے وابستہ دوسرے بہت سے لوگ تمہیں کبھی بھی خوش نہیں رہنے دیں گے.....“
 ”میں جانتی ہوں ابو جی..... آپ کے انکار سے..... ان کی والدہ کی آنکھوں میں خوشی کی جو چمک ابھری تھی..... اس چمک نے آپ کے فیصلے کو اور بھی قیمتی بنا دیا ہے میرے لیے۔ آپ کے اس فیصلے میں میری عزت، مان، مقام..... کبھی کچھ ہے!“
 وقار صاحب نے بہت سکون سے آنکھیں موند لیں۔



ڈوبتے ہوئے سورج کا ملال انگیز نظارہ وہ بہت محویت سے دیکھ رہی تھی۔ اس محویت سے، جس میں گم ہو کر وہ اپنے تخیل کی وادی میں کہیں سے کہیں پہنچ جایا کرتی تھی۔
 ”اپنا.....“ سیمانے اسے آواز دی۔ علمہ نے مڑ کر نہ دیکھا۔ وہ جب بھی اپنے تخیل کی وادی کی سیر کرنے کسی تنہا گوشے میں جا بیٹھتی، کوئی نہ کوئی اسے پکار لیا کرتا تھا۔ اس نے سیمانے کی پکار پر مڑ کر نہ دیکھا اسی لیے وہ سیمانے کے عقب میں کھڑے شخص کی آمد کے بارے میں نہ جان سکتی تھی۔
 پھر سیمانے پلٹ کر واپس نیچے چلی گئی تب بھی علمہ یونہی بے خبری کے عالم میں افق پر پھیلے گہرے سایوں کو تکتی رہی۔
 ”ڈوبتے ہوئے سورج کو اتنا غور سے نہیں دیکھتے۔“ کوئی مدہم سی آواز میں بولا تھا۔

”کیوں۔“ علمہ اپنی محویت میں گم ہو لی۔
 ”دل شکستگی بڑھ جاتی ہے۔ کچھ کھوجانے کا ملال ہونے لگتا ہے۔ رات کے سایوں سے خوف آنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی نظریں..... یوں کھوجاتی ہیں کہ پھر اپنے آپ میں واپس ہی نہیں لوٹتیں!“
 ”امید بھی تو ہوتی ہے۔ صبح نو پر..... اسی ڈوبتے ہوئے سورج کو ابھرتا ہوا دیکھنے کی.....“

”یہ امید کبھی انتظار میں بھی بدل جاتی ہے..... کچھ سورج ایسے ہوتے ہیں جو ایک بار ڈوب کر دوبارہ نہیں ابھرتے!“
 ”انتظار ہی سہی۔ انتظار..... امید ہی تو ہے۔“

”کچھ انتظار..... انتظار لا حاصل ہوا کرتا ہے علمہ!“

وہ عقب سے نکل کر اس کے دائیں رخ پر آ گیا تھا۔ علمہ چونکی۔ خود میں لوٹی۔

رامش حسن..... ڈوبتے ہوئے سورج کی جانب پشت کیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ علمہ کو ایک بار پھر اپنے رخسار بھیکے ہوئے محسوس ہوئے۔

”آپ!“ اس نے آسن پاس دیکھا۔
 ”جی۔ وقار صاحب سے چند لمحوں کی اجازت لے کر..... ایک بار..... کچھ پوچھنے آیا ہوں آپ سے۔“
 اس نے آہستگی سے گولڈن فریم کی عینک کو درست کرتے ہوئے کہا تھا۔
 ”کیا..... پوچھ سکتا ہوں؟“

”جی..... کہیے!“ علمہ نے نظریں جھکا لیں۔
 ”آپ..... کسی کو پسند کرتی ہیں؟“
 علمہ خاموش رہی۔ نجانے اس سوال کا جواب کیا تھا؟
 ”میرا مطلب ہے..... میرا پوئل آؤں آپ کو پسند نہیں..... تو کیا آپ کی پسند کچھ اور ہے؟“
 ”نہیں۔“

”پھر..... اس انکار کی وجہ کیا سمجھوں؟“
 ”میرا حق!“ وہ آہستگی سے بولی۔
 ”درست! آپ کو ضرور اس کا حق ہے..... لیکن وجہ نہ بتا کر آپ مجھے ہمیشہ کے لئے مضطرب کر دیں گی علمہ!“
 ”نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا..... وجہ بتا کر شاید میں آپ کو مضطرب کر دوں!“
 کوئی..... کسی کے ساتھ ایسے بھی کرتا ہے؟“ وہ مجھ سا گیا۔
 ”مجھ سے شکایت نہ کیجئے رامش! پلیز!“ اس کا لہجہ قدرے نرم ہوا۔

رامش نے پہلی بار اپنا نام اس کے لبوں سے سن کر یوں نظریں اٹھائیں جیسے دل کی دھڑکنوں کا شور پلکوں سے ٹکرایا ہو۔
 ”ٹھیک ہے۔ نہیں کرتا شکایت..... اور کچھ؟“
 ”ابو جی سے..... کبھی بدگمان نہ ہو جائیے گا..... وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں.....“
 ”آپ نہ کہتیں تب بھی ایسا ہی تھا.....“

”اور..... اگر آپ کو میری طرف سے کوئی تکلیف ملی ہو..... تو..... معذرت!“
 ”مجھے آپ کی طرف سے ہمیشہ راحت اور خوشی ملی ہے..... جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں..... اور..... ہمیشہ رہوں گا!“

علمہ کو اپنے آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ وہ اس کے قریب سے گزر کر نیچے کو چلی۔ لمحہ بھر کے لیے اس کا آنچل رامش کے چہرے سے ٹکرایا۔ اس کے کالر پر چند گھڑی ٹھہرا۔ رامش نے اپنے اختیار ہاتھ اوپر کیا تھا۔ اس کی ہتھیلی سے گزرتا ہوا۔ وہ سرمئی آنچل۔ علمہ کے ساتھ ساتھ.....
 اس سے دور ہوتا گیا تھا.....



وقار صاحب نے اپنے کچھ عزیز دوستوں کو علمہ کے رشتے کے لیے کہا تھا۔ شروع شروع میں آنے والے کچھ پروپوزل انہیں پسند نہ آ سکے۔ پھر انہیں احساس ہوا کہ شاید ہر رشتے کو وہ راجش حسن کے ترازو میں رکھ کر تو لے لگے تھے، اور ایسا ناممکنات میں سے تھا کہ ان کے اس تین کمروں کے چھوٹے سے گھر میں۔ کوئی رشتہ ان کی لاڈلی، چیتی بیٹی کے لیے ایسا بھی آتا جو راجش حسن کے پلڑے سے بھاری ہو سکتا!

یہ احساس ہوتے ہی انہوں نے آنے والے پہلے رشتے پر حامی بھری، اور یہ آنے والا رشتہ زرباب کا تھا! شرافت بیگم، ثوبیہ اور زرباب پہلی ہی ملاقات میں علمہ کو پسند کر گئے تھے، اور اب تک ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔ علمہ کو ہر آنے والا پہلی نظر میں پسند کر لیتا تھا۔ اس کے چہرے پر لکھی سادگی، پلکوں پر چھائی حیا اور ہونٹوں میں بند متانت ہر کسی کو اپنا گرویدہ کر لیتی تھی۔ خوبصورتی تو اوپر والے کی عنایت تھی۔ جس نے جی بھر کر نوازا تھا۔ پھر کیوں نہ وہ ہر کسی کا دل منوں لیتی!

<http://kitaabghar.com>

”جانتی ہو علمہ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل نے کیا کہا تھا؟“

زرباب اکثر اسے پہلی ملاقات کا احوال سناتے ہوئے کہا کرتا تھا۔

”کیا کہا تھا؟“ وہ شرمیلی مسکان کے ساتھ پوچھتی۔

”یہ کہ اس لڑکی کا نام ضرور شانتی ہونا چاہیے!“

”کیوں۔ میں کیا کسی مندر کی گھنٹیاں بجاری تھی!“ وہ ہنس پڑی۔

”نہیں جناب۔ تم میرے ”من اندر“ کی گھنٹیاں بجاری تھیں..... اور ان گھنٹیوں کی مدھر آواز سے..... میرے روم روم میں سکون اور

شانتی پھیل رہی تھی۔“

زرباب اکثر کہا کرتا تھا۔

زرباب کے ساتھ اس کا رشتہ طے ہوتے ہی شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں علمہ کی مرحومہ ماں اپنی زندگی میں ہی بہت کچھ علمہ کے نام کر گئی تھی۔ وقار صاحب نے اپنے طور پر، اپنی حیثیت اور مقام کے مطابق سب کچھ بہت اچھا کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ اپنے انتظامات سے مطمئن تھے، لیکن پھر راجش نے ان کے نہ نہ کرتے ہوئے بھی بہت کچھ اپنی طرف سے بھی کیا۔

آپ مجھے اپنا بیٹا صرف کہتے ہیں؟ ”سمجھتے نہیں“ ان کے گریز پر وہ کہتا اور یہ کہہ کر انہیں مجبور کر دیا کرتا تھا۔ اس نے علمہ کے لیے بہت

کچھ خریدا۔ ہر کام بہت سہولت سے، آہستگی اور خاموشی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وقار صاحب تہہ دل سے اس کے ممنون تھے۔ وہ اس سے شرمندہ

بھی تھے۔ اس کی زندگی کی ایک بہت بڑی خوشی ان کے ہاتھوں پامال ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی بڑھتی ہوئی اداسی میں ان کا بھی حصہ شامل تھا۔ اس

کی سنجیدگی اور خاموشی میں جو ملال پوشیدہ تھا اس کے لکھنے والوں میں ان کا نام بھی شامل تھا۔ مگر وہ کیا کرتے! وہ مجبور تھے۔ مجبور کر دیئے گئے

تھے۔ اپنی عزت اور نجات بچالے جانے کے سوا ان کے پاس چارہ نہ تھا۔

دلہن بن کر علمہ بہت خوبصورت لگی تھی۔ حسن اس پر ٹوٹ کر برسا تھا۔ نکھار کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی آخری حذو دل کو!!! اس چہرے پر ٹھہر کر

پہنچا ہے۔

وقار صاحب نے اسے دیکھا تو ان کے لبوں کے کنارے لرزے لگے۔ ان کی آنکھیں دھندلی پڑ گئیں۔ اس کے سر تک جانا ان کا ہاتھ کاپنے لگا۔
<http://kitaabghar.com>
 ”علمہ..... میری بچی..... میری زندگی۔“

انہوں نے علمہ کو سینے سے لگالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔

”اگر کچھ غلط ہوا ہو..... تو اپنے بوڑھے باپ کو معاف کر دینا.....“

”علمہ نے اپنا حنائی ہاتھ ان کے لبوں پر رکھ کر انہیں کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔ وقار صاحب نے اس کی ہتھیلی کو چوما جیسے اس کے بچپن میں چوما کرتے تھے۔
<http://kitaabghar.com>

”علمہ۔ آج تو..... پرانی ہو گئی..... ہم نے خدا کو حاضر ناظر جان کر..... کسی اور کو سوئپ دیا تجھے..... آج سے ہردن، ہر گھڑی، ہر پل وہی تیرے سب کچھ ہیں..... انہیں اپنا اور ہمیں پرایا سمجھنا.....“
 ”جی۔ ابوجی!“ اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

”تمہارے شوہر..... تمہارا مان، تمہاری چادر، تمہارا اعتبار، تمہارا سکھ، تمہارا سب کچھ ہیں..... زندگی میں کبھی بھی..... کہیں بھی..... انہیں تم سے یا تمہارے خلوص و ایثار سے کوئی شکایت نہ ہو بیٹی!“
 ”جی..... ابوجی.....“ اس کی آنکھ سے قطرہ بہہ کر اس کی ہتھیلی کی حنا میں کہیں کھو گیا۔
<http://kitaabghar.com>

”تمہاری ماں..... تمہارے بچپن میں..... تم تین بہنوں کی ذمہ داری میرے کمزور کندھوں پر ڈال گئی تھی..... میں نے تو اپنے طور پوری کوشش کی ہے..... کہ میں صرف ایک باپ کا ہی نہیں..... ایک ماں کا فرض بھی نباہوں..... پھر بھی علمہ..... جو تربیت ایک ماں اپنی بیٹی کو دیتی ہے۔ شاید میں نے اس میں کہیں کوئی کوتاہی کی ہو..... ایسا ہو تو مجھے معاف کر دیا..... اور..... میری ادھوری سی تربیت کی لاج رکھ لینا..... کل کوئی یہ نہ کہے کہ وقار کی بیٹی..... سسرال میں اپنا وقار نہ رکھ پائی۔ جتنی محبت، جتنی شفقت، جتنا خلوص اور ایثار وہ تم سے چاہیں، مانگیں..... بغیر بدلے کی چاہ کے انہیں دینا میری بچی!“
<http://kitaabghar.com>

”جی۔ ابوجی!“ اس نے اپنا سر ان کے سینے سے لگا دیا۔

”اپنے شوہر کے لیے..... محبت کا دریا بنی رہنا..... اور محبت کے دریا کو بارشوں کی ضرورت نہیں ہوتی..... یہ دل کی زمین سے نکلتا ہے.....“
 علمہ نے بھیگی ہوئی نظریں اٹھا کر ان کے چہرے کو دیکھا۔

”تمہاری ماں نے اپنی ساری عمر..... انی طرح میرے نام کر دی تھی علمہ..... اور میں تم سے بھی یہی امید رکھتا ہوں۔“

”جی ابوجی!“ اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔
<http://kitaabghar.com>

وقار صاحب نے اسے لپٹا لیا تھا۔ دونوں باپ بیٹی..... جدا ہونے سے پہلے کے کرب کو اپنے اپنے دلوں پر آدھا آدھا بانٹ رہے تھے۔

اپنے اپنے طور پر ایک دوسرے کو خاموش تسلی دے رہے تھے۔
تجی بھی کوئی کمرے میں آیا تھا۔ وقار صاحب آنے والے کو دیکھ کر چونکے، پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ آنے والے نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد علمہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر پیار دیا تھا۔

”جیتی رہو۔ سدا آباد رہو۔ سکھی رہو۔“ ان کی گھمیر آواز کمرے کی خاموش فضا میں گونج رہی تھی۔

چند لمحے کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔

”وقار“ پھر وہ بولے تھے۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”ہم..... تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں..... ہمیں زیر بار کر لیا ہے..... مقروض ہیں ہم تمہاری خدمت اور عنایت کے.....“

”ایسا کچھ نہیں ہے سر..... بس بیٹی کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں..... یہ سدا سکھی رہے، اور ہمیں کچھ نہیں چاہیے!“

”پھر بھی وقار۔ تم نے ہمارے خاندان کو ایک بڑے جھٹکے سے بہت خاموشی سے بچایا ہے۔ رامش کی بچکانہ سی حرکت کو اپنے طور پر ہینڈل

نہ کرتے تو ہمارا پورا خاندان اپنی جگہ بل کر رہ جاتا۔ جانتے ہوتا..... کیسے کیسے ایٹو بن سکتے تھے.....“
وقار صاحب بے چینی سے پہلو بدلتے لگے..... علمہ ان کی بے چینی کا مطلب سمجھتی تھی۔ وہ علمہ کے سامنے یہ سب کچھ کہنا سننا نہیں چاہتے تھے۔ علمہ اس راز سے واقف ہو رہی تھی جو وقار صاحب نے اس سے بھی پوشیدہ رکھا تھا۔

”رامش کی ماں نے اس کے چاروں بڑے بھائیوں کی شادیاں اپنی مرضی سے..... بہت اونچے اور اپنی فکر کے خاندانوں میں کی ہیں۔ ایسے میں۔ تمہارے ساتھ یہ رشتہ جوڑنے سے ہمیں ایسی مشکلات درپیش آجائیں جن کا شاید تم اندازہ نہ کر سکو.....“

”میں کر سکتا ہوں سر.....“ وقار صاحب دبی آواز میں بولے، ”صرف آپ کو ہی نہیں میری بیٹی کو بھی ان مشکلوں کو فیس کرنا پڑتا..... میں سمجھتا ہوں..... محبت انسان کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن عزت..... محبت نے بھی زیادہ اہم شے ہے۔ میری بیٹی کو کبھی بھی وہ عزت نہ مل پاتی۔ جس کی یہ فخر دار ہے!“

”ہوں۔“ مظفر حسن نے ہنکارا بھرا۔ ”ہمیں اپنے بیٹے کی دل شکستگی کا دکھ ہے، لیکن یہ دکھ ایسے زخم کی طرح ہے جو بہت جلد بھر جاتا ہے..... وہ جوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ تعلیم یافتہ ہے۔ بہت جلد خود کو سنبھال لے گا“

”ایسا ہی ہوگا انشاء اللہ۔“ وقار صاحب بولے تھے!

”تم سے ہم صرف اتنا کہنے آئے ہیں..... کہ ہماری گزارش پر جو تم نے کیا..... وہ ہمیشہ ہمارے اور تمہارے بیچ ایک امانت..... ایک راز کی طرح رہے..... تو بہتر ہے!“

”سر..... کیا آپ کو یہ کہنے کی ضرورت ہے؟“

”ہاں ضرورت تو نہیں..... ہم سمجھتے ہیں..... پھر بھی..... گزارش کر رہے ہیں۔“

”مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔“ وقار صاحب نے انکے سامنے ہاتھ باندھ دیئے تھے۔

مظفر صاحب نے ایک نظر علمہ کے حسین، باحیا چہرے پر ڈالی، چند لمحوں کے لیے ٹٹکے۔ پھر سنبھلتے ہوئے باہر نکل گئے۔

☆

وہ آنکھوں پر بازو رکھے، آنکھیں موندے ہوئے لیٹی تھی۔

”آپی۔“ سیما کمرے میں آئی۔ اس کے انداز میں ہلکی سی شوخی تھی۔

علمہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی تھی۔ زور سے چونک کر گھبرا کر، سیما کو دیکھنے لگی

اس کے ہاتھ میں کارڈ لیس فون تھا۔

”زرباب بھائی کا فون ہے۔“

علمہ کے رگوں میں خون کی روانی تیز ہو گئی۔ اس نے تیزی سے اٹھ کر فون سیما سے لیا تھا۔

”ہیلو..... زرباب!“

”جان زرباب! کیسی ہو؟“ زرباب کی خوشی اسے چمکتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

☆☆☆ <http://kitaabghar.com>

زرباب کی آواز بارش کی خوشبو سے بھرے ہوئے، مہکتے بادلوں کی طرح علمہ کے کانوں سے ٹکرائی تھی اسکی آنکھوں میں ننھی ننھی بوندیں

چمکنے لگیں.....

”آپ سے دور ہو کر کیسی ہو سکتی ہوں زرباب..... آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت تو نہیں ہونی چاہئے.....“ وہ صرف سوچ کر رہ گئی..... پھر

اس سے پوچھنے لگی..... ”آپ کیسے ہیں؟“

”ایک دم فرسٹ کلاس.....“ وہ زور سے ہنسا، ”زندگی اپنی ساری خوبصورتیوں کے ساتھ میرے سامنے آکھڑی ہوئی ہے علمہ..... اے لمحہ جینا اتنا خوشگوار ہے کہ مجھے لگ رہا ہے میں کسی خواب میں زندہ ہوں..... علمہ! یہ سب تمہاری وجہ سے ہے..... تمہارے ساتھ کافی ہے..... تمہاری دعاؤں کا..... تمہاری محبتوں کا کرشمہ ہے..... آئی لو یو علمہ..... آئی لو یو!!“

علمہ فون کان سے لگائے گم صم سی ہوئی..... وہ تو زرباب کے لبوں سے وہ سب کچھ سننا چاہتی تھی جو اس کے اپنے دل پر بیت رہا تھا..... اس

جدائی سے دل پر بننے والی حالت کو شیر کرنا چاہتی تھی..... اس کی دلی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ ”آئی لو یو“ سے زیادہ ”آئی مس یو“ سننا اسے زیادہ اچھا لگتا.....

”اچھا یہ بتاؤ وہاں کیا حالات ہیں؟ افنان کیسا ہے؟ اور تم اکیلی پریشان تو نہیں ہو؟“

”نہیں..... پریشانی کیسی..... اللہ کا شکر ہے..... سب کچھ میسر ہے اور فی الحال تو اکیلی بھی نہیں ہوں سیما اور ارمیا یہاں میرے پاس آئی ہوئی ہیں

..... ہاں، افنان آپ کو بہت یاد کرتا ہے!“

”صرف افنان؟“ وہ شوخ ہوا، ”کچھ اپنا احوال بھی کہو بیگم؟ تم اداس نہیں ہوئیں؟“

علمہ نے گہری سانس بھری..... کیا کہتی وہ! زرباب کی اس چھلکتی ہوئی بے تحاشا خوشی کے جواب میں اپنی اداسیوں کے قصے کیا سناتی.....

”خیر..... اداس مت ہونا علمہ.....“ زرباب نے خود ہی اپنی بات کا جواب دے ڈالا تھا..... ”میں تو یہاں بالکل سیٹ ہوں..... خوش ہوں..... اب تک کی زندگی تو لگتا ہے جیسے کسی کنویں میں مینڈک بن کر گزاری تھی..... آزاد فضا میں کیا ہوتی ہیں..... یہاں آ کر پتہ چلا ہے..... اسٹینڈرڈ کیا ہوتا ہے..... ورتھ کسے کہتے ہیں..... مجھے اب علم ہوا ہے..... میری فکر نہ کرنا جانم..... میں بہت بہت خوش ہوں..... بس تم اپنا خیال رکھنا..... جیسی چھوڑ کر گیا تھا..... ویسی ہی ملنا مجھے..... سن رہی ہوں.....“

”جی!“

”افنان کو میرا بہت پیار دینا علمہ..... میں اسے بہت مس کر رہا ہوں..... اوکے بائے!“ لائن ڈس کنکٹ ہوئی تھی..... علمہ نے بے جان سے ہاتھوں سے کارڈ لیس ایک طرف رکھ دیا۔



ٹائیں ٹائیں فاش

<http://www.kitaabghar.com>

کتاب گھر پر پیش کیا جانے والا، گل نو خیز اختر کا مقبول ترین ناول، جسے پاک وہند کے قارئین نے سند قبولیت بخشی۔ اردو کا پہلا مکمل مزاحیہ ناول، ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو ایک بار شروع کر کے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ٹائیں ٹائیں فاش کہانی ہے ایک غریب گھر کے سادہ لوح نوجوان کی جسے حالات ایک ارب پتی لڑکی کا کرانے کا شوہر بنا دیتے ہیں۔ اس کاغذی شادی سے پہلے اور بعد میں کمال عرف کمال کی سادہ لوحی اور حماقتیں کیا گل کھلاتی ہیں، جاننے کیلئے پڑھیے ٹائیں ٹائیں فاش۔ اسے ناول سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

<http://www.kitaabghar.com>

<http://www.kitaabghar.com>



پوچھے ہے جیا

تم کون پیا

جوں دور گئے

ہمیں بھول گئے

اور ہم نے تو بس

تمہیں یاد کیا!

ہم روئیں اگر

تم شاد رہو

تم ہنستے رہو

آباد رہو.....

اس دل نے سدا

کی ہے یہ دعا!

پوچھے ہے جیا..... تم کون پیا!

”ایسا..... آپ.....“ ارنا خوشی سے تے حال ہوتی، پرجوش انداز میں کمرے میں آئی تھی..... علمہ افغان کی شرٹ کے بٹن بند کر رہی تھی..... اس نے مسکرا کر ارنا کو دیکھا.....
<http://kitaabghar.com>
 ”کیا بات ہے؟۔ اس قدر خوشی؟ لگتا ہے دولہا بھائی آئے ہیں.....“

”جی نہیں.....“ اس نے ایک دم منہ بنایا، ”انہیں اتنی فرصت کہاں..... ہاں البتہ رامش بھائی آئے ہیں آپ سے ملنے!“
 ”مجھ سے ملنے.....“ علمہ کی پلکیں چند لمحوں کے لیے ساکت ہوئیں، ”مجھ سے ملنے کیوں؟“

”بہن بھول گئیں!“ ارنا نے خفگی سے اسے دیکھا، میں نے اور سیمانے آپ سے دست بستہ ہو کر کیا درخواست کی تھی؟“

”کیا؟؟“ وہ غائب دماغی سے بولی
<http://kitaabghar.com>

”یہ کہ رامش بھائی کو کسی طرح شادی کے لیے آمادہ کریں..... وہ کسی کی نہیں سنتے..... آپ کی ضرر سنیں گے..... اسی لیے میں نے اور سیمانے نے انہیں بلایا ہے یہاں..... یہ کہہ کر کہ آپ ان سے ملنا چاہتی ہیں.....“

”اوہ ارنا..... یہ کیا کیا تم نے..... کم سے کم مجھ سے پوچھا تو ہوتا!“ علمہ ایک دم بہت پریشان سی نظر آنے لگی تھی..... ”تمہیں اس طرح غلط بیانی نہیں کرنا چاہیے تھی..... نہ جانے رامش نے کیا خیال کیا ہوگا؟“

”ایسا.....“ ارنا نے قریب آ کر اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے، ”آپ اچھی طرح جانتی ہیں رامش بھائی کیا سوچ سکتے ہیں اور کیا نہیں..... وہ کبھی غلط گمان نہیں کر سکتے..... ان کا دل ایک چمکتا آئینہ ہے..... انہیں یہاں لانے میں صرف اور صرف نیک نیتی کا عمل دخل ہے..... اتنا کچھ کیا ہے انہوں نے ہمارے لیے..... ہم بھی انہیں ہنستا مسکراتا، خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہیں..... وہ اپنی دنیا بھی آباد کریں..... اپنے لیے بھی جیسیں خود اپنی ہستی کو بھی محسوس کریں.....“

اپنے دل سے پوچھ کر بتائیں ایسا..... کیا یہ جائز خواہش نہیں ہے؟
 ”لیکن ارنا..... میں..... یہ سب کچھ کیسے کہہ سکتی ہوں..... کس تعلق سے؟“

ارنا خاموش ہو گئی..... لیکن اس کی آنکھوں میں علمہ کے سوال کا ان کہا سا جواب تھا جس کی نفی کرنا علمہ کے لیے ممکن نہ تھا.....
 وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی..... صوفے پر بیٹھا ہوا رامش اخلاقا کھڑا ہوا تھا..... بلیک پیٹ اور بلیک اور میرون چیک کی شرٹ میں وہ اپنے سنجیدہ اور سادہ امیج سے قدرے مختلف نظر آ رہا تھا..... علمہ نے نظریں جھکا لیں.....

”بیٹھیں پلیز.....“ وہ اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود بھی قدرے فاصلے پر رکھے صوفے پر جا بیٹھی.....
 ”شکریہ.....“ وہ بیٹھتے ہوئے بولا تھا، ”کنیسی ہیں علمہ آپ!“

”شکر ہے خدا کا.....“
<http://kitaabghar.com>
 ”زرباب صاحب سے تو..... بات ہوتی ہوگی.....“

www.kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

”جی.....“

”مطمئن ہیں وہ؟ کوئی کمپلین تو نہیں ہے انہیں؟“

علمہ نے لمحہ بھر کے لیے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا..... زرباب کا خوشی سے بھرپور لہجہ اور ہنسی اس کے کانوں میں گونجی..... رامش کے سادہ اداس چہرے اور افسردہ آنکھوں کے پس منظر میں اس لہجہ اور ہنسی کو یاد کرنا ایک عجیب سا تجربہ تھا.....

”زرباب بہت خوش اور مطمئن ہیں!“ وہ آہستگی سے بولی، ”میں بہت احسان مند ہوں آپ کی“

”آپ نے مجھے یوں شرمندہ کرنے کے لیے ہی بلایا ہے؟“ رامش کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ چمکی تھی.....

”یہ بات نہیں ہے..... لیکن احسان خدا کا ہو یا خدا کے بندے کا..... اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے!“

”یہ سارے خدا کے ہی احسان ہیں علمہ..... بندے کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔“

”بہت سے کام ایسے ہیں رامش..... جن کا اختیار خدا نے بندے کے ہاتھ میں دے دیا ہے..... اور وہ بندے پر عین فرض بھی ہیں.....

عبادت کی طرح.....“

رامش نے قدرے الجھن سے اس کی جانب دیکھا..... وہ علمہ کی تمہید کا مطلب نہیں سمجھا تھا..... ”آپ..... شادی کیوں نہیں کر لیتے!“ یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں خود بخود ہی جھک گئی تھیں..... ارما اگر اسے یوں مجبور نہ کر دیتی تو شاید وہ کبھی بھی ایسی بات کہنے کا حوصلہ خود میں نہ پاتی..... رامش بھی اپنی جگہ دم بخود بیٹھا رہ گیا..... اسے بھی ذرہ برابر گمان نہ تھا کہ علمہ اسے ایسا کچھ کہے گی دونوں کے مابین خاموشی کا ایک وقفہ حائل ہو گیا..... پھر علمہ نے اس خاموشی سے گھبرا کر اسے دیکھا ”آپ کو..... برا لگا..... میرا یہ کہنا؟“

وہ دھیرے سے ہنس دیا..... جیسے کسی بچکانہ سی بات پر ہنسی آ جائے.....

”آپ کی کوئی بات..... کسی کو بری بھی لگ سکتی ہے؟؟“ اس کے انداز میں شگفتگی تھی.....

علمہ کی ہتھیلیاں نم ہو گئیں..... اس نے اپنے تنفس میں ایک کھنچاؤ محسوس کیا..... بے وجہ ہی کھنکھار کر اس نے گلا صاف کیا تھا.....

”پھر آپ نے..... میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟“

”اتنی دیر سے..... جواب ہی تو سوچ رہا تھا.....“ وہ پھر ہنسا، ”لیکن..... جو جواب ملا..... وہ..... ایسا نہیں کہ آپ سے کہا جائے.....“

”زندگی خدا نے جینے کے لیے دی ہے رامش..... اسے بھرپور طریقے سے جینا ہی عقل مندی ہے.....“

”کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ مجھے زندگی سے کوئی گلہ ہے؟“ رامش نے بے حد سنجیدگی سے سوال کیا، ”میں تو جی رہا ہوں..... بنا کسی شکایت کے

..... اور کیا کر سکتا ہوں اس زندگی کے لئے؟“

شکایت نہ کرنا ہی کافی نہیں ہے..... خوش رہنا بھی ضروری ہے..... اور ایک جیون ساتھی زندگی میں کتنی خوشیاں، کتنے رنگ شامل کر سکتا

ہے..... ابھی آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے!

”مجھے اس کا پورا اندازہ ہے علمہ.....“ نجانے کیوں ایک گہری مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا..... ”اور ایسا نہیں ہے کہ میں نے کبھی ان خوشیوں اور ان رنگوں کو حاصل کرنے کی تمنا نہ کی ہو..... لیکن سبھی رنگ اور سبھی خوشیاں جنگلی پرندوں کی طرح شاخ دل سے پرواز کر گئے..... پھر کبھی نہ لوٹنے کے لیے.....“

وہ ساکت بیٹھا، آہستگی سے اپنی بات مکمل کر کے، نجانے کن خیالوں میں کھو گیا تھا..... پھر یکدم ہی اپنے آپ میں لوٹتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا.....

”میں..... چلتا ہوں.....“

علمہ بھی اخلاقاً کھڑی ہوئی تھی..... ذہنی طور پر وہ اب تک اس کی کہی ہوئی بات کے زیر اثر تھی..... <http://kitaabghar.com>

”زرباب صاحب سے میں خود بھی وقتاً فوقتاً بات کرتا رہوں گا۔ پھر بھی اگر ان کے ساتھ کوئی مسئلہ ہو اور وہ مجھ سے کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں..... تو پلیز..... آپ یہ ہچکچاہٹ نہ محسوس کیجئے گا..... اور اگر آپ..... کسی وقت..... کوئی بھی..... پرالیم فیل کریں..... Then let me know مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے..... جب آپ اپنا سیت سے کچھ شیئر کرتی ہیں!“

”لیکن رامش.....“ اس کے دروازے کی جانب بڑھتے قدموں کو علمہ کی آواز نے روکا تھا.....

”آپ نے میری بات کا تو..... کوئی مثبت جواب نہیں دیا!“

رامش نے اپنے گولڈن فریم کے گلاسز درست کیے..... ایک نظر میں علمہ کی آنکھوں میں تیرتی شکایت کو پڑھا.....

”میں کوشش کروں گا..... کسی طور اس دل کو آمادہ کر سکوں تو..... ویسے آپ کچھ فیل نہ کریں پلیز..... میں یقین دلاتا ہوں کہ میں..... خوش رہتا ہوں!“

وہ مڑا..... پھر ٹھہر گیا..... ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے میں عارف اور رانیہ کھڑے تھے..... رامش نے انہیں اور ان دونوں نے رامش کو دیکھا تھا..... علمہ نے عارف اور رانیہ کی نگاہوں میں استعجاب، مرعوبیت اور بے یقینی کو ڈالتے دیکھا..... پھر اس نے آگے بڑھ کر ان لوگوں کا آپس میں تعارف کرایا تھا.....

رامش عارف سے مصافحہ کر کے، چند ایک اخلاقی کلمات کا تبادلہ کر کے رخصت ہو گیا..... عارف کی تیز نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا.....

”آپ لوگ بیٹھیں نا.....“ علمہ آگے بڑھ کر رانیہ سے ملتے ہوئے بولی، ”بہت خوشی ہو رہی ہے اتنے دن بعد یوں مل کر.....“

”یہ صاحب..... زرباب بھائی کی کمپنی کے ڈائریکٹر ہیں نا بھابھی..... اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو.....“ عارف اب تک گردن موڑے وہیں دیکھ رہا تھا.....

”ہاں.....“ علمہ نجانے کیوں جھجک سی گئی، ”وہی ہیں.....“

”کمال ہے..... انہیں اتنی فرصت ہے.....“ وہ طنزیہ ہنسا، ”اپنی کمپنی کے سبھی ایمپلائز کے گھریلو نبی آتے جاتے ہیں..... یا یہ نظر کرم.....“

بس یہیں ہے؟“

علمہ اپنی جگہ سن سی ہو کر کھڑی رہ گئی..... عارف کی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھی لیکن اب وہ اپنی سطح سے پست سے پست ہوتا جا رہا ہے..... اسے علم نہ تھا.....

”رامش بھائی صرف کمپنی کے ڈائریکٹر ہی نہیں ہیں..... ہمارے بھائیوں جیسے ہیں.....“ جواب اندر آتی ارمانے دیا تھا، ”ابو جی مرحوم سے ان کے تعلقات پچھلے کئی سالوں پر محیط ہیں..... قطعی پر خلوص، بے غرض جیسے الفاظ کا مفہوم!“

ارمانے صرف الفاظ ہی نہیں لہجہ بھی سخت اور بے فروت تھا..... عارف لمحہ بھر کے لیے ٹپٹا سا گیا..... شاید علمہ کی بہن کی جانب سے اس طرح کے رویے کا مظاہرہ اس نے تصور بھی نہ کیا تھا..... اس نے شکایتی نظروں سے علمہ کی جانب دیکھا جو خود بھی قدرے گڑبڑا گئی تھی.....

”تم..... بیٹھو عارف..... باتیں تو آرام سے بیٹھ کر کرتے ہیں.....“ علمہ نے سہولت سے کہہ کر ارام کو سخت سی نظروں سے دیکھا جسے وہ اطمینان سے نظر انداز کر گئی تھی.....

ارمانے کی بات نے عارف کو سخت بے مزہ کیا تھا..... اس کا چہرہ بگڑا بگڑا سا تھا۔ رانیہ بھی محتاط نظر آنے لگی تھی.....

”ہم نے سوچا تھا آپ اکیلی ہوں گی..... آپ کو شاید کمپنی کی ضرورت ہو..... اس لیے چلے آئے اگر پتہ ہوتا کہ آپ کی سسٹر آئی ہوئی ہیں تو شاید.....“

رانیہ کہتے کہتے رک گئی..... لیکن ادھوری بات نے بھی اس کا مدعا پوری طرح واضح کر دیا تھا..... ”بہت اچھا کیا تم لوگوں نے.....“ علمہ خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئی..... ”میں تو سوچ رہی تھی، زرباب کیا گئے، تم لوگ ان کے ساتھ مجھے بھی ملک سے باہر سمجھ بیٹھے..... اب آئے ہو تو اطمینان سے بیٹھو..... کھانا کھا کر جانا.....“

علمہ نے کہتے ہوئے دروازے پر کھڑی چہرے کے عجیب و غریب زاویے بناتی ارمانے کو دیکھا تھا..... ارمانے کا مطلب سمجھ کر مزید بھنائی اور مڑ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی.....

”کوئی تکلف نہ کریں بھابھی!“ عارف یونہی اکڑا اکڑا سا بولا، ”ہم تو صرف افغان کی محبت میں اسے ایک نظر دیکھنے چلے آئے ہیں..... کہاں ہے وہ؟“

عارف کے لہجے میں حد درجہ تکلف اور غیریت تھی..... علمہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہی رہ گئی..... پھر اس نے افغان کو بلوایا..... افغان کی یادداشت میں اپنے چچا کے حوالے سے کوئی خاص تاثرات درج نہ تھے..... وہ ان لوگوں سے شمار ہاتا تھا..... عارف نے اسے گود میں بٹھا کر رسی سا پیار کیا پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے.....

”اتنی بھی کیا جلدی ہے؟“ علمہ خیران بنی رہ گئی..... ”ابھی آئے ابھی چل دیئے.....“

”آتے جاتے رہیں گے.....“ عارف نے پیٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، ”آپ یہاں اکیلی ہیں..... میرے بھائی کی امانت

ہیں..... سو ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں اس حوالے سے..... ویسے بھی یہ زمانہ ایسا نہیں ہے کہ ایک جوان، خوبصورت عورت کو بالکل ہی آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا جائے..... لوگوں کی منتیں بدلتے دیر نہیں لگتی..... اپنا خیال رکھیے گا بھابھی.....“

عارف نے ایک بار پھر سے جھک کر افنان کے گال پر پیار کیا اور علمہ کو ہونق اور ساکت کھڑا چھوڑ کر وہ دونوں باہر نکل گئے.....

علمہ نے ان کے چلے جانے کے بعد اپنا سر تھاما اور بمشکل صوفے پر بیٹھی..... اس کے کانوں میں عارف کے جملے گونج رہے تھے..... اور اس بازگشت کے پس منظر میں رامش کا سادہ چہرہ اور بے ریا آنکھیں اپنی جھلک دکھا رہی تھیں.....

”میں نے اپنی زندگی میں کبھی اس طرح کے لوگ نہیں دیکھے اپنا!“ ارمابکتی جھکتی اندر آ رہی تھیں..... ”کس طرح آپ ان کے ساتھ بنا ہی؟ کیسے گزرا کیا ہوگا؟ کتنا کرم کیا خدا نے کہ اس قدر جلد آپ کی گلو خلاصی ہوگئی.....“

”تم پر بھی کرم کیا ہے خدا نے..... بچت ہوگئی تمہاری.....“ سیما بھی پیچھے پیچھے ہستی ہوئی آ رہی تھی، ”ورنہ یہی عارف صاحب تھے جن کی والدہ نے بہت نخوت سے تمہارا رشتہ ان کے ساتھ جوڑنے سے انکار کر دیا تھا!“

”اللہ کتنا مہربان تھا مجھ پر!“ ارمانے شکر ادا کرنے والے انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے..... پھر سیما اور ارمابکتی کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں.....

علمہ نے غائب دماغی سے ان دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھا..... اس نے ان دونوں کی گفتگو سنی ہی نہیں تھی..... وہ اپنی اسی کیفیت کا شکار تھی..... اسے تنہائی کی ضرورت تھی.....

آہستگی سے ان دونوں کے درمیان سے اٹھ کر وہ لان میں چلی آئی..... رنگ برنگ کھلتے ہوئے پھولوں، لہلہاتے پودوں اور اشوک پر بولتی میناؤں سے بے نیاز وہ افسردہ سی لان چیر پر آ بیٹھی..... ”ویسے بھی یہ زمانہ ایسا نہیں کہ ایک جوان، خوبصورت عورت کو بالکل ہی آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا جائے..... لوگوں کی منتیں بدلتے دیر نہیں لگتی!“

”کمال ہے! انہیں اتنی فرصت ہے؟ اپنی کمپنی کے سبھی ایمپلائز کے گھریلو نبی آتے جاتے ہیں یا یہ نظر کرم صرف یہیں پر ہے؟؟“

”تم سخرانہ لہجہ، نشتر سے کیلے الفاظ..... علمہ کا دل چھلنی ہوا تو یہ بے معنی نہ تھا..... اس کی افسردگی بے جا نہ تھی..... اپنی نیکیوں اور بھلائیوں کے شمار کا کام وہ ہمیشہ خدا پر چھوڑنے کی قائل تھی پھر بھی اسے وہ تمام مشکلیں یاد آنے لگیں جو عارف کو اس کی خوشیاں بہم پہنچانے کے دوران اس کی راہ میں آئی تھیں..... اسے وہ تمام ستم یاد آئے جو اسی شخص کے لیے اس کی جان ناتواں نے جھیلے تھے.....

”کچھ تو لوگ کہیں گے..... لوگوں کا کام ہے کہنا..... بے کاری کی باتوں میں الجھ کر ان پلکوں کو نم نہ کرو.....“

”دکھ تو..... دھوئیں کی طرح ہوتا ہے..... دل گیلی لکڑی کی طرح سلگے تو یہ خود بخود آنکھوں میں بھر کر ان پلکوں کو گیلا کر دیتا ہے..... نہ دل کے سلگنے پر اختیار ہوتا ہے نہ اس دھوئیں پر!“

”ہاں مگر ہر چیز کی ایک قدر و قیمت ہوتی ہے..... ہر چیز کو اس کی قدر و قیمت کے حساب سے برتا جاتا ہے..... تمہارا دل بھی قیمتی ہے اور تمہاری یہ پلکیں بھی.....“

”کچھ بھی میرا نہیں رہا..... عرصہ ہوا کسی کو سوئپ چکی ہوں سب کچھ..... اب اگر کچھ ہے تو اس کا اختیار ہے.....“

”اور اگر یہاں کچھ ہے تو صرف تمہارے اس فیصلے کا احترام ہے!“

”یہی احترام قائم رہے تو اچھا..... ہمارے درمیان بھی..... اور ہمارے چاروں طرف بھی!“

”میں راضی برضا ہوں.....“

سیما اور ارمکب تک ٹھہرتیں..... کچھ دن انہوں نے علمہ کے ساتھ اور گزارے پھر دونوں کے میاں آئے اور انہیں لے گئے..... علمہ کو اب صحیح معنوں میں تنہائی کا احساس ہوا تھا ان دونوں کے دم سے تو گھر میں بے حد رونق تھی..... ہر وقت محفل سی جمی رہتی..... اب جو محفل برخواست ہو جانے کے بعد والا سنا گونجا تو علمہ بے طرح گھبرا گئی.....

http://kitaabghar.com

ایک بڑا سا گھر اور کرنے کے لیے صرف اور صرف انتظار! ایک کام والی رکھی لیکن وہ بھی صبح آتی اور شام تک سارا کام نمٹا کر چلی جاتی تھی..... زرباب کا فون روز آتا تھا لیکن فون پر کیا بات ہوتی اور کہاں تک ہوتی..... چند منٹ گزرتے اور دونوں ایک دوسرے کا حال احوال پوچھ کر خاموش ہو جایا کرتے تھے..... پھر زرباب اسے یہ بتا کر کہ اب اس کے واپس لوٹنے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟ فون بند کر دیا کرتا تھا..... پھر علمہ ہوتی اور ایک نہ ختم ہونے والا دن ہوا کرتا تھا..... کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ اس صورتحال میں وہ زیادہ عرصہ نہیں جی پائے گی..... افنان کا سہارا نہ ہوتا تو شاید وہ بیمار ہی پڑ جاتی..... اس کے ننھے منے وجود سے دنیا پھر بھی آباد تھی..... وہ اب چھوٹی چھوٹی باتیں کیا کرتا تھا..... انہی میٹھی میٹھی باتوں کے سہارے علمہ کے دن رات گزر رہے تھے..... کبھی کبھار سیما یا ارمکب کا فون آ جاتا تھا..... وقت کاٹنے کے لیے بس یہی کچھ تھا اس کے پاس..... ایسی ہی ایک شام میں جب وہ لان میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی اور افنان اس کے آس پاس بھاگتا دوڑتا پھر رہا تھا، ٹھوکر لگ جانے سے کیاری میں جا گرا..... اپنے خیالوں سے چونک کر وہ اٹھی اور بے تابانہ بھاگتے ہوئے اس تک پہنچی..... اس کا ماتھا پتھر سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا..... بھل بھل خون بہہ رہا تھا..... علمہ کے ہاتھ پیر بے جان ہو گئے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا..... اسے لگا، افنان کے ساتھ وہ بھی اسی کیاری میں گر کر بے ہوش ہو جائے گی..... شکریہ ہوا کہ کام والی ملازمہ گھر میں موجود تھی وہ دوڑتی بھاگی آئی اور افنان کو اٹھا کر اندر لے گئی..... علمہ کسی بے جان بت کی مانند ساکت بیٹھی اپنے دل کی تیز رفتاری سے دوڑتی دھڑکنوں کے قدم گن رہی تھی..... پوری دنیا اس کے ارد گرد تیزی سے گھوم رہی تھی..... سارے منظر دھندلا رہے تھے..... گاڑی کا ہارن سن کر وہ اپنے آپ میں پھر سے زندہ ہوئی..... بدقت تمام اٹھی اور خود کو گھسیٹی گیٹ تک پہنچی..... باہر رامش کھڑا تھا..... اس نے علمہ کا سفید لٹھے جیسا چہرہ دیکھا.....

”علمہ.....“ وہ بس اتنا ہی کہہ سکا..... علمہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی..... ملازمہ بھی افنان کو اٹھائے باہر آ گئی..... اس نے افنان کے ماتھے پر پی باندھ دی تھی..... لیکن سرخ ہوتی پئی بہتے ہوئے خون کا پتہ دے رہی تھی..... رامش کو مزید کچھ کہنے یا پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی..... اس نے افنان کو بازوؤں میں بھر لیا..... تیزی سے جا کر وہ گاڑی میں بیٹھا تھا..... اتنی ہی تیزی سے بھاگتی ہوئی علمہ بھی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اس کے ساتھ بیٹھی تھی.....

”اسے مجھے دے دیں!“ اس نے افان کو لے لیا..... رامش نے کارائٹ کی اور تیز رفتاری سے چلاتا ہوا مین روڈ پر لے آیا..... شہر کا مشہور ہسپتال دس منٹ کی ڈرائیو پر تھا..... رامش نے وہ فاصلہ تین چار منٹ میں طے کر لیا..... علمہ جانتی تھی کہ مصروف شاہراہ پر اتنی تیز رفتاری کے باعث کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے لیکن وہ دم سادھے بیٹھی رہی..... وہ خود کو کچھ بولنے کے قابل نہیں پارہی تھی..... ہسپتال میں رامش کی جان پہچان نے تمام مراحل بے حد تیزی سے مکمل کر دئیے..... فوری طور پر افان کو فرسٹ ایڈ دی گئی تھی..... آدھے گھنٹے بعد اسے علمہ کی گود میں واپس دے دیا گیا..... اب وہ ٹھیک تھا..... سکون آورا انجکشن کے زیر اثر وہ اب سو رہا تھا..... علمہ بے ساختگی سے اس کا بھولا بھالا چہرہ چومتی گئی..... اسے اپنے آس پاس کا کچھ احساس نہ تھا.....

رامش

رامش

http://kitaabg

”کیسے چوٹ لگ گئی بچے کو.....“ ڈاکٹر ٹاؤل سے ہاتھ خشک کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا.....
اب علمہ نے سر اٹھا کر دیکھا..... وہ اور رامش ڈاکٹر کے روم میں بیٹھے ہوئے تھے..... ”کھیلے ہوئے گر گیا شاید.....“ رامش نے تائید کے لئے علمہ کی طرف دیکھا..... اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا تھا.....

”اور تم اتنے بے مروت تو نہیں تھے رامش..... اپنی شادی کا کارڈ بھی نہیں بھیجا..... ایسے چپ چاپتے شادی کر لی.....“ ڈاکٹر اب مسکراتے ہوئے شائستگی سے گلہ کر رہا تھا.....

رامش

رامش

علمہ اور رامش نے گڑبڑا کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا..... ڈاکٹر اب علمہ سے مخاطب تھا: ”بھابھی..... آپ شاید ناواقف ہوں گی..... ہم دونوں نے انٹرمیڈیٹ ساتھ پاس کیا تھا..... پھر آگے فیلڈز مختلف ہو گئیں..... لیکن ہماری دوستی آج تک ہے..... اب تو کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے..... شاید دو تین سال بعد..... لیکن سارا قصور آپ کے شوہر نامدار کا ہے..... انہوں نے ہی ملنا جلنا چھوڑ دیا سب سے..... شادی تک میں نہیں بلایا..... کیوں رامش..... اب بتاؤ! کیا جرمانہ کیا جائے تم پر!“

”آصف..... آصف پلینز:“ رامش نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا: ”ایسا کچھ نہیں ہے..... یہ علمہ زرباب ہیں..... ان کے ہسپتال مسٹر زرباب ہماری کمپنی کی طرف سے نوکے گئے ہیں..... یہ ان کا بیٹا افان زرباب ہے!“

رامش

ڈاکٹر آصف کا وہ حال تھا کہ کاٹھون تو لہونہ نکلے..... وہ بے حد شرمندگی سے کبھی رامش اور کبھی علمہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا.....
”آئی ایم ویری ویری سوری مسز زرباب..... یہ تو واقعی بہت زیادتی ہو گئی..... میں بہت شرمندہ ہوں.....“ وہ صرف الفاظ سے نہیں چہرے سے بھی شرمندہ نظر آ رہا تھا.....

”کوئی بات نہیں.....“ علمہ نے مدہم سا مسکرانے کی کوشش کی جو نا کام رہی.....
”درجصل..... وہ..... سسٹر نے کہا کہ رامش صاحب شاید اپنے بیٹے کو فرسٹ ایڈ کے لئے لائے ہیں..... تو اس لئے گئے ہیں بھی مس

http://www.kitaabghar.com

http://www.kitaabghar.com

”مجھے تو ان دونوں کو دیکھ کر ایسا ہی لگا سر.....“ دروازے میں کھڑی سسٹر سادہ سی وضاحت دے کر چل دی تھی.....

”اسٹوپڈ.....“ ڈاکٹر بڑبڑایا تھا.....
 پھر اس نے ایک مرتبہ پھر ان دونوں سے معذرت کی..... رامش نے سوئے ہوئے افنان کو علمہ سے لے کر اپنے کاندھے سے لگالیا.....
 دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہاسپٹل کی عمارت سے باہر نکل آئے..... باقی کا تمام راستہ بالکل خاموشی سے طے ہوا تھا..... رامش اب بے حد دست
 رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا..... شہر کی روشنیاں جل اٹھی تھیں..... راستے جگمگانے لگے تھے..... ان جگمگاتے، پر رونق رستوں پر اس کی گاڑی ادا سی اور
 پزدگی سے چلتی جا رہی تھی.....

”کتنا ناقابل یقین منظر ہے..... منظر! جس میں ہم دونوں ساتھ ساتھ ہیں!“
 ”ہاں.....“ افق کے دو کنارے ایک منظر میں کب آ سکتے ہیں بھلا؟“
<http://kitaabghar.com>
 ”افق کے دو کناروں میں کتنی ہی دوری سہی..... وہ ایک دوسرے کے مخاطب ہوتے ہیں.....“

”ہاں..... مخاطب ہوتے ہیں..... لیکن ان کے درمیان گفتگو نہیں ہوتی، خاموشی ہوتی ہے!“
 ”ایسی خاموشی جو سب کچھ کہتی ہو..... اس گفتگو سے اچھی ہے جو کچھ نہ کہتی ہو!“

گاڑی آہستگی سے رکی تھی..... علمہ چونکی..... گھر آ گیا تھا.....
 ”آپ..... اندر آئیں پلیز..... چائے پی کر جائیں.....“ دروازہ کھول کر وہ اترنے سے قبل بولی.....
<http://kitaabghar.com>
 ”میں اب چلوں گا.....“ رامش نے گھڑی دیکھی.....
 ”لیکن آپ شاید کسی کام سے آئے تھے؟“

”نہیں..... کام تو کچھ نہیں تھا..... بس یونہی مجھے خیال سا آیا تھا کہ آپ کی خیریت پوچھ لوں“
 ”چائے پینے میں کیا قیامت ہے؟“ وہ شائستگی سے بولی.....

”شام ڈھل گئی.....“ رامش قدرے توقف سے بولا تھا، ”اب یہ مناسب نہیں لگتا!“
 ”جی بہتر!“ علمہ اس کا مدعا سمجھ گئی..... ”آج کی یہ شام اور آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھلا سکتی.....“
<http://kitaabghar.com>
 ”علمہ پلیز.....“ رامش نے جیسے احتجاج کیا تھا

علمہ گاڑی سے اتری تھی..... وہ آہستگی سے چلتی ہوئی گھر کے اندر چلی گئی تھی تب رامش کی گاڑی نے حرکت کی تھی!!



کچھ تیسے کر کے علمہ نے وہ تین ماہ گزارنے سے تھے..... زرباب لوٹا تو علمہ کو احساس ہوا کہ خزاں رسیدہ درخت پر بہار لوگنے تو کیسا لگتا
 ہے..... اس کے مردہ تن میں زندگی بھر گئی..... آنکھوں میں روشنی ہو گئی..... اسے لگا، وہ تین ماہ اس نے اندھیرے میں رہتے ہوئے گزارے
 ہیں..... تین ماہ کے بوجھل رتجے پر سکون نیند میں ڈھلنے لگے تھے..... زرباب بہت خوش تھا..... زندگی کی اس تبدیلی نے اسے سر تا پا بدل کر رکھ دیا

تھا..... اس کے لیے تو ”زندگی کے معنی ہی تبدیل ہو گئے تھے.....“ وہ ہر بات پر مسکرا دیتا تھا..... ہر جملے پر ہنس دیتا تھا، ہر چیز سے خوش ہو جاتا تھا..... علمہ نے اس کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلی خاص طور پر محسوس کی تھی..... اس نے زرباب سے اس کا ذکر بھی کیا..... زرباب اس کی اس بات پر بھی ہنس دیا.....

”ہاں جان زرباب..... ایسا ہی ہے! جب پوری دنیا اپنی ہتھیلی پر نظر آنے لگے تو ایسا ہی ہوتا ہے..... انسان بہت پر اعتماد، بے فکر اور خوش باش ہو جاتا ہے..... ہر منظر میں دل بستگی کا کوئی سامان دکھائی دینے لگتا ہے..... ہر آواز میں کوئی خوشخبری سنائی دینے لگتی ہے..... سچ بتاؤں علمہ..... مجھے اپنے وجود پر دو پروں کا احساس ہونے لگا ہے..... مجھے لگتا ہے میں اڑ سکتا ہوں..... میں ستاروں کو چھو سکتا ہوں..... میں چاند پر جا سکتا ہوں..... پچھلی زندگی کو یاد کروں تو ایک خواب کی طرح سے لگتی ہے..... ایک ڈراؤنے خواب جیسی! وہ چھوٹا سا گھر..... وہ تنگ گلیاں..... وہ بے نام سامحلہ..... اور ایک خطرناک سی نوکری..... جہاں ہر لحظہ برخواست ہو جانے کا خوف تنگی تلواری طرح سر پر لٹکا کرتا تھا..... جہاں باس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے میں گدھوں کی طرح بے تکان کام کیا کرتا تھا اور شام کو ڈھیر ساری تکان اور پڑمردگی سمیٹ کر گھر کی طرف چل دیتا تھا..... اوہ گاڈ! علمہ..... یہ سب کچھ ایک ڈراؤنا خواب ہے میرے لیے! وہ بے تحاشا قرض..... وہ بڑھتی مہنگائی کا خوف..... جیب میں پڑے خالی بٹوے کا احساس..... کینے دل کو کاٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہ سب کچھ! کتنا افسردہ اور پریشان حال تھا اپنا ”کل“..... اور کتنا پرسکون اور مطمئن ہے اپنا ”آج“! آج..... جس میں سب کچھ ہے..... سب کچھ!“

<http://www.kitaabghar.com>

علمہ کھلی آنکھوں سے اس کا پڑمرد، دمکتا ہوا چہرہ دیکھ رہی تھی.....

”پراپک بات آپ بھول بھی تو رہے ہیں زرباب!“ وہ کچھ سوچ کر بولی.....

”وہ کیا؟؟“

”وہ یہ..... کہ اسی کل..... کے دامن میں ہمارے اس ساتھ کی یادیں بھی تو بندھی ہوئی ہیں..... ڈھیر ساری یادیں، ڈھیر ساری باتیں..... اور ڈھیر ساری راتیں..... جو ہم نے ایک دوسرے کی ہمراہی میں گزاریں..... ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے، ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے..... ایک دوسرے کا غم بانٹتے ہوئے..... ہم اس کل کو کیوں بھلائیں؟“ زرباب نے اسے اپنے بازو کے حلقے میں سمیٹ لیا.....

”ہم کل کو اس لیے بھلا دیں جان زرباب کہ ہمارا آج اور ہمارا آنے والا کل اتنا چمکیلا اور روشن ہے کہ ہمیں ان افسردہ سی یادوں اور راتوں کو یاد کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے..... آنے والے کل میں بھی ڈھیر ساری یادیں، ڈھیر ساری باتیں اور ڈھیر ساری راتیں ہوں گی..... چلو..... اس بہانے..... ہم اپنی پہلی رات کی ابتدا کرتے ہیں!“

”اس نے اپنا چہرہ علمہ کے بالوں میں چھپا لیا..... علمہ اس سے کہہ نہ سکی کہ وہ اپنا بیٹا ہوا کل کبھی نہیں بھلا سکتی..... بیٹا ہوا کل تو ایک پونجی کی طرح ہوتا ہے..... آنے والے کل میں کئی مرتبہ کام آتا ہے..... علمہ نے اس پونجی کو سنبھال کر دل کے خانے میں رکھ لیا تھا.....“



تین ماہ چیونٹی کی سی رفتار سے چلتے ہوئے گزرنے تھے اور اب یہ پندرہ دن جیسے پر لگا کر اڑتے چلے جا رہے تھے..... علمہ کا جی چاہتا وہ دن کو اڑتالیس گھنٹوں کا اور رات کو پچاس گھنٹوں کا کر دے..... پھر وہ سوچتی کہ یہ اڑتالیس اور یہ پچاس گھنٹے بھی تو آخر کار گزر رہی جائیں گے..... بالآخر وہ وقت آ ہی جائے گا جب زرباب پھر سے تین ماہ کے لیے واپس چلا جائے گا اور وہ پھر لمحہ لمحہ گننے اور پل پل کاٹنے کا کام کرنے کو رہ جائے گی ”زرباب..... میرے لیے یہ بہت مشکل ہے..... آپ مجھے اپنے ساتھ ہی لے چلیں!“ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ ڈالا ہر چند کہ وہ چاہتی تھی کہ زرباب خود اس سے یہ کہے.....

”ممکن ہوتا تو ضرور لے جاتا جاؤ..... مجھے تم سے دور رہنا پسند تو نہیں ہے.....“ وہ اپنے لپٹ ٹاپ پر کوئی رپورٹ بنا رہا تھا، اسی محویت میں اس نے علمہ کو جواب دیا..... ”ناممکن کیوں؟؟؟“

”کیونکہ وہاں میں کسی ایک جگہ پر نہیں نکلتا..... مسلسل سفر میں رہتا ہوں اور رپورٹس بناتا ہوں..... دوسرے یہ کہ ہر تین ماہ بعد پندرہ روز پاکستان میں گزارنے ہیں..... تم افغان کو لے کر اتنی فٹنگ نہیں اٹھا پاؤ گی..... تم یہاں سکون اور آرام سے رہ رہی ہو..... کچھ دنوں میں تم اس روٹین کی عادی ہو جاؤ گی پھر اتنا محسوس نہیں ہوگا..... ابھی نیا نیا سیٹ اپ بدلا ہے اس لیے اتنا فیل کر رہی ہو.....“ بات کے اختتام پر اس نے ایک تسلی بھری مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تھی.....

”لیکن..... لیکن یہ سیٹ اپ کب تک یو پی رہے گا زرباب..... کب تک یہ تین ماہ اور پندرہ دن ایک دوسرے کا تعاقب کریں گے؟ آخر کمپنی آپ کو یہاں پاکستان میں ہی سیٹ کیوں نہیں کر دیتی؟“

زرباب نے ایک گہرا سانس بھر کر لپٹ ٹاپ آف کر دیا..... پھر اسے دیکھنے لگا.....

”یہ سب باتیں تو تم اپنے رامش صاحب سے پوچھو..... مجھے تو بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی آفر ہوئی تو میں تو کچھ پوچھنے کی پوزیشن میں ہی نہیں رہا..... اور سچ پوچھو تو میں تو خوش بھی ہوں اور مطمئن بھی..... دنیا گھومنے کا، سیکھنے کا بھرپور موقع مل رہا ہے، ایک اچھی، باعزت سیلڈ لائف تحفہ بن کر مل گئی ہے..... اور کیا چاہیے بھلا؟“

آنکھیں موند کر وہ تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا..... شاید کچھ دیر سستا نا چاہتا تھا..... علمہ اٹھ کر باہر چلی آئی..... تیز ہوا اسے اشوک کے درخت آپس میں ٹکراتے تھے..... مٹی کے ذرات اڑ کر اس کی آنکھوں میں چلے گئے..... وہ آنکھیں رگڑتی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی..... کیاری میں مالی پائپ ڈال کر چھوڑ گیا تھا..... پانی بہہ بہہ کر لان میں جمع ہو رہا تھا..... علمہ آنکھوں میں بھرتا ہوا پانی صاف کر کے لان میں بھرتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگی..... وقت بھی پانی کی طرح بہہ رہا تھا..... دوبارہ نہ پلٹنے کے لیے..... ماضی کے اوراق میں جمع ہوتا جا رہا تھا..... بہتا ہوا وقت دامن میں بہت کچھ ڈالتا جا رہا تھا..... علمہ نے سر اٹھا کر اپنے گھر کی خوبصورت سی ایلی ویشن کو دیکھا..... پورج میں کھڑی چمکتی ہوئی گاڑی کو..... سرسبز لان میں جمع ہوتے ہوئے پانی کو..... سب کچھ باعث خوشی تھا لیکن نجانے کیوں..... علمہ شاید خوش نہ تھی..... وہ تو محبت سے گندھی ہوئی لڑکی تھی..... اس کا خمیر محبت سے اٹھا تھا..... اسے جینے کے لیے محبت کا بہانہ درکار تھا..... اسے مرنے کے لیے بھی محبت چاہیے تھی.....

بنگلہ، گاڑی، روپیہ، پیسہ، نوکر چاکر، مرتبہ، عزت..... اس نے ان باتوں کی کبھی چاہ نہ کی تھی..... پل پل مہکاتی اور مہکتی محبت کے ساتھ وہ جھوٹے سے گھر، جنگ سی گلیوں اور بے نام سے محلے میں بھی راضی خوشی، ہنستی، مسکراتی رہ سکتی تھی..... محبت اس کی آتی جاتی سانس تھی..... لمحہ لمحہ اسے اس کی ضرورت تھی.....

محبت کے احساس کے بغیر زندگی کی آسائشات کا اس کے نزدیک کوئی مطلب ہی نہ تھا وہ کیسے ان سے حظ اٹھا سکتی تھی؟ کیسے لطف اندوز ہو سکتی تھی؟ زر باب کے بغیر ہر چیز اپنے معنی کھو بیٹھتی تھی؟ وجود سے عدم بن جاتی تھی..... زر باب کو اس بات کا ادراک ہی نہیں تھا..... وہ خوش تھا..... وہ اپنا ماضی بھلا کر خوش تھا..... وہ آنے والے کل سے خوش اور مطمئن تھا..... آنے والا کل..... جہاں ہر پندرہ دن کے بعد تین ماہ کی قید تہائی تھی..... جہاں عمر ایک دوسرے کی ہمراہی میں نہیں بلکہ بڑے سے بڑے، چمکتی گاڑی اور دیگر آسائشات کے ہمراہ گزارنا تھی..... علمہ کے نزدیک زندگی کا یہ تصور ناقابل برداشت اور ناقابل قبول تھا..... زر باب کے لیے یہ زندگی کا انوکھا انداز تھا جسے وہ بھرپور طریقے سے جینا چاہتا تھا.....

”یہ سب باتیں تو تم اپنے رامش صاحب سے پوچھو.....“ علمہ کے سب سوالوں کے جواب میں اس کے اپنے پاس کہنے کے لیے بس اتنا سا جملہ تھا..... اس کا اپنا کوئی نکتہ نظر نہ تھا..... طرز فکر نہ تھا..... جو ہے، جہاں ہے، جیسا ہے کی بنیاد پر وہ اپنی تمام عمر گزارنے کے لیے پوری طرح راضی تھا..... علمہ کی لرزتی ہوئی انگلیاں کارڈ لیس فون پر چند شنا ساعداد پر متحرک تھیں..... نمبر ملا کر اس نے فون کان سے لگایا..... یہ رامش کا سیل فون کا نمبر تھا.....

”ہیلو.....“ اگلے ہی پل اس کی گھمبیر، ٹھہری ہوئی آواز کان کے پردے سے ٹکرائی تھی.....

”علمہ بات کر رہی ہوں.....“ وہ مدھم لہجے میں بولی..... ”خیریت ہے.....“

”جی..... شکر ہے خدا کا.....“

”کہیے..... کیسے یاد کیا علمہ.....“

”آپ سے کچھ پوچھنا تھا!“

کتاب گھر

http://kitaabghar.com

”ضرور پوچھیں!“ وہ خوش دلی سے ہنس کر بولا.....

”آپ کی کمپنی اتنی بڑی ہے..... زر باب کو آپ نے باہر ہی کیوں بھیجا؟“

رامش خاموش ہو گیا..... چند لمحوں تک کوئی بھی جواب نہ ملنے پر علمہ گھبرا کر کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ وہ بولا.....

”پہلی وجہ تو یہ ہے علمہ..... کہ ہماری فرم کی جو برانچز دوسرے ملکوں میں کام کر رہی ہیں، میں انہی کو سپروائز کرتا ہوں..... ملک کے اندر فرم کا انتظام میرے دوسرے بھائی دیکھتے ہیں..... اس لیے میں اگر کسی شخص کو ایمپلائمنٹ دوں گا تو وہ بہر صورت بیرون ملک کا ہوگا..... دوسرا میں ریزن..... یہ ہے..... کہ زر باب خود باہر کی جاب میں انٹرنسڈ تھے..... میں نے ان کے سامنے آپشن کھلا رکھا تھا..... وہ اگر چاہتے تو میں بھائی صاحب سے بات کر کے انہیں یہیں اپنے ملک میں ہی کسی برانچ میں ریزن اسٹیل جاب دلوا سکتا تھا لیکن ان کے لیے یو کے والی پوسٹ زیادہ اٹریکٹو

تھی..... انہوں نے خود اسی کو پسند کیا.....“

علمہ بالکل خاموشی سے اس کی گفتگو سن رہی تھی..... رامش نے اس کی وجہ کہا، اس نے نجانے کیوں علمہ کو ایک عجب سی خفت سے دوچار کیا تھا.....

”مجھے احساس تھا علمہ..... کہ زرباب کے یوں چلے جانے سے آپ ڈسٹرب ہوں گی..... اسی لیے میں نے انہیں ہر تین ماہ بعد پاکستان آ کر رپورٹ دینے کا پابند کیا ہے..... ورنہ اس جاب میں اس طرح کی گنجائش تھی نہیں..... صرف آپ کی تنہائی کے خیال نے مجھے یوں طے شدہ قوانین میں تبدیلی پر مجبور کیا.....“

علمہ بالکل خاموشی سے اس کی گفتگو سن رہی تھی..... رامش نے اس کی حد سے بڑھی ہوئی خاموشی کو محسوس کیا.....

”آپ کیا سمجھتی ہیں علمہ..... آپ کے لیے کوئی پرابلم..... میں دانستہ کیا نادانستہ بھی کری ایٹ کر سکتا ہوں؟؟ میں تو اس تکلیف کے بارے میں بھی سوچ کر خود سے شرمندہ رہتا ہوں..... جو کبھی انجانے میں میری ذات سے آپ کو پہنچی ہو..... کبھی میری وجہ سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے ہیں..... آپ کے دل کو دکھ ہوا ہو..... کوئی ٹھیس پہنچی ہو..... آئی ایم سوری فار دیٹ..... میں ان امکانات کے لیے بھی معذرت خواہ ہوں!“

”پلیز رامش..... پلیز.....“ وہ بدقت تمام بولی..... ”مجھے شرمندہ نہ کریں..... میں..... میں واقعی شرمندہ ہوں آپ سے..... آپ کو شاید

میرے یوں فون کرنے سے رنج پہنچا ہے!“

”ارے نہیں..... بالکل نہیں.....“ وہ فوراً بولا..... ”یہ دل آپ کی طرف سے بدگمان نہیں ہو سکتا.....“

”اچھا..... میں..... فون رکھتی ہوں.....“ علمہ کو لگ رہا تھا..... اگر وہ کچھ دیر اور بات کرے گی تو شاید رونے لگے گی.....

”جسٹ اے منٹ علمہ.....“ رامش کو کچھ خیال آیا۔ ”ایک بات بتائیے.....“

”جی!“

”اگر آپ چاہیں تو میں مسٹر زرباب کی پوسٹنگ یہیں کروا دیتا ہوں..... میں بھائی صاحب سے بات کر سکتا ہوں..... اگر آپ چاہیں تو.....“

”چند لمحوں کے لیے لائن پر خاموشی چھائی رہی..... پھر علمہ بولی تھی.....

”نہیں رامش..... زرباب اگر اس طرح خوش ہیں تو میرے لیے ان کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے..... میں..... تنہا بھی رہ لوں گی!“

”پتہ ہے علمہ..... میں جب بھی مسٹر زرباب سے ملتا ہوں..... ان کے چہرے کو بہت رشک سے دیکھتا ہوں۔

He is a very lucky person“ رامش بہت آہستگی سے بولا تھا..... علمہ خاموش ہو گئی.....

”اگر زرباب مجھ سے دور رہ کر بھی خوش ہیں..... تو مجھے اس خوشی کا احترام کرنا چاہیے نا!“

”ہاں.....“ وہ کچھ سوچ کر بولا، ”محبت تو..... یہی ہے.....“

علمہ ادا اسی سے مسکرا دی تھی..... رامش جیسے شخص سے زیادہ محبت کو سمجھنے والا بھلا کون تھا فون رکھ وہ پلٹی..... لمحہ بھر کے لیے ہنسی.....

دروازے پر زرباب کھڑا تھا.....

”اتنی دیر سے کس سے بات کر رہی تھیں؟؟“ وہ قدرے چبھتے انداز میں بولا.....
 ”میں.....“ علمہ کہتے کہتے ٹھہر گئی..... نجانے زرباب سے یہ ذکر کرنا مناسب بھی تھا یا نہیں.....
 ہر چند کہ شادی کے بعد اس نے کبھی زرباب سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھی تھی.....
 پھر اس نے بہت اطمینان اور بھروسے سے زرباب کی آنکھوں میں دیکھا.....
 ”رامش تھے!“

”رامش؟؟؟“ زرباب کی آنکھوں میں الجھن، بے یقینی، حیرانی اور پھر عجب سی بے اعتباری پیدا ہوئی.....
 ”رامش صاحب سے؟؟“ اس نے جیسے پھر سے تصدیق کی.....
 ”ہاں..... انہی سے.....“

”اتنی دیر تک..... تم ان سے کیا بات کر رہی تھیں؟؟“ وہ اس کے قریب چلا آیا.....
 ”بس یونہی.....“ علمہ نے کترانا چاہا۔ ”کچھ خاص نہیں!“

زرباب چند لمحوں کے لیے اس کا چہرہ دیکھتا رہا.....
 ”ہوں.....“ پھر وہ آہستگی سے بولا، ”اچھا سنو..... رات کے کھانے پر عارف آ رہا ہے۔ ابھی میرے پیل پر اس کی کال آئی تھی۔ تم ملازمہ سے کہو ایک دو شزر زیادہ بنا لے کھانا بہت اچھا ہونا چاہیے۔ میرا مطلب ہے..... عارف پہلی بار ہمارے ساتھ ڈنر کرے گا اسے اس بات کا احساس تو ہو کہ اس کے لیے کچھ اسپیشل کیا گیا ہے!“

”ٹھیک ہے!“ علمہ مدھم سا مسکرائی، ”آپ بے فکر ہو جائیں۔ کھانا میں خود ہی بنالیتی ہوں۔ یوں بھی کافی دن ہو گئے کھانا پکائے ہوئے..... لیکن عارف کیا اکیلا ہی آ رہا ہے؟ رانیہ نہیں ہے اس کے ساتھ؟“

”اکیلا ہی آ رہا ہے..... یوں بھی بیوی کو گلے میں بندھی سمٹنی کی طرح ہر جگہ ساتھ ساتھ رکھنا ضروری تو نہیں ہے..... مرد کی اپنی ایک مکمل شخصیت ہوتی ہے.....“

زرباب جواب دے کر پلٹ گیا..... علمہ مسخیری کھڑی رہ گئی..... اسے لگا، زرباب کے صرف الفاظ ہی نہیں لہجہ بھی تلخ تھا..... اسے لگا، زرباب کے ماتھے پر شکنیں تھیں، اسے لگا زرباب کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت نہ تھی، بدگمانی تھی..... وہ زرباب کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن جا نہ سکی..... اپنی جگہ ساکت کھڑی وہ خود سے سرزد ہونے والے کسی قصور کے بارے میں سوچتی رہی..... پھر کوئی جواب نہ ملنے پر تھکے تھکے سے قدموں سے کچن کی جانب بڑھ گئی تھی.....

☆

http://kitaabghar.com ☆ http://kitaabghar.com

عارف اکیلا کیوں آیا تھا، اس کا جواب علمہ کو جلد ہی مل گیا..... کھانا شروع ہونے سے قبل ہی وہ خود شروع ہو گیا تھا۔ اس کے پاس شکوؤں اور شکایتوں کا ایک انبار تھا جس کے بوجھ تلے اس کا دل ناتواں بن جانے کب سے کراہ رہا تھا.....

رانیہ کے گھر میں بحیثیت ایک گھر داماد کے اس کی بالکل بھی عزت نہ تھی..... اس کے ساس سراسے بے حد حقیر جانتے تھے اور حقارت سے برتتے تھے..... خود رانیہ خود کو کسی رانی سے کم نہیں جانتی تھی..... عارف کے ساتھ اس کا سلوک کسی ادنیٰ درجے کے ملازم کا سا ہوتا تھا..... بات بے بات وہ اسے بھری محفل میں بھی جھڑک کر رکھ دیا کرتی تھی..... عارف اپنے سر کے آفس میں جاب کرتا تھا لیکن تنخواہ کے بجائے اسے صرف جیب خرچ ملتا تھا وہ بھی سراسر ناکافی..... تمام روپے پیسے کا حساب کتاب رانیہ خود کیا کرتی تھی۔ عارف کو کسی بات کی آزادی نہ تھی..... رانیہ ہر وقت، ہر گھڑی اس کے سر پر سوار رہا کرتی تھی۔ آج بھی وہ اپنی کسی دوست کے گھر گئی تو عارف کو یہاں آنے کا موقع مل سکا تھا ورنہ عام حالات میں ممکن نہ تھا کہ وہ رانیہ کے بغیر اکیلا چلا آتا.....

عارف شادی سے قبل ایک قطعاً مختلف امیج کا حامل شخص تھا۔ اپنے گھر میں وہ سب سے خود سر، سب سے اکھڑا اور سر پھرا ہوا کرتا تھا۔ جوجی میں آئے کہہ جاتا تھا، جومن میں ساتی کر گزرتا تھا..... اسے کسی بھی بات کے لیے کسی کی اجازت یا تائید کی ضرورت نہ پڑتی تھی..... رانیہ سے شادی کے بعد اس طرح کی صورت حال سے گزرنا یقیناً اس کے لیے باعث ذلت اور باعث تکلیف تھا۔ بہت بے اختیار ہو کر وہ ان تمام باتوں کا اظہار کر بیٹھا تھا ورنہ آج تک تو وہ ہمیشہ یہی تاثر دیتا چلا آ رہا تھا کہ رانیہ سے شادی کا فیصلہ اس کی بہت بڑی خوش نصیبی تھی جس نے اس کی دنیا ہی بدل کر رکھ دی..... ”خوش قسمت تو آپ ہیں بھائی.....“ زرباب کے سامنے بیٹھا وہ شکست خوردہ سا کہہ رہا تھا، ”زندگی سب کچھ ہی دے دیا آپ کو..... وہ سب کچھ جو پانے کے لیے میں نے رانیہ جیسی متکبر لڑکی سے شادی کا فیصلہ کیا، آپ کو بناء چاہے ہی مل گیا.....“ you are a very lucky person.....

کتاب گھر کی ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ

http://www.kitaabghar.com

عصمت چغتائی اردو زبان میں افسانہ نگاری کے حوالے سے ایک بڑا اور معتبر نام ہے..... منٹو کی طرح عصمت کا قلم بھی معاشرے کے حساس موضوعات کی نشاندہی کرتا رہا اور اس پر بھی اکثر اوقات فحش نگاری کا الزام لگتا رہا۔ لیکن اسکے باوجود عصمت چغتائی کے افسانے اور ناول اردو ادب کا لازمی جزو ہیں۔ **لحاف** عصمت کے 11 بہترین منتخب افسانوں کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں جوانی، لحاف، پہلی لڑکی، باندی، ایک شوہر کی خاطر، نئی دلہن، تل، عورت، خریدلو، بہو بیٹیاں اور ڈائن افسانے شامل ہیں۔ افسانوں کا یہ مجموعہ بہت جلد کتاب گھر پر پیش کیا جائے گا، جسے افسانے سیکشن میں پڑھا جاسکے گا۔

علمہ نے چونک کر عارف کی جانب دیکھا تھا..... نجانے کیا بات تھی ایسی زرباب میں..... کبھی اس کی خوش قسمتی کے قائل تھے!! وہ ڈش رکھ کر پلٹی تو سامنے لگے بڑے سے مستطیل آئینے میں اسے اپنا عکس نظر آیا..... وہ چند لمحے اپنے عکس میں کچھ تلاش کرتی رہی پھر سر جھکا کر کمرے سے نکل گئی۔ دونوں بھائی اپنے دکھ سکھ شیر کر رہے تھے، ان کے درمیان بیٹھنا سے مناسب معلوم نہ ہوا..... وہ کچن میں چلی آئی..... اسٹول پر بیٹھ کر برتن سمیٹتی ملازمہ کو دیکھنے لگی..... اس کے ذہن میں عارف کی باتیں گونج رہی تھیں.....

پھر بہت پرانی ایک آواز اسے سنائی دی۔ یہ اس کی مرحومہ ساس کی آواز تھی.....

”گھر میں قدم رکھتے ہی تم لڑکیوں کو پورے گھر پر حکومت کرنے کا خواب دکھائی دینے لگتا ہے..... مگر یاد رکھو..... یہ میرا گھر ہے..... اور یہاں وہی ہوگا..... جو مجھے منظور ہوگا..... میں کبھی دوستی بہنوں کو ایک گھر میں نہیں لاؤں گی..... دونوں ایک کر کے مجھے ایک کونے میں بٹھادیں گی.....“

پھر ایک اور آواز اسے سنائی دی..... یہ..... شاید تو بیہ تھی.....

”ہمارا بھائی قیمتی سوٹ پہن کر بڑی گاڑیوں میں گھومے گا..... شاندار آفس میں بیٹھا کرے گا..... لوگ اس کی قسمت پر رشک کریں گے..... ورنہ زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ علمہ بھابھی جیسی غریب مسکین سی ایک لڑکی آپ پسند کر کے لے آئیں گی جسے عمر بھر پالتا رہے گا..... معیار زندگی نیچے جاتا رہے گا..... کیا ہاتھ آئے گا بھلا اس کے..... عمر بھر کی محرومیوں کے سوا؟؟ زرباب بھائی کی طرح اس کے کندھے بھی شادی کے دوسرے سال ہی جھک جائیں گے.....“

پھر ایک تیسری آواز اس نے سنی..... عارف کی آواز..... ابھی کچھ دیر قبل جو کچھ اس نے زرباب سے کہا تھا.....

”خوش قسمت تو آپ ہیں بھائی..... زندگی نے سب کچھ ہی دے دیا آپ کو..... وہ سب کچھ جو پانے کے لیے میں نے رانیہ جیسی متکبر لڑکی سے شادی کا فیصلہ کیا..... آپ کو بناء چاہے ہی مل گیا you are a very lucky person.....“

علمہ اپنے خیالوں سے چونک اٹھی..... زرباب اسے ڈھونڈتا ہوا کچن تک چلا آیا تھا..... ”کب سے آوازیں لگا رہا ہوں..... تمہیں خبر ہی نہیں ہے..... نجانے کون سے خیالوں میں گم رہتی ہو آج کل.....“

علمہ گڑبڑا کر کھڑی ہوئی.....

”عارف؟“

”چلا گیا ہے.....“

”اتنی جلدی..... چائے بھی نہیں پی؟“

”رانیہ کا فون آ گیا تھا..... اسے جانا پڑا..... مجھے چائے بنا دو..... مجھے اپنی پیکنگ بھی کرنی ہے!“

وہ نروٹھے سے انداز میں کہہ کر پلٹ گیا..... علمہ کا دل نامانوس انداز میں دھڑکا..... تو پھر پیکنگ کا وقت آ گیا!! اس قدر جلدی..... ابھی تو بہت کچھ ان کہا، ان سنا ہی تھا.....

وہ دل گیری ہو کر چائے بنانے لگی..... پھر اسے خیال آیا..... زرباب کا لہجہ اس قدر مختلف کیوں تھا؟ اس کے انداز میں برہمی کیوں تھی؟ چہرے پر ایک عجیب ناگواری کی سی کیفیت تھی..... کیوں، کیوں، کیوں..... علمہ بے چین ہو گئی..... زرباب جسمانی طور پر ہی نہیں..... دلی طور پر بھی اس سے دور ہو رہا تھا.....

☆☆☆

وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنی ٹائی کی ناٹ درست کر رہا تھا۔ جب اس کی نظر کمرے کے دروازے پر کھڑی علمہ سے ٹکرائی..... زرباب نے لمحہ بھر کے لیے علمہ کے بے چین انداز اور اس نظر پر غور کیا پھر وہ دوبارہ اپنے عکس کی جانب متوجہ ہو گیا..... قیمتی گھڑی اٹھا کر کلائی پر باندھی..... پرفیوم کا اسپرے کیا..... بالوں کو ایک بار پھر سے سنوارا اور پھر ہینگر سے اپنا کوٹ نکالنے لگا..... ”لائیں زرباب..... میں پہنا دیتی ہوں.....“ علمہ تیزی سے آگے بڑھی.....

زرباب نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا..... ”میں خود پہن لوں گا..... یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے.....“ بظاہر اس نے گہری سنجیدگی سے کہا تھا لیکن اس کے انداز میں جو اجنبیت اور بے گانہ پن تھا اس نے علمہ کو ششدر کر دیا.....

”زرباب.....“ اس کے لبوں سے زرباب کا نام یوں نکلا جیسے مالا سے موتی ٹوٹ کر گرا ہو..... زرباب نے اس کی پکار پر دھیان نہ دیا..... وہ کوٹ پہن کر اپنا آپ اپنے آئینے میں جانچ رہا تھا..... علمہ آہستگی سے جا کر ڈرائنگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہو گئی.....

”آپ..... ناراض ہیں زرباب؟ کچھ غلطی ہوئی مجھ سے؟“

زرباب نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا..... علمہ کو لگا اس کی نظر میں گہرے طنز کی چھاپ تھی!

”نہیں.....“ پھر وہ بولا تھا..... ”میں بھلا کیوں ناراض ہونے لگا!“

”آپ مجھے یوں دیکھتے ہیں جیسے کسی اجنبی کو دیکھتے ہوں..... ایسا کیوں ہے زرباب؟“

”علمہ.....“ زرباب اپنا بریف کیس اٹھا کر، ٹھہر کر بولا، ”کبھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی کے ساتھ عمر کے کتنے ہی برس گزار کر بھی ہم ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے دو منزلوں کے مسافر کچھ دیر کے لیے کسی سائے تلے اکٹھے ہوئے ہوں..... ہوتا ہے نا ایسا؟؟“

علمہ کھلی آنکھوں سے اس کا وجہ چہرہ دیکھ رہی تھی..... زرباب اس کے قریب سے گزر کر باہر چلا گیا..... پھر کچھ وقت افنان کے ساتھ گزار کر وہ ایئر پورٹ روانہ ہو گیا تھا..... علمہ نے اسے سی آف کرنے کو اس کے ساتھ جانا چاہا لیکن زرباب نے اسے اس کی بھی اجازت نہ دی..... ”کیا فرق پڑتا ہے.....“ وہ بولا تھا..... ”جنہیں رخصت ہونا ہو..... وہ نہ مڑ کر دیکھتے ہیں اور نہ کسی کے روکے سے رک جاتے ہیں.....“

”میں نے کب کہا زرباب..... کہ آپ مڑ کر دیکھیں..... یا میری آواز پر رک جائیں..... یا میز پر نہ کہنے جائیں!..... میں نے تو اب تک صرف سنا ہی ہے زرباب..... کہا تو کچھ بھی نہیں اور کچھ نہ کہنے پر بھی..... نجانے وہ کون سا نا کردہ گناہ ہے..... جو میرے نامے میں درج ہو گیا ہے.....“

علمہ نے اس کی باہر جاتی ہوئی گاڑی کو پورچ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھتے ہوئے سوچا تھا ڈرائیور اسے چھوڑنے جا رہا تھا.....
 زرباب پچھلی نشست پر ساکت و صامت بیٹھا تھا..... اس نے مڑ کر پیچھے کھڑی علمہ کو دیکھنے کی کوشش نہ کی تھی!



دوسری فصل

اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ وہ انسان کو نیند میں اس کی بھولے ہوئے ماضی بلکہ مستقبل کی تصویر بھی دکھاتے ہیں۔ خواب میں وہ ماضی میں گم شدہ اپنی شخصیت کی شناخت بھی کر سکتا ہے۔ قدرت کبھی کبھی انسان کو ایسے موقع فراہم کرتی ہے۔ علیم الحق حقی نے ایک بار پھر ایک نہایت منفرد موضوع پر قلم اٹھایا اور تخلیق پائی یہ کہانی..... دوسری فصل، جسکی بنیاد ہندوؤں کے عقیدہ آواگون (دوسرا جنم) پر رکھی گئی ہے۔

ناول سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

پوچھے ہے جیا

تم کون پیا!!

تم زندگی تھے!

یا اجنبی تھے؟؟

پر میرے لیے

اک روشنی تھے!!

تم روٹھ گئے

تو ایسا لگے

ہرست گھٹا.....

ہرست دھواں.....

دن اور رات عجب سی بے کیفی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے..... زرباب کی یاد اب بھی پہلے کی طرح بے قرار رکھتی تھی لیکن پہلے اس بے قراری میں بھی ایک خوشی چھپی ہوئی ہوتی تھی..... اب کی بار اس بے قراری میں اداسی اور دل گیری تھی..... ایک خوف تھا..... دوسرہ اور اندیشہ تھا..... وہ کیوں اس سے گریزاں ہوا تھا؟

اس کے انداز میں ہمیشہ والی گرم خوشی اس مرتبہ ناپید کیوں ہوئی تھی؟

اسے علمہ سے شکایت کیونکر ہوئی تھی؟ علمہ نے تو اپنی جانب سے اسے وہی محبت وہی توجہ وہی ہمیشہ والا سکون دینے کی پوری کوشش کی تھی..... پھر ایسا کیوں ہوا کہ زرباب اتنی بے دلی اور بے گانے پن سے الوداع کہہ کر گیا تھا؟ بہت سے سوالیہ نشان تھے جو اس کے ارد گرد چکراتے رہتے تھے اور علمہ کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا.....

زرباب کا فون پہلے ہر دوسرے دن آ جایا کرتا تھا لیکن اب کئی کئی روز گزر جاتے تھے اور وہ فون نہ کرتا تھا..... علمہ اپنے سیل فون یا لینڈ لائن نمبر کی بیل بجنے پر ہر کام چھوڑ کے دیوانہ وار بھاگتی تھی لیکن سیمہ کا فون ہوتا تو کبھی ارما کا..... اور کبھی کبھار رامش کا..... جو اکثر اس کا حال احوال پوچھا کرتا تھا..... نجانے کیا بات تھی علمہ اب تک اپنی اداسی اور پریشانی کسی سے بھی شیئر نہ کر پائی تھی.....

زرباب کی بے اہمیتائی کا ذکر کسی سے کرنا اس کے لیے شاید ممکن ہی نہ تھا..... زرباب اس کا لباس تھا..... اس کا سنا بان..... اس کی محبت

..... زرباب کے لیے کسی نے کچھ کہنا اپنی محبت کی بے توقیری کو محسوس کرنا تھا..... علمہ اپنی محبت کی بے توقیری محسوس کرتی تو جینا اس کے لیے آسان نہ رہتا..... سو کسی خوش کن لمحے کی چاہ میں وہ بہت سے اداس دنوں کو بناء جیے ہی گزارے جاتی تھی۔ سیمہ کے یہاں بیٹا ہوا اور اراما کے یہاں ایک پیاری سی بیٹی نے جنم لیا تو بے کیف دنوں نے کچھ عرصے کے لیے اس خوبصورت بنگلے کو خیر باد کہا..... علمہ نے ان دنوں کو پھر سے اپنے پاس بلا لیا تھا..... چار بچوں کی موجودگی سے گھر، گھر لگنے لگا..... کہیں افنان اور گرگیا کھیلتے ہوئے نظر آتے تو کہیں سیمہ کا بیٹا اور اراما کی بیٹی رو رو کر شور مچائے رکھتے..... وہ دونوں ان کے رونے سے عاجز آ جاتی تھیں لیکن علمہ ان کے رونے سے بھی خوش ہوا کرتی تھی..... وہ اپنے اندر کے سناٹے اور اس بڑے، خوبصورت سے گھر کے سناٹے سے اکتا گئی تھی..... اسے آوازوں کی، ہلچل کی، ہنگامے کی ضرورت تھی..... خواہ وہ ہلچل چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازوں کی ہی کیوں نہ ہوتی..... وہ ہنگامے چھوٹے چھوٹے کھلونے کے پیچھے لڑائی کی صورت ہی کیوں نہ برپا ہوئے ہوتے..... ایسا ہی ایک دن تھا جب افنان اور گرگیا آگے پیچھے بھاگ رہے تھے..... سیمہ اور اراما برآمدے کی دھوپ میں بیٹھی کینو چھیل چھیل کر مزے سے کھا رہی تھیں اور علمہ اراما کی بیٹی کو نہلا کر کپڑے پہنا رہی تھی جب ملازمہ نے کسی کی آمد کی خبر دی..... چند لمحوں میں عارف وہاں موجود تھا..... علمہ نے مسکرا کر گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا جبکہ سیمہ اور اراما قدرے بے مزہ سی ہو کر وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئیں.....

عارف ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا..... نجانے کیوں اس کا چہرہ اور آنکھیں بھی خالی خالی سی لگتی تھیں..... وہ افنان اور گرگیا کو دیکھ رہا تھا..... ”کیسے ہو عارف..... بہت دن بعد آئے ہو..... رانیہ کو لے آتے ساتھ!“ علمہ اراما کی بیٹی کو اندر لٹا کر آئی تو عارف کو گم صم سا پا کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی.....

عارف نے اپنے خیالوں سے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

”رانیہ کو.....“ وہ یوں بولا جیسے علمہ نے کسی اجنبی کے متعلق کچھ پوچھا ہو.....

”ہاں..... مصروف تھی کیا؟“

”شاید.....“ وہ چند لمحوں بعد بولا، ”مجھے تو ایسا لگتا ہے بھابی..... سبھی مصروف ہیں وہاں..... سوائے میرے ایک میں ہی فارغ ہوں.....“

علمہ کو اس کا طرز تکلم کچھ عجیب سا معلوم ہوا تھا..... اس نے عارف کو غور سے دیکھا..... اس کی رنگت زرد ہو چلی تھی..... چہرے پر وحشت کا ڈیرا تھا..... اس نے کافی دنوں سے شیو بھی نہیں بنائی تھی.....

”کیا بات ہے عارف..... ایسا لگتا ہے تم کچھ بیمار رہے ہو پچھلے دنوں!“ وہ ہمدردی سے بولی.....

”میں بیمار ہی ہوں بھابی..... پچھلے دنوں سے نہیں..... ایک طویل عرصے سے..... شاید کئی سالوں سے.....“

”کیا بیماری ہے؟“ علمہ گھبرا گئی.....

”حسد، شک، وہم، وسوسے..... مقابلہ بازی..... ایسی بہت سی بیماریاں..... نجانے کب طے لاق ہیں.....“ وہ گم صم سا بولا.....

علمہ کو عارف کی ذہنی حالت پر شک گزرا..... وہ اسے اپنے حواسوں میں نہ لگتا تھا.....

”عارف..... تمہیں آرام کی ضرورت ہے..... تم کچھ دیر کے لیے ریسٹ کرو..... اندر لیٹ جاؤ..... میں چائے بنا دیتی ہوں.....“

”نہیں نہیں.....“ وہ گھبرا کر بولا، ”میں اب چلوں گا..... بس آپ سے ملنے آیا تھا..... مل لیا..... اب میں جاؤں گا!“

”کہاں جانا ہے..... گھر ہی جاؤ گے..... تو یہ بھی تو تمہارا ہی گھر ہے.....“

عارف بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا.....

”بھابھی..... ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا!“

”کس لیے؟“ علمہ ہونق رہ گئی.....

”میں آپ سے ہر بات کی معافی مانگ رہا ہوں..... اب تک میری طرف سے آپ کو جو بھی تکلیف پہنچی.....“

”لیکن مجھے تو تمہاری جانب سے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی عارف!“

”آپ کا دل بہت بڑا ہے..... اتنے بڑے دل والے بھی کبھی کبھی بہت بڑی چوٹ کھاتے ہیں!“ علمہ کے دل کو اس کے الفاظ سے دھچکا

ساگتا تھا..... لیکن عارف اس کے چہرے کا رنگ دیکھنے کے لیے رکا نہیں..... وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا.....

☆

زرباب کو گئے تین ماہ بہت آہستگی سے گزر گئے تھے..... کوئی آہٹ، کوئی چاپ کئے بنا..... اس عرصے میں علمہ نے صرف اپنے دل کی

دھڑکنوں کو گنا تھا..... دوسرا کوئی کام اسے نہیں تھا..... اور اب وہ صرف زرباب کی آمد کی خبر سننا چاہتی تھی۔ اب دن کا ثنا بھی مشکل ہو رہے تھے اور

راتیں بھی..... ایسے میں زرباب کے فون کی خبر اس کے لیے بہت خوشگوار ثابت ہوئی تھی..... وہ اس وقت لان کی عقی دیوار پر مالی سے بیل چڑھوا رہی

تھی..... ملازمہ نے اسے فون کی بابت بتایا تو وہ مالی کو سیڑھی پر ہی چھوڑ کر بھاگتی ہوئی اندر چلی آئی..... اس کا سانس پھول رہا تھا..... افنان ریسپور

سنجبالے زرباب سے محو گفتگو تھا..... علمہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ریسپور لے لیا.....

”ہیلو زرباب!“ اس نے نکلتے لہجے میں کہا..... اسے امید تھی زرباب اسے اپنی آمد کے بارے میں مطلع کرے گا.....

”دوسری جانب چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر وہ بولا.....“

”تم نے افنان سے فون کیوں لیا.....؟ مجھے اس سے بات کر لینے دو!“

علمہ کو لگا ڈھیروں پانی اس کے اوپر سے گزر گیا ہو..... اس نے فون افنان کو دے دیا وہ زرباب سے مختلف کھلونوں کی فرمائشیں کر رہا تھا

..... پھر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اس نے فون علمہ کو تھما دیا اور بھاگتا ہوا باہر چلا گیا.....

”ہیلو زرباب..... کیسے ہیں آپ!“ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا..... ”میں ٹھیک ہوں.....“ وہ مضروف سے

انداز بولا.....

”آپ..... کب آرہے ہیں؟“

”کچھ کہہ نہیں سکتا..... میں نے اس مرتبہ اپنی چھٹی کینسل کروالی ہے۔ مجھے اسکاٹ لینڈ جانا ہے..... کمپنی کا کام بھی ہے اور یہاں جو دوست وغیرہ ہیں وہ بھی اصرار کر رہے ہیں، ہو سکتا ہے میں تین ماہ بعد ہی آ سکوں..... تمہیں کوئی پرالیم تو نہیں ہے؟؟ ویسے ہونا تو نہیں چاہیے..... رقم میں نے تمہارے اکاؤنٹ میں بھیج دی ہے چیک کر لینا.....“

علمہ دونوں ہاتھوں میں ریسیور تھامے خاموش کھڑی تھی..... دل اسے پکار رہا تھا، لب بہت کچھ کہنا چاہتے تھے، پوچھنا چاہتے تھے لیکن وہ فون بند کر چکا تھا..... علمہ کو کافی دیر بعد احساس ہوا کہ وہ مسلسل انگیج ٹون سن رہی ہے..... اس نے فون کریڈل پر رکھ دیا..... دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتی ہوئی وہ پھر لان میں چلی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

http://kitaabghar.com ☆

http://kitaabghar.com

عارف اور رانیہ کی علیحدگی کی خبر اسے ثوبیہ نے دی تھی..... خبر سن کر علمہ سے کچھ دیر کے لیے سانس لینا دشوار ہو گیا تھا..... عارف رانیہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر ثوبیہ کے پاس یو اے ای چلا گیا تھا۔ وہاں ثوبیہ کے شوہر نے اس کے لیے چھوٹی موٹی نوکری کا بندوبست کر دیا تھا۔ اب وہ وہیں رہائش پذیر تھا..... گہرے دکھ کے بوجھ تلے علمہ خاموش تھی لیکن ثوبیہ بے حد جذباتی پن سے بول رہی تھی..... ”اچھا ہی ہوا بھابی اس چڑیل نما سے پیچھا چھوٹا عارف کا..... زندگی کو مذاق بنا دیا تھا اس نے..... وہ کونسی نہیں قید خانہ تھی جہاں بولنے، ہنسنے، حتیٰ کہ سانس لینے پر بھی پابندی تھی..... عارف نے شاید کبھی آپ سے کچھ کہا نہ ہو لیکن سچ یہ ہے کہ عارف نے ایک بے حد غلط فیصلہ کیا تھا جس کی اس نے جی بھر سزا بھگتی ہے..... اب کچھ عرصہ تڑپے گا ضرور لیکن پھر پرسکون ہو جائے گا.....“

”خدا کرے ایسا ہی ہو.....“ علمہ مدھم آواز میں بولی.....

”آپ عارف کے لیے اچھی سی لڑکی ڈھونڈیں بھابی..... بالکل آپ جیسی ہو..... خوبصورت، خوب سیرت، سلیقہ شعار..... زندگی کو جنت بنادینے والی لڑکی..... آپ تو زرباب بھائی کو لگی ہوئی دعا ہو..... سچ ہی تو ہے..... عارف بھائی نے امی کو دکھ دیا تھا اور زرباب بھائی نے ان کی بھرپور خدمت کی تھی..... دونوں نے ہی اپنے کیے کا پھل پایا ہے.....“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

http://kitaabghar.com ☆

”بہت خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ ثوبیہ..... جنہیں کسی کی دعا لگ جاتی ہے اور وہ اپنے کیے کا پھل پالیتے ہیں..... ورنہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ابر کی صورت اپنا آپ برسا کر بھی خالی رہتے ہیں..... وجود سے عدم بن جاتے ہیں..... اپنا آپ گنوا کر بھی ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں..... کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں!“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام سے جو بادل چڑھتے چلے آ رہے تھے انہوں نے یکبارگی سیاہ چولا پہنا، گھنگھور زلفیں کھولیں اور زور و شور سے آہ و بکا کرنے لگے..... ہوا بھی ان کی ہم نوا بن گئی..... ان کے کہنے پر اپنے پرکھول کر افق تا افق چیختی چنگھاڑتی، دلوں کو سہانے لگی..... درخت سر پیٹنے لگے..... آپس میں

لپٹ لپٹ ایک دوسرے کا احوال سننے لگے..... مینہ موسلا دھار برسا شروع ہوا تو چند گھنٹوں میں گھنٹوں گھنٹوں پانی کھڑا ہو گیا..... علمہ افغان کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی..... ہاتھ میں تسبیح لیے، جو یاد آتا، پڑھتی جا رہی تھی..... اسے ایسے موسم سے خوف محسوس ہوتا تھا اور فی الوقت تنہائی اس کے خوف میں مزید اضافے کا باعث تھی..... دل میں شدید خواہش تھی کہ کاش کوئی اپنا چلا آئے، جس کے آنے سے دل کو جکڑتا خوف اپنی موت آپ مر جائے..... لیکن کس اپنے کی خواہش کرتی وہ! وہ تو اپنوں کو ترسی ہوئی ایک معصوم، تنہا عورت تھی.....

کال بیل کی آواز نے اسے مزید خوف سے دوچار کیا تھا..... اس طوفانی بارش میں کون دیوانہ تھا جو گھر سے نکلا تھا اور یہاں تک چلا بھی آیا تھا.....

”کون ہے!“ علمہ نے انٹرکام پر پوچھا.....

”میں ہوں..... رامش!“

تسلی و اطمینان کے کئی باب وا ہوئے تھے! علمہ کو اپنے اندر توانائی دوڑتی محسوس ہوئی..... افغان کو سینے سے لگائے، دوسرے ہاتھ میں چھتری لیے وہ گیٹ تک چلی آئی..... وہ باہر کھڑا بری طرح بھیگ رہا تھا..... علمہ نے چھتری اسے دینا چاہی لیکن وہ انکار کرتا پورچ میں چلا آیا..... اسے کھانسی ہو رہی تھی.....

”رامش..... آپ اندر آئیں.....“ علمہ اندر کی جانب بڑھتے ہوئے بولی.....

”نہیں.....“ رامش نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا، ”میں یہاں ٹھیک ہوں.....“

”لیکن کیوں؟“ علمہ حیران ہوئی، ”آپ بھیکے ہوئے ہیں..... آپ کو کھانسی ہو رہی ہے..... آپ اندر آ کر چیخ کریں..... میں آپ کو چائے بنا کر دیتی ہوں.....“

”آپ مجھے ایک کرسی دے دیں.....“ وہ کھانستے ہوئے بولا، ”میں یہیں ٹھیک ہوں..... میری گاڑی پچھلے مین روڈ پر بند ہو گئی ہے..... میں نے ڈرائیور کو فون کیا ہے وہ دوسری گاڑی لے کر آتا ہی ہوگا..... اتنی دیر کے لیے آپ کی چھت مستعار لی ہے میں نے!“

”علمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے..... اپنے ہی دیئے ہوئے گھر کی چھت کو مستعار لیے ہوئے وہ شخص کتنا اونچا، کتنا عظیم لگا تھا اسے..... وہ

چاہتی بھی تو بیان نہ کر پاتی.....

”رامش..... پلیز!“ وہ نرمی اور التجا سے بولی، ”میں نے کبھی آپ سے اس طرح کی ریکیوٹ نہیں کی..... آج کر رہی ہوں..... اندر آ جائیے..... یہاں بہت سردی ہے اور آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں..... پلیز.....“

رامش کے چہرے پر سخت تذبذب تھا..... پھر وہ سر جھکا کر علمہ کے پیچھے چل دیا..... لاؤنج میں دونوں آگے پیچھے پہنچے تھے.....

”آپ.....“

”علمہ نے کچھ کہنا چاہا تھا اس نے پہلے ہی ہر طرف گھپ اندھیرا ہو گیا..... لائٹ چلی گئی تھی..... مائی گاڈ.....“ رامش نے اختیار بولا.....

”میں کینڈل جلاتی ہوں.....“ اندھیرے میں علمہ کی پرسکون آواز ابھری تھی.....

کچن میں آ کر اس نے کینڈل اسٹینڈ پر لگی تمام کینڈلز جلا دیں..... پھر دوسرے اسٹینڈ کی کینڈلز جلا کر اس نے لاؤنج میں کھڑے رامش کو دیکھا تھا.....

”میں یہ اسٹینڈ ادھر کمرے میں رکھ دیتی ہوں..... الماری میں زرباب کے کپڑے ہیں آپ لباس تبدیل کر لیں ورنہ آپ کی طبیعت مزید خراب ہو سکتی ہے.....“

”علمہ..... میرا خیال ہے..... میں چلتا ہوں.....“

”جب تک ڈرائیور آئے گا میں کم از کم چائے تو پلا سکتی ہوں آپ کو!“

رامش کو احساس ہوا کہ علمہ کے لیے یہ صورتحال کسی بھی پریشانی کا سبب نہ تھی..... وہ بالکل مطمئن تھی..... افغان کو مسلسل گود میں لیے وہ عجب طرح کا تحفظ محسوس کر رہی تھی..... پھر اس کے لہجے میں اتنی قطعیت اور اپنائیت تھی کہ کسی طرح کے انکار کا جواز ہی نہ تھا.....

علمہ کچن میں آ کر چائے بنانے لگی۔ اس کے دل میں اب کسی طرح کا کوئی ڈر خوف نہ تھا..... آندھی، طوفان، شائیں شائیں کرتے، سر ٹکراتے درخت، گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا گھر، کہیں کہیں لہراتے موم بتیوں کے شعلوں کے سائے..... اسے کسی چیز سے خوف محسوس نہ ہو رہا تھا.....

..... رخسار دل پر کسی کے دستِ تسلی نے بہت نرمی سے تھپکی دی تھی.....

چائے کے دو کپ بنا کر وہ لاؤنج میں آئی تو رامش زرباب کا شلوار شوٹ پہنے صوفے پر بیٹھا تھا..... اس کی انگلیوں میں سگار تھا! علمہ نے پہلی مرتبہ اسے سگار پیتے دیکھا تھا.....

علمہ نے اس کا کپ اس کے سامنے رکھا.....

”شکریہ!“ وہ مدھم آواز میں بولا.....

وہ دوسرا کپ لے کر مقابل صوفے پر بیٹھ گئی تھی.....

”آپ یوں تنہائی میں خوفزدہ نہیں ہوتیں؟“ رامش نے اسے سامنے پا کر سگارا لیش ٹرے میں ڈال دیا تھا.....

”کبھی ہو بھی جاتی ہوں..... لیکن..... کیا کیا جاسکتا ہے!“ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی.....

”آپ..... زرباب کے پاس چلی جائیں.....“ وہ کچھ دیر بعد بولا، ”میں نہیں سمجھتا آپ کا یوں تنہا رہنا مناسب ہے.....“

”زرباب..... کو ایسے ہی مناسب لگتا ہے!“ علمہ آہستگی سے بولی.....

”کیوں.....“ وہ بے اختیار بولا پھر شرمندہ سا ہو گیا،

”سوری..... میں آپ کی زندگی میں زیادہ ہی مداخلت کرنے لگا ہوں شاید.....“

علمہ خاموشی سے چائے پینے لگی.....

”یا پھر میں بھائی صاحب سے کہہ کر زرباب کی پوسٹنگ یہیں کروا دیتا ہوں.....“ رامش نے اپنے طور پر ہی فیصلہ کیا تھا..... ”کب تک

یونہی تنہائی کی زندگی گزاریں گی آپ؟“
 ”آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے!“ دفعتاً علمہ بولی، ”آپ..... کب تک یوں تنہائی کی زندگی گزاریں گے؟ اپنے بارے میں کبھی سوچا ہے آپ نے؟“

”میں کہاں تنہا ہوں علمہ..... آپ مجھے تنہا نہ سمجھا کریں!“ وہ دھیرے سے بولا.....
 ”پھر بھی رامش..... ایسی باتوں سے زندگی نہیں گزرتی.....“

”گزرتی.....“
 ”گزر رہی ہے.....“
<http://kitaabghar.com> <http://kitaabghar.com>

”کسی کو اپنی زندگی میں شامل کر کے تو دیکھیں..... اپنے لیے نہ سہی، کسی اور کے لیے سہی!“
 اس لمحے لائٹ آگئی تھی..... علمہ نے اٹھ کر موم بتیاں بجھا دیں..... باہر گاڑی کا ہارن بجاتا تھا.....
 ”میرا خیال ہے ڈرائیور آگیا.....“ رامش اٹھ کھڑا ہوا، ”میں چلتا ہوں!“

”جو کچھ میں نے کہا، اسے یاد رکھیے گا..... اس انتظار لا حاصل کی کیفیت سے نکل آئیں رامش یہی ہم سب کے لیے بہتر ہے!“
 رامش نے بے حد چونک کر اسے دیکھا تھا..... کچھ دیر کے لیے وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا رہا تھا.....
 ”انتظار لا حاصل!“ پھر وہ زریب بولا، ”آپ کیسے جانتی ہیں؟؟“
 علمہ نے جواب نہ دیا..... سر جھکا کر رہ گئی تھی.....

”خدا حافظ!“ رامش آہستگی سے بول کر چلا گیا تھا..... ”دروازہ بند کر لیں!“

علمہ اپنی جگہ پر آ بیٹھی..... افنان سو گیا تھا..... علمہ اسے بستر پر لٹانے کے خیال سے اٹھ کر کمرے میں چلی آئی..... افنان کو بستر پر لٹا کر، اس کے ماتھے پر اسے بال سمیٹ کر علمہ کچھ دیر اس کے قریب بیٹھی اس کا چہرہ دیکھتی رہی..... وہ بالکل زرباب پر گیا تھا..... وہی آنکھیں، وہی لب، وہی پیشانی..... علمہ نے جذب کے عالم میں اس کی پیشانی چوم لی..... پھر کا ایک اسے خیال آیا..... باہر کا گیٹ کھلا تھا..... وہ اتنے بڑے گھر میں اکیلی تھی..... پھر یہ خطرناک موسم اوہ اٹھی پھر اس کے ہونٹوں سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی..... دروازے پر کوئی کھڑا تھا..... علمہ کا دل سہا پھر خوشی سے کھل اٹھا..... وہ زرباب تھا..... زرباب کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا!

”زرباب.....“ علمہ تیزی سے اس کے قریب پہنچی تھی..... اس کے ہاتھوں نے زرباب کے کاندھوں کو چھوا، ”زرباب..... آپ..... یوں اچانک..... بغیر کسی اطلاع کے..... میرا ہارٹ ٹیل ہو جاتا تو“ زرباب کے ہاتھوں نے آہستگی سے اس کے ہاتھوں کو تھما پھر خود سے الگ کر دیا.....
 ”کون تھا یہاں.....“ کچھ دیر پہلے..... اس کے لہجے میں سرد مہری، آنکھوں میں بے اعتباری، چہرے پر بلا کی اجنبیت تھی.....
 علمہ ساکت رہ گئی۔ اس سے کچھ جواب نہ دیا گیا..... وہ زرباب کی بے اعتبار آنکھوں میں اپنا مقام تلاش کرنے لگی.....

”بولو..... جواب دو!“ زرباب نے اس کے کاندھے پکڑ کر اسے جھنجھوڑ دیا، ”کون تھا یہاں؟؟ اس موسم میں، اس تنہائی میں..... اس برستی بارش میں..... کس کے ساتھ تھیں تم؟؟“

<http://kitaabghar.com>

علمہ کسی پتھر کے بت کی مانند ساکت کھڑی تھی.....

”میں نے خود..... اپنی آنکھوں سے اسے یہاں سے نکل کر جاتے دیکھا ہے علمہ..... اس کے قدموں کے نشان ہمارے بیڈروم تک جا رہے ہیں..... اس کا لباس میرے واش روم میں موجود ہے..... اس کی انگوٹھی..... اس کا سگار باکس..... سب میرے کمرے میں پڑا میرا منہ چڑا رہا ہے..... میری نایاب موس کا مذاق اڑا رہا ہے..... تم نے علمہ..... تم نے مجھے جیتے جی مار دیا..... مار دیا مجھے.....“ یکا یک زرباب نے دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا پکڑ لیا.....

<http://kitaabghar.com>

”تمہاری جیسی معصوم صورت اور مکروہ سیرت عورتوں کا مرجانا بہتر ہے..... تمہیں مرجانا چاہیے علمہ..... جو اپنے شوہروں کے اعتماد، اعتبار اور عزت کو دھجی دھجی کر کے بکھیر دیتی ہیں علمہ..... تمہیں مرجانا چاہیے.....“

علمہ کے لبوں سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلی تھیں..... افغان اٹھ کر رونے لگا..... پھر وہ بستر سے اتر کر دوڑتا ہوا ان دونوں تک چلا آیا تھا.....

”مما کو چھوڑو..... ممما کو چھوڑو.....“ وہ زرباب کا پانچہ کھینچنے لگا.....

”زرباب! ہوش میں آ گیا تھا..... اس نے علمہ کو چھوڑا تو وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح فرش پر گر گئی تھی..... افغان اس کا چہرہ تھام کر زور زور سے رونے لگا..... اسے آوازیں دینے لگا.....

”زرباب.....“ وہ کراہی.....

”زرباب.....“ پھر وہ قدرے ہوش میں آ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی.....

”زرباب!“ پھر وہ پوری طاقت سے چیختی تھی، ”زرباب..... آپ ایسا نہیں کہہ سکتے..... زرباب آپ ایسا نہیں کر سکتے..... زرباب جھوٹ ہے یہ..... بہتان ہے..... خدا کے واسطے مجھے چھوڑ کر نہ جائیں..... خدا کے واسطے مجھے چھوڑ کر مت جائیں زرباب.....“

اپنا سامان واپس لے جاتے زرباب کے کانوں سے اس کی آوازیں ٹکرائیں تھیں لیکن وہ اندھا اور بہرا ہو چکا تھا..... عین اسی دماغ کے واسطے اس نے واپس ایئر پورٹ چلنے کے لیے کہا تھا!



اس نے پھر کبھی دوبارہ مڑ کر نہ دیکھا تھا..... کتنے ہی دن، کتنے ہی ماہ و سال زمانے کی گردش میں گم ہوتے چلے گئے تھے..... یو کے لوٹنے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام جو کیا تھا وہ کمپنی کو ریزائن کرنا تھا..... رامش حسن کی کمپنی میں ملنے والی پُر آسائش نوکری کولات مار کر اس نے ایک دلی سکون محسوس کیا تھا..... یوں بھی پچھلے ماہ اسے اسکاٹ لینڈ میں جس نوکری کی آفر ہوئی تھی وہ اس نوکری کی نسبت زیادہ معقول اور پُرکشش تھی..... وہ پاکستان گیا بھی اسی لیے تھا کہ وہاں جا کر علمہ سے یہ کہہ سکے کہ وہ رامش حسن کی دی ہوئی، خیرات میں ملی ہوئی یہ نوکری ٹھکرا رہا ہے۔ اس کے تمام انتظامات مکمل تھے اس لئے اسے کسی بھی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا اور نئی نوکری اس کی جھولی میں پکے ہوئے پھل کی طرح آن گری..... سب کچھ

پیچھے رہ گیا تھا۔ سب کچھ..... اس کے قدم ایک بار جو چلے تو پھر تھمنا بھول گئے تھے..... وہ آگے، آگے اور بہت آگے چلا گیا..... پیچھے رہ جانے والوں میں اسے اگر کسی کی یاد سنا تھی تو وہ اس کا بیٹا تھا..... اپنے بیٹے کے سوا اس نے کبھی بھی کسی کو یاد نہ کیا تھا..... وہ کسی کو یاد بھی کیوں کرتا؟؟ کسی نے بھلا اسے دیا ہی کیا تھا؟ سوائے ایک احساس زیاں کے! زندگی کے کئی قیمتی برس ضائع ہو جانے کا احساس رگ جاں کو چھیدتا ہوا، کاٹتا ہوا احساس..... ایسا احساس جو اسے یورپ کی برقی سردی کو بھلا دیتا تھا..... اسے آتش دان میں دھکی لکڑیوں کی ضرورت نہ پڑتی تھی..... اس کے دل کے اندر ہزار ہا آتش دان دھک اٹھتے تھے!

وہ کچھ سے بے مردانہ جوتوں کے نشان..... جو اس کے کمرے تک چلے گئے تھے.....
 کھلی ہوئی الماری..... واش روم میں لٹکتا، گیلیا، مردانہ سوٹ جس سے نکلتی خوشبو کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا..... وہ سائینڈ نیبل پر پڑی ہوئی ہیرے کی انگٹھی..... اس نے کئی بار اس کی انگلی میں دیکھی تھی..... سگار باکس بھی اس کے لیے انجان نہ تھا..... لاؤنج کی میز پر رکھے ایش ٹرے میں پڑا سگار کا ٹکڑا اس وقت بھی دھواں چھوڑ رہا تھا..... سینئر نیبل پر چائے کے دھگ تھے وہ نجانے کب سے وہاں تھا..... نجانے کتنا وقت اس نے وہاں گزارا تھا..... نجانے ان دونوں نے آپس میں کتنی باتیں کی تھیں..... نجانے وہ دونوں کتنا ہنسے تھے..... نجانے ان دونوں نے کیا کچھ ڈس کس کیا تھا..... شادی سے قبل کا معاشقہ، شادی کے بعد کا رابطہ..... زرباب کا اندھا اعتماد..... زرباب کی بے وقوفیاں..... وہ سب کچھ ڈس کس کر کے کتنا ہنسے ہوں گے..... وہ جب دروازے پر کھڑا تھا..... علمہ مسکرا رہی تھی..... علمہ کی آنکھوں میں گزرے لمحوں کی یاد تھی..... علمہ اسے دیکھ کر ڈر گئی تھی..... علمہ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا..... پھر اس نے خود پر قابو پالیا تھا!

کیوں یاد کرتا وہ یہ سب کچھ؟ کیوں؟ کیا حاصل تھا اس یاد سے؟ یورپ میں اس یاد کو بھلانے کے لیے ”بہت کچھ“ تھا..... زرباب اس ”سب کچھ“ میں کھو گیا..... وہ کون تھا، کہاں سے آیا تھا، کس کو چھوڑ کر آیا تھا، اسے یاد نہ رہا تھا!

☆
 کئی برس بعد اسے اپنا ایک پرانا کولیک ملا تھا..... زرباب جب رامش کی کمپنی کے توسط سے یہاں آیا تھا تب یہی کولیک اس کے ساتھ تھا..... وہ اسے جانتا تھا..... زرباب نے اس سے کترا کر گزرتا چاہا تو اس نے زرباب کو کافی کی پیشکش کر دی..... موسم کافی بہتر تھا اور کافی کا نمونہ بھی تھا..... دونوں کافی شاپ پر چلے آئے تھے۔

”بہت آگے چلے گئے ہو تم.....“ عبدالباری کافی گانگ اس کے سامنے رکھ کر بولا تھا.....
 ”وقت بھی تو..... آگے چلا گیا ہے.....“ زرباب نے گرم کافی کا گھونٹ بھرا.....
 ”ہاں لیکن..... اتنے وقت میں اتنی ترقی..... کم ہی لوگ کر پاتے ہیں..... مجھے دیکھو..... گنتی کی تر قیاں ہوئی ہیں ان دنوں سالوں میں.....“
 ”دس سال!“ زرباب کی آنکھوں میں دھند سی لہرائی، دس سال گزر گئے..... پتہ ہی نہیں چلا..... عبدالباری ہنس دیا.....
 ”وقت گزرنے کا پتہ کب چلتا ہے میرے بھائی..... وقت تو بہتا دریا ہے..... اس کا بہاؤ اتنا تیز اور یکساں ہے کہ سانس لینے کی مہلت

نہیں ملتی..... خیر..... تم سناؤ..... فیملی کو لے آئے یہاں یا اب تک فیملی وہیں ہے؟“
 زرباب لمحہ بھر کے لیے رکا..... پھر کافی کے گھونٹ بھرنے لگا.....
 ”میں نے یہاں شادی کر لی تھی.....“ پھر وہ بولا، ”سات سال پہلے!“

”اوہ.....“ عبدالباری کو حیرت ہوئی پھر وہ اسے چھپا گیا..... ”اچھا..... خیر..... عام سی بات ہے!“

ان دونوں نے چند لمحے معمول کی گفتگو کی، موسم، یورپ اور لوگوں کے متعلق..... پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے.....

”زندگی رہی تو پھر کبھی ملیں گے.....“ عبدالباری مصافحہ کرتے ہوئے بولا، ”ویسے بھی میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے..... اٹلی میں ہوتے ہیں اپنے رامش صاحب..... انہوں نے اپنے پاس بلا لیا ہے!“
 زرباب کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا..... اتنی سردی میں بھی اس نے اپنے کانوں کے قریب پسینے کے قطرے ابھرتے محسوس کیے.....
 ”رامش!“ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آہستگی سے بول پڑا تھا.....

”ہاں..... رامش حسن! وہ بھی گذشتہ آٹھ برسوں سے یونہی ملک ملک پھر رہے ہیں.....“

”شادی..... نہیں کی انہوں نے؟“

”شادی؟ کر لی ہے کب کی.....“ عبدالباری مسکرایا، ”سنا ہے کسی بیوہ یا مطلقہ سے کی ہے۔ صحیح معلوم نہیں مجھے..... ایک بیٹا بھی ہے اس عورت کا.....“ رامش صاحب اسے اپنے بیٹے کی طرح عزیز رکھتے ہیں..... اکثر میں نے اسے ان کے ساتھ ہی دیکھا ہے!“
 زرباب کو لگا، وہ کچھ دیر اور وہاں ٹھہرا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گا..... اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں..... اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا..... نجانے کس طرح وہ وہاں سے نکلا تھا..... کس طرح اپنی گاڑی تک پہنچا تھا..... پھر گاڑی کے سارے شیشے بند کر کے وہ بہت دیر تک اندر بیٹھا روتا رہا تھا!



یہ گلیاں یہ چوہاں

کتاب گھر پر عشق کا عین اور عشق کا شین پیش کرنے کے بعد اب پیش کرتے ہیں عشق کا شین (II)
 عشق مجازی کے ریگزاروں سے عشق حقیقی کے گلزاروں تک کے سفر کی روداد..... امجد جاوید کی لازوال تحریر۔ عشق کا شین (II) کتاب گھر کے معاشرتی رومانی ناول سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

کتنے ہی دن، کتنے ہی موسم، کتنے ہی ماہ و سال اور گزرے تھے..... اسے ثوبیہ کی بیٹی کی شادی کا کارڈ ملا تو اسے حیرت ہوئی! زندگی کس قدر جلد گزر جانے والی چیز کا نام ہے.....
 ثوبیہ کی بیٹی کی شادی؟؟ ابھی کل کی بات لگتی ہے..... وہ ثوبیہ کی شادی کے لیے فکر مند تھا! کس دقت سے، لوگوں سے قرض لے کر، کتنا کچھ بچ کر اس نے ثوبیہ کی شادی کی تھی..... نجانے کیا کچھ یاد آ گیا تھا! وہ سر جھٹک کر خود کو ایر پورٹ کی گہما گہمی میں مگن کرنے کی کوشش کرنے لگا.....
 ثوبیہ اور اس کا شوہر اب ابو ظہبی میں رہائش پذیر تھے..... ثوبیہ کے شوہر نے بھی ان برسوں میں کافی ترقی کر لی تھی..... اس کا اپنا بزنس اور اپنا گھر تھا..... ثوبیہ کو اپنے گھر میں خوش اور مطمئن دیکھ کر زرباب کو بہت خوشی اور اطمینان محسوس ہوا تھا لیکن ثوبیہ اس کے سینے سے سر لگا کر بہت روئی..... اس کے آنسوؤں سے زرباب کی قمیض گیلی ہو گئی.....
 ”میرے دونوں بھائی..... دونوں بھائی خوش نہ رہ سکے.....“ وہ سسکیاں لیتی رہی.....

”قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے ثوبیہ..... تم غم نہ کرو، میں جہاں ہوں، جیسا ہوں خوش ہوں.....“

ثوبیہ کے آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے..... وہ روئے جاتی تھی..... زرباب کو اس کے آنسوؤں میں عجب سی کیفیت نظر آئی..... یہ کیفیت عرصے بعد بھائی سے ملنے کی نہ تھی..... یہ کیفیت بھائی کا دکھ محسوس کرنے کی نہ تھی..... یہ بیٹی سے بچھڑنے کے خوف کی بھی نہ تھی..... زرباب ثوبیہ کے آنسوؤں کی اس کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھا.....
 ☆

شادی کی رسم بہت سادگی سے نہیں تو بہت دھوم دھڑ کے سے بھی نہیں کی گئی تھی..... سو پچاس مہمانوں کی موجودگی میں علینہ بیاہ کر اپنے پیاسنگ چلی گئی تھی..... اس کے جانے کے بعد گھر کی فضا پر ایک ساٹا سا طاری ہو گیا تھا..... ایسے سناٹے میں وہ واپس جانے کے لیے پیکنگ کر رہا تھا جب ثوبیہ اس کے لیے چائے بنا کر لے آئی.....

”میں کچھ مدد کروں بھائی!“

”نہیں ثوبی..... مجھے عادت ہے!“ اس نے ایک نظر بہن پر ڈال کر مسکرا کر کہا تھا.....

”بھائی..... اکیلے گھبراتے نہیں ہیں؟؟“

”نہیں.....“ وہ مختصر آہ بولا.....

”دوسری والی کو کیوں چھوڑا؟“

زرباب کے ہاتھ لمحہ بھر کے لیے رکے تھے.....

”میں نے نہیں چھوڑا.....“ پھر وہ خود پر قابو پا کر بولا تھا، ”وہ خود ہی زیادہ عرضہ نہیں رکی..... ایک دن خدا حافظ کہہ کر چلی گئی.....“

”پھر کبھی نہیں سوچا گھر سنانے کا؟“

”نہیں..... میں خود کو مومن تو نہیں سمجھتا لیکن اتنا کافر بھی نہیں ہوں کہ بار بار ڈسٹا جاؤں“

”آپ..... اب تک بھابی سے بدگمان ہیں!“

زرباب نے ثوبیہ کی بات کا جواب نہیں دیا..... اسے اچانک ہی عبدالباری سے ہونے والی اپنی ملاقات یاد آگئی تھی..... اس ملاقات میں ادا ہونے والے جملے اس کے کانوں میں گونجنے لگے تھے.....

”آپ نے..... عارف کا نہیں پوچھا بھائی.....“ ثوبیہ کچھ دیر بعد بولی تھی.....

”میں جانتا ہوں..... اسے صحرانوردی اور آوارہ گردی کی عادت پڑ گئی ہے..... نکلتا نہیں ہے کسی بھی جگہ..... پھر کیا پوچھنا تھا اس کا.....

پھر رہا ہوگا در بدر..... خاک چھانتا.....“

”کبھی سوچتی ہوں بھائی..... اسے تو اس کے کیے کی سزا ملی..... آپ کو..... نجانے کس بات کی سزا ملی ہے.....“

زرباب کی پیکنگ ہو چکی تھی..... اس نے بیٹھ کر چائے کا گک اٹھا لیا.....

”کس سزا کی بات کر رہی ہو؟“

”عارف کی سزا کی..... جو قدرت نے اسے دی ہے..... سکون قلب چھین لیا گیا ہے اس سے..... اور دنیا بھر کی خاک چھاننے کے لیے اسے چن لیا گیا ہے.....“

ثوبیہ کے لہجے میں بھائی کے لیے اتنا درد تھا کہ زرباب بری طرح چونکے بغیر نہ رہ سکا.....

”بہت حاسد تھا وہ..... شروع سے ہی تھا..... اسی لیے امی اسے ہمیشہ ہم بہن بھائیوں میں فوقیت دیا کرتی تھیں..... ورنہ وہ..... ہم سے ہی حسد کرنے لگتا تھا!“

”ہاں.....“ زرباب کھوئے کھوئے انداز میں بولا، ”ایسا ہی کچھ تھا!“

”آپ کی شادی ہوئی..... تو جیلنس ہو گیا تھا وہ..... سب اسے چھیڑتے تھے کہ زرباب تو آسمان کا چاند توڑ لایا ہے اور چاند تو بس ایک ہی ہوتا ہے..... اب تمہارے لیے کیا بچا!“

ثوبیہ نے گہری سانس بھر کر زرباب کو دیکھا اور مسکرا دی..... اس کی آنکھوں میں آنسو تھے.....

”پچھلے سال آیا تھا یہاں..... میرے پاس..... تبھی اپنی کہانی سنا کر گیا تھا.....“

دونوں کے درمیان خاموشی کا وقفہ آیا..... زرباب پلک جھپکائے بنا ثوبیہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا! ”جیلنس ہو گیا وہ آپ سے..... علمہ بھابی سے..... آپ دونوں کو ایک ساتھ..... ہنستا بولتا دیکھ کر اٹش کے اندر آگ سی بھڑک اٹھتی تھی..... تب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کرے گا جس کے آگے علمہ بھابی بہت کم مرتبہ اور کم حیثیت معلوم ہوں گی..... کوئی ایسی لڑکی جو ہر لحاظ سے علمہ بھابی سے آگے ہوگی..... اور رانیہ سے مل کر اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہی ایسی لڑکی ہے جو علمہ بھابی کو ہر مقام پر شکست دے سکتی ہے..... شاید..... رانیہ کے خاندان کی بے تحاشا دولت

نے اسے ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا تھا.....“

”تم..... تم کہنا چاہتی ہو ثوبیہ.....“ زرباب بے چین ہو گیا..... اس کا جی چاہا وہ وہاں سے اٹھے اور بھاگ جائے..... اتنا دور..... جہاں ثوبیہ کی آواز اس تک نہ پہنچ سکے..... اس کے اندر کوئی بول رہا تھا..... پہلے سے..... وہی سب کچھ..... جو شاید ثوبیہ اب بولنے لگی تھی..... ”ایسا نہ ہو سکا جیسا عارف نے سوچا۔ رانیہ کسی مقام پر بھی علمہ بھابی کو شکست نہ دے سکی..... شکل، عقل، سیرت، عادت، مزاج، اخلاق..... ہر جگہ ہمیشہ..... علمہ بھابی کا پڑا بھاری رہا اور رانیہ ہمارے تو کیا خود عارف کا دل ہی نہ جیت سکی..... بلکہ آنے والا وقت عارف کے لیے بد سے بدتر ثابت ہوتا رہا.....“

پھر آپ کی نوکری بھی قسمت سے اتنی اونچی ہو گئی کہ مقام اور مرتبے کا فرق بھی پہلا سا نہ رہا..... میں سمجھتی ہوں بھابی..... وہ بھی علمہ بھابی کی ہی قسمت تھی..... ان کی نیکیوں اور خدمت کا صلہ تھا جو کچھ آپ کو ملا.....“

زرباب کا دل اس کی کنپیٹوں میں دھڑکنے لگا تھا..... وہ ایک ٹک ٹوبیہ کو دیکھ رہا تھا.....

”عارف کو رانیہ نے دھتکارا تو وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے آپ کے پاس گیا اور وہاں آپ کی خوبصورت، خوشگوار زندگی کو دیکھ کر ایک بار پھر سر سے پاؤں تک حسد کی آگ میں جل کر نہ صرف خود بھسم ہوا بلکہ آپ کی..... زندگی کو بھی..... شعلوں کی نذر کر گیا.....“

”ثوبیہ..... ثوبیہ..... یہ کیا..... کہہ رہی ہو تم.....“ اس کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکلا تھا.....

”میں ٹھیک کہہ رہی ہوں بھابی..... ویسا کچھ نہیں تھا جیسا عارف نے آپ سے کہا..... جھوٹ تھا وہ سب کچھ..... ایک الزام تھا..... جس میں رتی برابر بھی سچائی نہ تھی..... ایک جلتا انگارہ تھا جو اس نے علمہ بھابی کے دامن میں چھپا دیا تھا.....“

ثوبیہ رونے لگی..... زرباب کچھ دیر بیٹھا رہا پھر یکا یک خود بھی زور زور سے رونے لگا تھا..... اس کا جی چاہتا تھا وہ ماتم کرے..... خود پر تھپڑوں کی برسات کر دے..... اپنے اوپر تیل چھڑک کر آگ لگا لے..... وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا..... بس پھوٹ پھوٹ کر روئے جاتا تھا.....

اسے سب یاد آ رہا تھا..... سب کچھ.....

علمہ نے عارف کے لیے کئی ڈسٹریکٹ کی تھیں..... بہت عرصے بعد وہ ان کے گھر آیا تھا.....

”بھابی.....“ عارف کھانا کھاتے ہوئے بولا تھا، ”کہنے کو..... جی تو نہیں چاہتا..... لیکن کہنا ضروری ہے..... آپ اپنے..... ان..... رامش صاحب سے ذرا محتاط رہا کریں!“

زرباب چیخ منہ تک لے جاتے جاتے رک گیا.....

”میں نے کافی کچھ سنا ہے ان کے بارے میں.....“ عارف کے چہرے کے تاثرات زرباب کو سمجھ نہ آ سکے..... ”مثلاً؟“ وہ عارف کا چہرہ دیکھنے لگا.....

”مثلاً یہ کہ آپ کی شادی سے پہلے ان کا کافی آنا جانا تھا آپ کے گھر..... ان کی والدہ نے تو باقاعدہ الزام لگایا تھا بھابی پر..... کہ انہوں

نے..... سوری! آپ کو شاید برا لگے..... کہ انہوں نے رامش صاحب کو درغلا کر اپنی زلفوں کا اسیر کر لیا ہے..... وہ تو رامش صاحب کے منعالے کو دفع کیا تھا..... بھول گئے آپ..... کیا کچھ نہ دیا تھا ان لوگوں نے جہیز میں؟ ایک معمولی سا اکاؤنٹ کر سکتا ہے اپنی بیٹی کی شادی اس طرح؟؟.....“

زرباب کو ڈانٹنگ نیبل کی ہر چیز حرکت کرتی نظر آ رہی تھی..... کمرے کی دیواریں اس کے چاروں طرف گھوم رہی تھیں.....

”اور پھر شادی کے بعد..... کیا کچھ نہ ہوتا رہا آپ کی نظروں کے سامنے؟ لیکن آپ بہت معصوم اور..... سادہ ہیں بھائی.....“ عارف نے بے وقوف کہنے سے گریز کیا.....

”ہر موقع پر یہ حضرت فرشتے بنے موجود ہوتے ہیں..... لیکن انسان کیا فرشتہ بن سکتا ہے بھائی؟ بنا کسی غرض کے..... بتانا اپنے کسی مطلب کے..... یوں کسی کے کام آ سکتا ہے؟ نہیں نا؟ اور مطلب؟ مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ معاف کیجئے گا بھائی..... میں نے آپ کی غیر موجودگی میں ہمیشہ ہی انہیں..... علمہ بھابی کے ساتھ ہی دیکھا ہے!“

عارف دفعۃً خاموش ہوا تھا..... علمہ سویٹ ڈش لے آئی تھی.....

”یہ لو عارف..... تمہیں پسند ہے ناکسٹر ڈرائفل..... میں نے اسی لیے آج خاص طور پر بنایا ہے!“ علمہ نے مسکراتے ہوئے ڈونگا عارف

کتاب گھر

http://www.kitaabghar.com

کتاب گھر

عارف نجانے کیوں نیکن سے پسینہ پونچھنے لگا تھا.....

”آپ لوگ میٹھا کھائیں..... میں تب تک چائے بناتی ہوں!“

علمہ پلٹی تھی..... عارف نے میٹھا نہیں کھایا..... حالانکہ اسے کسٹر ڈرائفل بہت پسند تھا..... وہ چائے کے لیے بھی نہیں رکا..... زرباب کو بالکل ساکت و صامت بیٹھا چھوڑ کر وہ خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا تھا.....

ایسے ہی زرباب خاموشی سے اٹھا..... ثوبیہ اب ساکت و صامت بیٹھی تھی..... زرباب اپنا سوٹ کیس اٹھا کر خاموشی سے نکل آیا تھا.....

کتاب گھر ☆ کتاب گھر

اس کی فلائٹ دو گھنٹے لیٹ تھی!..... چیکنگٹ کے مراحل سے فارغ ہو کر اب وہ لاؤنج میں بے مقصد بیٹھا تھا..... ذہن کی دیواروں سے سوچ کی گجھلک بلیں لپٹی ہوتی تھیں..... ہر چند کہ وہ کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا..... وہ چاہتا تھا کہ اس کا ذہن ایک سادہ سلیٹ کی شکل اختیار کر لے جس پر کچھ تحریر نہ ہو..... لیکن اس سلیٹ پر کبھی ثوبیہ کے جملے ابھر آتے تھے..... کبھی عارف کے..... اور کبھی عبدالباری کے.....

کئی سال گزر جانے کے باوجود وہ کبھی عبدالباری کی گفتگو بھلانہ پایا تھا..... اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو مسلا.....

”مجھے چاکلیٹ چاہیے..... نہیں یہ والی نہیں!..... یہ والی نہیں..... مجھے بڑی چاکلیٹ چاہیے.....“

اس کے برابر بیٹھا بچہ اپنی ماں سے ضد کر رہا تھا..... زرباب نے ذہن بنانے کے لیے بچے کو دیکھا..... وہ سات آٹھ سال کا خوبصورت سا بچہ تھا..... ماں اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی..... چند لمحوں بعد ایک چودہ پندرہ برس کا لڑکا بھی آ کر وہاں بیٹھ گیا.....

”دیکھو برہان اپنے بھائی کو سمجھاؤ۔ اس کی پسند کی چاکلیٹ نہیں ہے تو میں کہاں سے لاؤں.....“

عورت نے عاجز آ کر اس نوجوان لڑکے سے کہا تھا..... وہ اپنے چھوٹے بھائی کو بہلانے کی کوشش کرنے لگا.....

”پاپا بھی آگئے ہیں.....“ دفعۃً وہ عورت بولی، ”اب وہی تمہیں سمجھائیں گے!“

ان تینوں کے ساتھ زرباب نے بھی نظر اٹھا کر دیکھا تھا..... ایک جھماکہ سا ہوا..... زرباب کے ارد گرد سب کچھ ہل کر رہ گیا.....

”رامش حسن!“ وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا تھا.....

رامش لمحہ بھر کے لیے ساکت ہوا..... پھر زرباب نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے سخت تنفر دیکھا..... ”رامش..... آپ!“

”دنیا اتنی بڑی نہیں ہے زرباب صاحب..... آپ کو اتنی حیرت کس لیے ہو رہی ہے.....“ وہ لائق سے بول کر اپنی فیملی سے باتیں کرنے لگا تھا.....

زرباب کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گا..... وہ عورت اگر رامش کی بیوی تھی..... وہ بچے اگر رامش کے تھے..... تو تو.....

عبدالباری نے تو کہا تھا.....

ان لوگوں کی فلائیٹ کا اعلان ہونے لگا تھا..... وہ اپنے ہینڈ بیگز سنبھالنے لگے.....

”جیسٹ اے منٹ رامش صاحب..... پلیز.....“ زرباب تیزی سے اس کے مقابل آگیا..... ”میں کچھ پوچھ سکتا ہوں.....“

سنہرے فریم میں جڑے شیشوں کے پیچھے دو آنکھیں اس پر مرکوز تھیں.....

”میں نے سنا تھا..... آپ نے علمہ سے شادی کر لی ہے؟؟“

”کیا تم اسے..... آزاد کر کے گئے تھے؟“ وہ سخت لہجے میں بولا.....

زرباب اپنی جگہ ساکت رہ گیا.....

”اور اگر تم اسے آزاد بھی کر جاتے..... تو وہ کبھی مجھ سے شادی نہ کرتی..... اسے اپنی عزت اپنی ناموس..... دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھی..... افسوس کہ اس کی قسمت میں تمہارے جیسے بد بخت شخص کا ساتھ درج تھا..... جو نہ اس کی محبت کو سمجھ سکا..... نہ اس کی عزت کو.....“ وہ.....

کہاں ہوگی اب؟“ زرباب نے بمشکل پوچھا تھا.....

رامش کی آنکھوں میں تیرتی نمی کو دیکھنا بہت مشکل تھا..... لیکن زرباب ان آنکھوں میں دیکھتا رہا..... ”اب پوچھ رہے ہو؟ اب تو.....“

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر گہرے گہرے سانس بھرے تھے ”میں..... معافی مانگ لوں گا اس سے.....“ وہ گڑ گڑایا، ”وہ مجھے معاف کر دے گی.....“

”شاید..... کر دیتی..... اگر.....“ رامش کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکلا تھا.....

اسپیکر پر رامش حسن کے نام کا اعلان ہو رہا تھا..... فلائیٹ پر اس کا انتظار کیا جا رہا تھا..... اس نے اپنا بیگ اٹھایا.....

”سنو..... سنو رامش.....“ زرباب پاگلوں کی طرح آگے بڑھا، ”کیا..... کیا رشتہ تھا تمہارے اور اس کے بیچ؟؟“

کچھ دیر اسے دیکھتا رہا.....

”انتظار لا حاصل!“ پھر وہ دھیرے سے بولا تھا، ”یہی رشتہ تھا..... یہی قدر مشترک!“

پھر وہ اپنی بیوی اور بچوں کی تلاش میں نظر دوڑاتا آگے بڑھ گیا تھا..... وہ عورت جو دیکھنے میں ہی اس سے بڑی نظر آتی تھی..... وہ نوجوان بچہ..... جو بیٹے کے بجائے اس کا چھوٹا بھائی لگتا تھا وہ ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا..... اس کی چال میں اطمینان تھا..... یقین تھا..... اعتبار تھا..... محبت نے اسے خالی رہنے نہ دیا تھا.....

اور زرباب اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا..... خالی دامن، خالی ہاتھ، خالی نظروں سے.....

http://www.kitaabghar.com



پوچھے ہے جیا

تم کون پیا

یوں دور کھڑے

کیا سوچا ہے؟

گہر سانس میں ہیں لہجے

صدیوں کے گلے

سینے میں چھپا کر

ہم تو چلے

کس اور چلے

کیا تم کو پتہ!

پوچھے ہے جیا

تم کون پیا!!

اللہ والے

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک گرانقدر تصنیف جو خالد پرویز کی عالمانہ عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ، جنید بغدادی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت بہاء الدین زکریا، حضرت داتا گنج بخش، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت میاں میر کے حالات زندگی رقم ہیں۔ مگدستہ اولیاء کتاب گھر پر دستیاب ہے جسے تحقیق و تالیف سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

شیشے کی دیوار کے پار نظر آتا وہ وجود ساکت و صامت تھا..... نہ سینے سے سانسوں کے اتار چڑھاؤ کا پتہ چلتا تھا نہ پلکوں کی کسی مدھم مدھم سے کوئی درامید و اہوتا تھا.....

سسر مختلف مشینوں پر آتی ہوئی ریڈنگ لے کر باہر نکلی تو وہ پرانے معلوم ہوتے قدموں سے آگے بڑھا.....

”اب آئے ہو؟“ وہ چونکا، بڑبڑایا.....

http://www.kitaabghar.com

”آ تو گیانا..... صبح کا بھولا اگر شام کو لوٹ آئے تو.....“

”شام.....“ وہ ہنسی، ”یہاں تو اندھیری رات اتر آئی اور اندھیری رات کے لیے ہر چہرہ اجنبی..... بھولا بھٹکا!“

”تم آنکھیں کھول دو“ وہ بولتی ہوا، ”ہزار ہا ستارے چمک اٹھیں گے۔ تم مسکرا دو۔ یہاں سے وہاں تک دیے دیے چراغاں کریں گے۔ ایک بار۔۔۔ ایک بار۔۔۔ بس ایک بار۔۔۔“

کیسا بے رحم جواب تھا۔۔۔ وہ ڈر گیا۔۔۔ اس نے ان ٹھنڈے، سفید پیروں کو مضبوطی سے تھاما۔۔۔ ”میں۔۔۔ میں نہیں جانے دوں گا تمہیں۔۔۔“

”میں نے بھی تو ایک دن یونہی روکا تھا تمہیں۔۔۔ بھول گئے!“

”میں تو مرد تھا۔۔۔ کیسے رکتا۔۔۔ مرد کور کنا نہیں آتا۔۔۔ پلٹنا آتا ہے۔۔۔ شرمسار ہو کر۔۔۔“

”میں شرمسار نہیں ہوں۔۔۔ اور میں پلٹ بھی نہیں سکتی۔۔۔“

”اتنی کٹھور تو نہ تھیں۔۔۔“

”میں کیا ہوں۔۔۔ میں کیا تھی۔۔۔ مجھے کچھ یاد نہیں پڑتا۔۔۔ ہر طرف دھند ہی دھند ہے۔۔۔ میں اس دھند میں آگے بڑھ رہی ہوں۔۔۔ میں رک نہیں سکتی۔۔۔ کوئی میرا ہاتھ پکڑے بادلوں میں محو پرواز ہے۔۔۔“

”علمہ۔۔۔“ زر باب بڑبڑایا۔۔۔

”علمہ۔۔۔ وہ رویا۔۔۔“

کتاب گھر

پیا کون

”یہ کوما میں ہیں۔۔۔“ کوئی بولا تھا، ”جب سے آپ انہیں چھوڑ کر گئے۔۔۔“

زر باب نے مڑ کر دیکھا۔۔۔ سولہ سترہ برس کے اس نوجوان کو وہ پہلی نظر میں پہچان گیا تھا۔۔۔ ”افغان۔۔۔“ اس کے لب ہلے۔۔۔

”پہلے ان کی گویائی چلی گئی تھی۔۔۔ مگر یہ دیکھتی تھیں اور صرف دروازے کی طرف دیکھتی تھیں۔۔۔ پھر ان کی آنکھیں بھی تھک گئیں۔۔۔ انہوں نے آنکھیں بھی بند کر لیں۔۔۔ اب صرف ان کا دل دھڑکتا ہے اور رگوں میں خون چلتا ہے۔۔۔ زندگی سے بس اتنا ہی ناظرہ گیا ہے ان کا۔۔۔ ایک انتظار لا حاصل کے لیے زندگی کو بس اتنا ہی چاہیے!“

کتاب گھر

پیا کون

”میں۔۔۔ میں آگیا ہوں افغان۔۔۔ میں سب کچھ چھوڑ کر۔۔۔ ہمیشہ کے لیے آگیا ہوں میرے بیٹے!“ وہ آگے بڑھا۔۔۔

”مت کہیں مجھے بیٹا۔۔۔ آپ کا بیٹا نہیں ہوں میں۔۔۔ میں صرف اس بستر پر لیٹی اس عورت کا بیٹا ہوں۔۔۔ خون کا DNA مل جانے سے کوئی بیٹا نہیں بن جاتا۔۔۔ اور ایک شخص ہے جو میرا کچھ نہیں لگتا لیکن اس نے مجھے پڑھایا لکھایا۔۔۔ مجھے جینا سکھایا۔۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں۔۔۔ میری ماں کا زندگی سے جتنا بھی رابطہ ہے۔۔۔ اسی کی بدولت ہے۔۔۔ آپ کہاں سے چلے آئے۔۔۔ اور کیوں۔۔۔“

”کیونکہ۔۔۔ تمہاری ماں۔۔۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔۔۔“ وہ آنسوؤں سے بھیگے ہوئے چہرے کے اندر سے کہیں بولا۔۔۔

”مشین سے آتی پیپ کی آواز لمحہ بھر میں بدلتی۔۔۔ اور ایک یکساں ٹون میں بدلنے لگی۔۔۔ افغان نے چونک کر اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا۔۔۔“

”ماما۔۔۔ ماما۔۔۔“ وہ دیوانوں کی طرح آگے بڑھا۔۔۔ پھر وہ چیخنے لگا تھا۔۔۔

ڈاکٹر زاورنس اسٹاف بھی چلے آئے۔۔۔ انتظار لا حاصل ختم ہونے کو تھا۔۔۔ زر باب کے ہاتھوں میں وہ سفید، بے جان پیرتھے۔۔۔

”میں..... نہیں جانے دوں گا تمہیں..... نہیں جانے دوں گا!“

ڈاکٹر زاپنی سی کوشش کر چکے تھے..... انہوں نے بے جان جسم سے آلات اتارنے شروع کیے..... ”علمہ..... علمہ.....“ وہ ان پیروں پر جھکا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا.....

تبھی افنان نے اس کے ہاتھ اپنی ماں کے پیروں سے ہٹا دیے.....

”پاپا.....“ وہ بولا، ”ماں کو ساری عمر..... کبھی کسی نامحرم نے نہیں چھوا..... جب تک..... سانس کی ڈور تھی..... آپ چھو سکتے تھے..... اب میری ماں کو مت چھونا! اب آپ ان کے کچھ نہیں ہو.....“

زرباب پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیٹے کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھنے لگا..... شدت ضبط و غم سے اس کی آنکھیں سرخ ہو کر باہر نکل پڑ رہی تھیں..... لیکن وہ اپنی ماں کی نگرانی نہیں بھولا تھا.....

زرباب دیوار سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا..... افنان نے ٹھیک کہا تھا..... اب وہ اس بے جان وجود کا کچھ نہیں لگتا تھا..... نرس اشاف نے اسے سر سے پاؤں تک سفید چادر سے ڈھانپ دیا..... پھر وہ اسٹریچر باہر لے جانے لگے.....

دیوار سے لگ کر کھڑے زرباب کے برابر سے وجود سفید چادر میں چھپا گزر رہا تھا..... وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے..... انتظار لا حاصل انجام پذیر ہوا تھا..... کارڈ دور سے اسٹریچر لے جائے جانے کی آواز آ رہی تھی..... لمحہ بہ لمحہ دور جاتی آواز..... تم کون پیا!.....



ختم شد

آپ کے اشتہار / پیغام کی جگہ

کیا آپ کتاب گھر ذریعے ہزاروں لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں؟؟ کیا آپ اس جگہ پر اپنا اشتہار / پیغام دیکھنا چاہتے ہیں؟؟ آپ اپنی کتاب، ویب سائٹ، فورم (مسیج بورڈ) کاروبار یا کسی بھی قسم کے اشتہار / پیغام کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں۔ رابطہ کے لیے kitaab_ghar@yahoo.com یا پھر kitaabghar.com پر موجود Contact Us فارم استعمال کیجئے یا پھر kitaab_ghar@yahoo.com پر ای۔ میل کیجئے۔